

الحمد لله على ما اوتىنا من نعمته العظيمة
والحمد لله رب العالمين
والصلاة والسلام على سيدنا محمد
النبى المصطفى
والسلام على آله وصحبه
الطيبين الطاهرين
الطاهرين



سیرتِ جنید ^{رحمۃ اللہ}

جس

شیخ الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی ^{رحمۃ اللہ}

کے

سوانح و افکار

علامہ فضل احمد عارف

مکتبہ رشیدیہ پبلشرز ^ط ۳۲ شاہ جہاں پور

نام کتاب _____ سیرت جنیدؒ
 مصنف _____ فضل احمد عارف۔ ایم اے
 ناشر _____ مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ لاہور
 مطبع _____ کنول آرٹ پریس لاہور
 قیمت _____ 24/- روپے
 صفحات _____ ۲۹۸
 تعداد _____ ۱۱۰۰

بار اول۔ ربیع الثانی ۱۳۹۵ھ بمطابق ۱۹۷۵ء



تعارفِ مُصنّف

- نام _____ فضل احمد عارف
- تعلیم _____ ایم اے (عربی) ایم اے (اسلامیات)
- تصنیفات و تالیفات : ۱۔ فلسفہ دُعار
۲۔ حکمتِ استخارہ
۳۔ حقیقتِ رمضان
۴۔ الوارِ بُرود
۵۔ سیرتِ بایزید
۶۔ سیرتِ سلمانؓ (زیرِ طبع)
۷۔ سعادتِ العباد (زیرِ طبع)
(شرحِ بانثِ سعادت)
- مستقل پتہ _____ ۲۴۶۔ شمس آباد کالونی۔ ملتان شہر

انتساب

اپنے والد مرحوم

حاجی حافظ اللہ بخش ڈھڈھی

کے نام

اس دُعا کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ اُن کی
معفرت فرمائے اور انہیں اپنے جوارِ رحمت
میں جگہ دے۔ آمین

اگر سیاہ ولم، داغِ لالہ زارِ توام
وگر کشادہ جبینیم، گلِ بہارِ توام

فہرست مندرجات

عرض و تلف ۲۰

مقدمہ پر فیروز لاہور محمد ایوب می (کراچی)

باب اول — حالات و واقعات

ابتدائی و خاندانی حالات ص ۲۳ اجداد کا وطن و

مذہب ص ۲۳ خانوادہ جنید کا ترک وطن ص ۲۴

ولادت باسعادت ص ۲۴

بچپن و لڑکپن

حقیقت شکر پر اظہار خیال ص ۲۵ لڑکپن اور

واقعہ زکوٰۃ ص ۲۶ نوعمری اور واقعہ شب بخیزی

ص ۲۶

تعلیم و تربیت

سازگار ماحول ص ۲۸ حفظ قرآن اور مکتبی تعلیم

ص ۲۹ بیعت توبہ ص ۲۹ درس حدیث ص ۳۰

تحصیل علم فقہ ص ۳۰ تصوف و طریقت کی تعلیم و

تربیت ص ۳۰ شیوخ سے کیا کچھ سیکھا گیا، ص ۳۲

استاذہ و شیوخ

۱۱ حضرت سری سقطی ص ۳۳ (۲) حضرت

حارث النہاسی ص ۳۶ (۳) حضرت محمد بن علی

القصاب ص ۳۷ (۴) حضرت ابو ثور الکاتبی ص ۳۸

(۵) حضرت سفیان ثوری ص ۳۸ (۶) حضرت ابو

جعفر الجہاد ص ۳۹ (۷) حضرت ابن لکزی ص ۳۹

(۸) حضرت حسن بن عرفہ ص ۴۰ (۹) حضرت ابو

احمد الکلاسی ص ۴۱ (۱۰) حضرت ابو بکر الصنطری

ص ۴۱ (۱۱) حضرت حسن المسوحی ص ۴۲ (۱۲) حضرت

محمد بن منصور طوسی ص ۴۲ (۱۳) حضرت ابو حاتم

الطارق ص ۴۳ (۱۴) حضرت ابو یعقوب الزیاتی ص ۴۳

جنید بامکیس کا وعظ اولیں

تکمیل طریقت ص ۴۴ وعظ پر لوگوں کا اصرار

ص ۴۴ لوگوں کا جوش و غروش ص ۴۴ وعظ پر

تاثیر اور خطبہ بے نظیر ص ۴۵ استمان و آزمائش

ص ۴۵ نصرانی کا قبول اسلام ص ۴۵ کشف و

کرامات ص ۴۶ مواعظ کی اثر آفرینی ص ۴۶

قیام حجاز کے واقعات

بچپن کا سفر ص ۴۷ خطاب تاج العارفین ص ۴۸

صحبت مسابین مدنیہ ص ۴۹ متعریف واقعات ص ۴۹

سرحد روم پر محاذ جہاد کے واقعات

رند و ریح کا انعام ص ۵۰ سید رشید ص ۵۱

بمعصرت مشائخ سے تعلقت

مشائخ بغداد ص ۵۲ مشائخ نیشاپور ص ۵۲

مشائخ شام ص ۵۳ مشائخ بصرہ ص ۵۳

مشائخ سلسلہ طیفوریہ ص ۵۳

بنیاد میں مصروفیات

تجارت و عبادت ص ۵۵ درس و تدریس ص ۵۶

دعوت و ارشاد ص ۵۶ خط و کتابت ص ۵۷

تدبیر منزل اور تربیت نسل ص ۵۷

معاندین کی مخالفت و محاصرت ص ۵۸

وفات اور وصال

بستر مرگ پر نماز ص ۶۰ تلاوت قرآن ص ۶۰

ورد و ولیفہ ص ۶۱ وصیتیں ص ۶۱ تلقین کلمہ

شہادت ص ۶۲ سجدہ ریزی اور گریہ زاری ص ۶۲

تاریخ وفات ص ۶۳ قطعہ تاریخ وفات ص ۶۳

غسل و کفن ص ۶۴ نماز جنازہ ص ۶۴ حضور نبی کریم

کی روحانی شریک جنازہ ص ۶۵ مدفن مبارک ص ۶۵

سواروں کا عزم ص ۶۴ مرثیہ مجدوب ص ۶۴

نیکوئی سے سوال و جواب ص ۶۴ آخرت میں کیا

کام آیا ص ۶۴

باب دوم — علم و عمل

تبحر علمی ص ۶۹

استحضار قرآن ص ۶۹ فہم قرآن ص ۶۹ تفقہ

فی القرآن ص ۶۹ قرآنی مذاکرے ص ۷۲ کتابت

حدیث ص ۷۳ روایت حدیث ص ۷۴ علم فقہ

ص ۷۵ علم تصوف و طریقت ص ۷۶ علم لدنی

ص ۷۸ ذوق شعر و شاعری ص ۷۹ جامعیت

علوم ص ۸۲

حسن عمل

تلاوت قرآن ص ۸۳ قرآن پر عمل ص ۸۴ اتباع

سنت ص ۸۵ اقامت صلوٰۃ ص ۸۵ التزام روزہ

ص ۸۶ اہتمام حج ص ۸۶ عزم جہاد ص ۸۷ ادائیگی

نوافل ص ۸۸ قیام اللیل ص ۸۸ جہاد بانفس ص ۸۹

ذکر الہی ص ۹۰ ورود و طائف ص ۹۱ خدمت

خلق ص ۹۲

باب سوم — عظمت و فضیلت

القاب و خطابات

- (۱) تاج العارفين ص ۹۲ (۲) سید الطائف ص ۹۲
(۳) امام الائم ص ۹۳ (۴) طاؤس العلماء ص ۹۵
(۵) طاؤس العباده ص ۹۵ (۶) طاؤس الربانيين
ص ۹۵ (۷) علم الاولياء ص ۹۵ (۸) لسان القوم ص ۹۵
(۹) لسان التصوف ص ۹۵ (۱۰) قطب علوم لدنيه
ص ۹۶ (۱۱) عبد الشايع ص ۹۶ (۱۲) اعدل الشايع
ص ۹۶ (۱۳) سلطان المحققين ص ۹۶ (۱۴) بطلوان
العارفين ص ۹۶ (۱۵) سید الحكماء والعارفين ص ۹۶

ترجمہ و تعارف

- تقاضی ابن خلدان صاحب دنیات الایمان ص ۹۷
شیخ ابو عبد الرحمن السلی صاحب طبقات الصوفیہ
ص ۹۸ خواجه عبد اللہ انصاری ہروی صاحب طبقات
الصوفیہ ص ۹۸ امام ابوالقاسم القشیری صاحب الرسالہ
القشیریہ ص ۹۸ علامہ ابن تفری ہروی صاحب النجوم
الذاہرہ ص ۹۸ شیخ عبد الوہاب الشعرانی صاحب الطبقات
الکبریٰ ص ۹۹ علامہ عبد الرحمن ابن الجوزی صاحب
المنظوم وصفہ الصوفیہ ص ۹۹ شیخ تاج الدین السبکی
صاحب طبقات الشافعیہ ص ۹۹ علامہ ابن ایشر
الجوزی صاحب تاریخ الکامل ص ۱۰۰ امام یافعی صاحب
مرآة الجنان ص ۱۰۰ خطیب بغدادی صاحب
تاریخ بغداد ص ۱۰۰ حافظ ابن کثیر صاحب البدایہ
والنہایہ ص ۱۰۰ حضرت سید علی ہجویری صاحب

- کشف المحجوب ص ۱۰۲ شیخ فرید الدین عطار صاحب
تذکرۃ الاولیاء ص ۱۰۲ مولانا عبد الرحمن جامی صاحب
نفحات الانس ص ۱۰۳ شہزادہ دارا شکوہ صاحب
سفینۃ الاولیاء ص ۱۰۴ خیر الدین زکریا صاحب الاعلام
ص ۱۰۴ شاہ شعیب فردوسی صاحب مناقب
الاصفیاء ص ۱۰۴ ڈاکٹر حسن منوچر صاحب کارنامہ
بزرگان ایران ص ۱۰۵ نواب صدیق حسن خاں بھوپالی
صاحب تقصیر جیود الاحرار ص ۱۰۵

مقام جنید و نگاہ مشائخ عظام

- (۱) حضرت سری سقطی ص ۱۰۶ (۲) حضرت ابو
جعفر الحدادی ص ۱۰۶ (۳) حضرت ابو حفص الحدادی
نیشاپوری ص ۱۰۶ (۴) حضرت ابوسعید الخراز
ص ۱۰۶ (۵) حضرت ہبل تتری ص ۱۰۶ (۶) حضرت
ابوالعباس بن مسروق ص ۱۰۸ (۷) حضرت رویم
ص ۱۰۸ (۸) حضرت ابن عطاء ص ۱۰۸ (۹) حضرت
ابوبکر شبلی ص ۱۰۸ (۱۰) حضرت جعفر الخلدی
ص ۱۰۹ (۱۱) حضرت اسماعیل بن نجید ص ۱۰۹ (۱۲)
حضرت ابو عبد اللہ بن خضیف ص ۱۱۰ (۱۳) امام حمزہ الام
غزالی ص ۱۱۰ (۱۴) حضرت شیخ عبد القادر جیلانی
ص ۱۱۰ (۱۵) علامہ ابن الجوزی ص ۱۱۰ (۱۶) شیخ
زلیلا الدین عطل ص ۱۱۰ (۱۷) شیخ ابن العربی
ص ۱۱۰ (۱۸) امام ابن تیمیہ ص ۱۱۰ (۱۹) امام

صحو اور مربی اہل سکر ص ۱۳۰ فریت اور قطب ارشاد
ص ۱۳۱ سلاسل طیبہ اور شخصیت مرکزی ص ۱۳۲ بنی
تصوف اور سوجہ زبان تصوف ص ۱۳۳ قلت کرامت
اور کثرت استقامت ص ۱۳۳ خود عظیم القدر اور
معرف غلطی دیگران ص ۱۳۴ محقق اور صاحب نظر
ص ۱۳۵

باب پنجم - تربیت و ارشاد
حضرت جنید کے انے مریدوں سے تعلقاً
شفقت و محبت ص ۱۳۹ خودداری کا تحفظ ص ۱۳۹
احوال پر نظر ص ۱۴۰ حکیمانہ انداز اصلاح ص ۱۴۱
مدافعت مریدین ص ۱۴۳

حضرت جنید کی بحیثیت شیخ طریقت خصوصیات
کامل داخل شیخ ص ۱۴۳ نگاہ کیا تاثر ص ۱۴۴
کشف و فراست ص ۱۴۵ تربیت اہل سکر ص ۱۴۶
تربیت اور افادہ خلائق کے ذرائع
دارالجنید ص ۱۴۶ مسجد شونیزہ ص ۱۴۷ مکتوبات و
مراسلات ص ۱۴۸ رہنما کتاب سلوک ص ۱۴۸

تربیت کی منزل اولیں کی شرائط
درمی و شفقت ص ۱۴۹ نیت کی سچگی و خلوص ص ۱۴۹

یافعی ص ۱۱۲ (۲۰) شیخ ابن العماد حنبلی ص ۱۱۳ (۲۱) حضرت
ابن الا عدل ص ۱۱۳ (۲۲) حضرت المول الجصاص شیرازی
ص ۱۱۴ (۲۳) امام عبد الوہاب الشرنوبلی ص ۱۱۴ (۲۴) شیخ
احمد محمد دالف ثانی ص ۱۱۴ (۲۵) شیخ احمد النادوی
ص ۱۱۵ (۲۶) مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ص ۱۱۵

معاصر متحنین کا اعترافِ عظمت

(۱) عبد اللہ بن سعید بن کلاب ص ۱۱۶ (۲) ابن شاپین
ص ۱۱۶ (۳) ابن کیسان نخوی ص ۱۱۸ (۴) ابن سرتج
فقہ ص ۱۱۸ (۵) ابوالقاسم کعبی ص ۱۱۹

روپائے صادقہ

بارگاہ رسالت میں فتویٰ نگاری ص ۱۱۹ سیادت علم
اور قیادت خلق ص ۱۲۰ شیطان کا اعترافِ عجز ص ۱۲۰

باب چہارم - انفرادیت و عبقریت

مشقی مشکلم اور باصفا صوفی ص ۱۲۲ عالم شریعت اور
شیخ طریقت ص ۱۱۲ وسعت علم اور ثروت حال
ص ۱۲۳ سلاستہ افکار اور حسن کردار ص ۱۲۳ صاحب
قلم اور صاحب سیف ص ۱۲۵ دنیا و دین کا اترجحین
ص ۱۲۶ رہبانیت سے اجتناب: فطرت اسلام کا
انتخاب ص ۱۲۷ جامعیت علوم اور مہارت فنون ص ۱۲۸
اصلاح تصوف اور تجدید طریقت ص ۱۲۸ صاحب

شرائط توبہ پوری کرنا ص ۱۵۱
یقیناً ص ۱۵۱ تجرید دنیا ص ۱۵۱

مرد کو کن چیزوں سے بچنا چاہیے

غور زہد اور زعم کمال ص ۱۵۲
۱۵۲ ترک عمل ص ۱۵۲ فقر و طریقت کے تقاضوں
سے عدم توجہ ص ۱۵۲

باب ششم - تصوف و طریقت

تصوف جنید کی خصوصیات

(۱) قرآن و سنت پر بنیاد ص ۱۵۴ (۲) عوام و خواص
میں قبول عام ص ۱۵۴ (۳) عقل و وجدان کا متوازن
استعمال ص ۱۵۸ (۴) جامعیت اور ہمہ گیری ص ۱۵۸
(۵) سائل تصوف پر حتمی رائے ص ۱۵۹ (۶) شایخ
کی آرا کا حسن انتخاب ص ۱۶۰ (۷) خارجی اثرات
سے محفوظ ص ۱۶۰ (۸) اجزائے تصوف ص ۱۶۱
(۹) ذرائع تصوف ص ۱۶۲

تصوف جنید کا اہم موضوع - تفہیم توحید

نیم سوری کی روح عصر ص ۱۶۲
۱۶۲ فنا کے تین مدارج ص ۱۶۳ بقا باللہ کی حالت
ص ۱۶۴ نازک مرحلہ ص ۱۶۴ فنا اور بقا کی کیفیت حال
ص ۱۶۵ عبد مہیاق کی طرف رجعت ص ۱۶۵ نازک تر مرحلہ

۱۶۶ توحید کی اکمل صورت ص ۱۶۶

روحانی سلاسل اور حضرت جنید کی
شان مرکزیت

(۱) سلاسل عشرہ ص ۱۶۶ (۲) سلاسل اربعہ ص ۱۶۸
(۳) سلسلہ چشتیہ اور نقشبندیہ سے تعلق ص ۱۶۷ (۴)
برصغیر میں حضرت جنید سے فیض یاب چھوٹے سلسلے ص ۱۶۵

طریقہ جنیدیہ کی مقبولیت اور ترقی ص ۱۶۵

طریقہ جنیدیہ کے خدو خال

(۱) طریقہ سلوک ص ۱۶۸ (۲) تلقین ذکر ص ۱۶۹
(۳) سلوک کے اصول ص ۱۶۹ (۴) صحت سلوک کی
شرائط ص ۱۶۹ (۵) مدارج سلوک ص ۱۸۰ (۶) اہمیت
مراقبہ ص ۱۸۰ (۷) سرکارِ دربار سے اجتناب ص ۱۸۱
(۸) خدمتِ خلق ص ۱۸۱ (۹) طہارتِ قلب اور اصلاح
باطن ص ۱۸۱ (۱۰) جنیدیہ کا لباس ص ۱۸۲ (۱۱) فضیلت
صحیح ص ۱۸۲ (۱۲) اکمل حلال ص ۱۸۳ (۱۳) فرقہ ص ۱۸۴

باب ہفتم - اصحاب و تلامذہ

(۱) حضرت ابراہیم نوری ص ۱۸۴ (۲) حضرت ابوبکر
شبلی ص ۱۸۸ (۳) حضرت ابو محمد جریری ص ۱۸۹ (۴)
حضرت رویم بن احمد ص ۱۹۰ (۵) حضرت ابو علی
روذباری ص ۱۹۱ (۶) حضرت ابن عطاء آدمی ص ۱۹۱

عظمتی ص ۲۰۴ (۳۸) حضرت ابو بکر کسان دینوری
 ص ۲۰۴ (۳۹) حضرت غیلان سمرقندی ص ۲۰۴ (۴۰)
 حضرت ابو جعفر حفا ص ۲۰۵ (۴۱) حضرت ابوالحسین
 ماکلی ص ۲۰۵ (۴۲) حضرت ابوالخیر اقطع تینانی ص ۲۰۵
 (۴۳) حضرت ابوطالب خزرج بن علی ص ۲۰۵ (۴۴)
 حضرت ابوالقاسم قمری ص ۲۰۶ (۴۵) حضرت ابو
 اسحاق ابراہیم بن ثابت ص ۲۰۶

باب ہشتم - تصنیفات و ملفوظات ۱۔ کتب

(۱) اشمال القرآن ص ۲۰۸ (۲) تصحیح اللادہ ص ۲۰۸
 (۳) کتاب الناجات ص ۲۰۸ (۴) شرح شطیحات
 ابی یزید بظامی ص ۲۱۰ (۵) منتخب الارواح ص ۲۱۰
 (۶) العمده ص ۲۱۰ (۷) قصیدہ فی التصرف -
 ص ۲۱۱ (۸) دوار الارواح ص ۲۱۱

ب۔ رسال

(۹) رسالہ فی تکذیب الرویت ص ۲۱۱ (۱۰) رسالہ
 دوار التفريط ص ۲۱۲ (۱۱) رسالہ فی سائل الشاہین
 ص ۲۱۲

ج۔ رسال و ملفوظات و مخطوطہ استبول

(۱۲) کتاب الفنا ص ۲۱۳ (۱۳) کتاب الميثاق ص ۲۱۳
 (۱۴) کتاب الاربیۃ ص ۲۱۳ (۱۵) کتاب فی الفرق بین
 الاخلاص والصدق ص ۲۱۳ (۱۶) کتاب آداب المعتز

(۷) حضرت جعفر خلدی ص ۱۹۲ (۸) حضرت
 مرتعش نیشاپوری ص ۱۹۲ (۹) حضرت مٹاز دینوری
 ص ۱۹۲ (۱۰) حضرت ابو عبد اللہ بن الجلاء ص ۱۹۲ (۱۱)
 حضرت ابویقوب نمر جرمی ص ۱۹۵ (۱۲) حضرت ابوبکر
 کمانی ص ۱۹۵ (۱۳) حضرت ابوالحسن مزین ص ۱۹۶
 (۱۴) حضرت ابو عمرو اناطی ص ۱۹۶ (۱۵) حضرت عمرو
 بن عثمان مکی ص ۱۹۶ (۱۶) حضرت علی بن بندار میرزی
 ص ۱۹۶ (۱۷) حضرت فارس بن عیسیٰ صوفی ص ۱۹۸
 (۱۸) حضرت ابوالحسن سیردانی ص ۱۹۸ (۱۹) حضرت
 ابن زیری ص ۱۹۸ (۲۰) حضرت ابوبکر بن ابی سعدان
 ص ۱۹۸ (۲۱) حضرت ابوسعید بن اعرابی ص ۱۹۸ (۲۲)
 حضرت ابو جعفر سعید بن ترکان ص ۲۰۲ (۲۳) حضرت
 ابوالحسن علی بن ترکان ص ۲۰۲ (۲۴) حضرت ابوبکر
 واسطی ص ۲۰۲ (۲۵) حضرت ابراہیم بن سولہ ص ۲۰۲
 (۲۶) حضرت بنان بن محمد حمال ص ۲۰۲ (۲۷) حضرت
 محمد بن علیان نسوی ص ۲۰۲ (۲۸) حضرت ابوبکر
 دقاق ص ۲۰۲ (۲۹) حضرت ابو محمد شعانی ص ۲۰۲
 (۳۰) حضرت ابو عمرو زجاجی ص ۲۰۲ (۳۱) حضرت
 ابراہیم بن فایمک ص ۲۰۲ (۳۲) حضرت ابو عمرو بن
 علوان ص ۲۰۳ (۳۳) حضرت ابوالحسین بن بندار فارسی
 ص ۲۰۳ (۳۴) حضرت کہس بن حسین مہدانی ص ۲۰۳
 (۳۵) حضرت زیاد اکبیر مہدانی ص ۲۰۳ (۳۶) حضرت
 ثابت الخیار رازی ص ۲۰۳ (۳۷) حضرت ابوبکر

ن. نڈ ص ۲۱۳ (۱۷) باب آخر فی التوحید ص ۲۱۳
 (۱۸) مسائل سیدہ ص ۲۱۴ (۱۹) آخر مسئلہ فی التوحید
 ص ۲۱۴

د۔ مکتوبات و مخطوطہ استنبواں

(۲۰) مکتوب بنام حضرت یحییٰ بن معاذ رازی ص ۲۱۴
 (۲۱) مکتوب بنام حضرت عمرو بن عثمان م ۲۱۴
 (۲۲) مکتوب بنام حضرت ابو بکر کسائی ص ۲۱۴ (۲۳)
 مکتوب بنام حضرت یوسف بن حسین رازی ص ۲۱۵ (۲۴)
 مکتوب بنام یکے از برادران طریقت ص ۲۱۵ (۲۵)
 مکتوب دیگر بنام یکے از برادران طریقت ص ۲۱۵ (۲۶)
 مکتوب بنام حضرت العباس دینوری ص ۲۱۵ (۲۷) مکتوب
 بنام حضرت ابواسحاق مارتسانی ص ۲۱۵ (۲۸) مکتوب
 دیگر بنام حضرت یحییٰ بن معاذ رازی ص ۲۱۵

۵۔ مجموعہ اقوال

(۱۹) المتفرقات الماثورہ ص ۲۱۶ (۲۰) شرح اقوال
 جنید بغدادی ص ۲۱۶ کتب منسوبہ ص ۲۱۶

باب نہم۔ اقوال واحوال

تفسیری نکات

ہون (عجز و نیاز) کی تفسیر ص ۲۱۶ التوسلین کی تفسیر
 ص ۲۱۶ اسرہ حزن کی تفسیر ص ۲۲۱ وجہ ک ضالہ
 کی تفسیر ص ۲۲۱ صبر و توکل کی تشریح ص ۲۲۲
 سقر تک فلائسی کی تفسیر ص ۲۲۲ خلقِ عظیم کی

تفسیر ص ۲۲۱ لما یحیکم کی تفسیر ص ۲۲۲

تشریح احادیث

اناسید ولد آدم و لا فخر کی شرح ص ۲۲۳ واقعہ
 زینب کی توجہ ص ۲۲۲ سو بار استغفار کی توجہ
 ص ۲۲۴ مثنیٰ فی المہوار کی حقیقت ص ۲۲۵ شرح
 حدیث توکل ص ۲۲۵ محبت کیسے انسان کو اندھا
 کر دیتی ہے! ص ۲۲۶

ایمان و یقین

تعریف ایمان ص ۲۲۶ تعریف یقین ص ۲۲۷
 حق الیقین ص ۲۲۷ توحید ص ۲۲۷ توحید کا ایک
 اہم تقاضا ص ۲۲۹ مقام نبوت ص ۲۳۰ عصمت
 انبیاء ص ۲۳۰ آخرت ص ۲۳۱

اعمالِ صالح

دانشمندی کا اولین تقاضا ص ۲۳۱ طاعت خداوندی
 ص ۲۳۲ نماز ص ۲۳۲ روزہ ص ۲۳۳ حج ص ۲۳۴
 زکوٰۃ علم ص ۲۳۵ صدقہ و خیرات ص ۲۳۶

اظہارِ عبودیت

حریت ص ۲۳۷ کمال عبودیت ص ۲۳۸ طاعت
 بے ریا ص ۲۳۸ دعا ص ۲۳۹ مناجات ص ۲۴۱

حضرت بنیہ کا صاحبِ جنت ص ۲۵۶ صدق
ص ۲۵۷ اخلاص ص ۲۵۸ جبار ص ۲۵۹ وصل
ص ۲۶۰ انس ص ۲۶۱ قرب الہی ص ۲۶۲ شاہد
ص ۲۶۳ توکل ص ۲۶۴ توجہ الی اللہ ص ۲۶۵ ذکر
ص ۲۶۶ شکر ص ۲۶۷ تسلیم و رضا ص ۲۶۸

مقاماتِ تصوّف

تصوّف ص ۲۶۵ صوفیاء ص ۲۶۶ معرفت
ص ۲۶۷ عارف ص ۲۶۸ ولی اور ولایت
ص ۲۶۹ فقی اور فتوت ص ۲۷۰

مسائلِ تصوّف

کشف و کرامات ص ۲۷۱ سماع و سرود ص ۲۷۲

اصطلاحاتِ تصوّف

احوال ص ۲۷۳ مقامات ص ۲۷۴ خواطر ص ۲۷۵
ظرف ص ۲۷۶ وجد ص ۲۷۷ غیب و حضور
ص ۲۷۸ فنا و بقا ص ۲۷۹ تجرید و تفرید ص ۲۸۰
قبض و بسط ص ۲۸۱ سکوت و تکلم ص ۲۸۲ مرید
مراد ص ۲۸۳ حجاباتِ قلب ص ۲۸۴

آداب

آدابِ جواب ص ۲۸۵ آدابِ وعظ ص ۲۸۶ آداب

اخلاقِ حسنہ

اخلاق ص ۲۸۱ محبت و شفقت ص ۲۸۲ خلوص و
خیر خواہی ص ۲۸۳ ہمدردی و غمخواری ص ۲۸۴ خوش
خلق و خندہ روئی ص ۲۸۵ مروت و دوستداری
ص ۲۸۶ تواضع و انکسار ص ۲۸۷

اخلاقِ باطنہ

تقوی و خشیت ص ۲۸۸ خشوع و خضوع ص ۲۸۹
قناعت و استغفار ص ۲۹۰ صبر و استقامت
ص ۲۹۱

تزکیہٴ نفس و تطہیرِ قلب

توبہ و انابت ص ۲۹۲ مخالفتِ نفس ص ۲۹۳
زُہد و دنیا ص ۲۹۴ فقر و ایا فقر ص ۲۹۵ غلت و
عزت ص ۲۹۶ اہلِ حلال ص ۲۹۷

عشقِ الہی ✓

عشقِ الہی کی تعریف ص ۲۹۸ عشقِ الہی کے تقاضے
ص ۲۹۹ اقسامِ مجبین ص ۲۹۹ عاشق کے اوقات
ص ۳۰۰ تاسف ص ۳۰۱ فضیلتِ محبتِ الہی ص ۳۰۲
ثمرہٴ محبتِ الہی ص ۳۰۳ رضائے محبت ص ۳۰۴
وجد عند الموت ص ۳۰۵ عینِ المحبت ص ۳۰۶

تدریس ص ۲۷۹ آداب کسب ص ۲۷۸ آداب
نذرانہ ص ۲۷۹

متفرق

مصاحبت کے لائق لوگ ص ۲۸۰ حقیقتِ روح
ص ۲۸۰ ہلاکت کے دو سبب ص ۲۸۰ عوارضِ جسمانی
اور امراضِ روحانی ص ۲۸۱ علمائے حق کی نشانیاں
ص ۲۸۱ علمائے سوں کی کارستانیاں ص ۲۸۲ کثرت
علم اور کثرتِ آفات ص ۲۸۲ وسعتِ ظرف
ص ۲۸۲ کریم کون ہے؟ ص ۲۸۳ تہذیبِ اعضا ص ۲۸۳
اہمیتِ وقت ص ۲۸۳ تقاضائے عقل ص ۲۸۳
سارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ص ۲۸۴

ماخذ و مصادر ص ۲۸۶

فہرستِ اعلام و اماکن ص ۲۹۰

عرض مؤلف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تیسری صدی ہجری کا نصف آخر ایسا دور ہے جس میں خلافت عباسیہ رو بڑوال تھی۔ سیاسی اور مذہبی میدانوں میں نت نئے فتنے جنم لے رہے تھے۔ دولت کی ریل پیل ملت اسلامیہ کے لئے سخت آزمائش کا باعث بن گئی تھی۔ سیم وزر کے روپے اور سنہری ناگ ایمان و ایقان کو نگلتے جا رہے تھے۔ ایثار کا فقدان اور خود غرضی کا دور دورہ تھا۔ امراء اور عمائدین حکومت فرائض سے غافل اور عیش و عشرت میں مہمک تھے۔ راگ و رنگ کی مچھلیں آراستہ اور جام و سبوغہ درخش میں تھے۔ دارشان علم نبوت میں خوشے دلنوازی نہ رہی تھی اور ان کے ہاں اخلاص عمل مفقود تھا۔ طلاقت لسانی اور محض مستی گفزار پر ان کا زور تھا خاتقا ہوں میں تزکیہ نفوس اور تطہیر قلوب کی جگہ بس مستی احوال اور شیطیات کی تکرار تھی۔ یونانی فلاسفہ کے اجنبی انکار اس سر زمین میں اپنے برگ و بولارہے تھے۔ معتزلہ نکر و نظر کے سرچشموں پر ہنوز قبضہ جمائے بیٹھے تھے۔ اتنے میں ایک اور فتنے نے سراٹھایا اور یہ باطنی کی نمود تھی۔ باطنی داعیوں نے بڑی عیاری کے ساتھ صوفیہ کا لباس پہن کر دام ہمزنگ زمین بچھایا اور مسلمانوں کے عقائد و ایمان اور اعمال و احسان پر درپردہ پورش کر دی۔ ان کے اثر و نفوذ نے بالآخر الحاد و نفاق، فساد و افتراق اور اباحت اور مجراج کو فروغ دیا۔ انہوں نے مسلمات دین کو تاویل کی سان پر چڑھا کر شریعت و طریقت میں ایسی تفریق پیدا کر دی کہ ان میں بعد الشریعتین ہو گیا۔

ابتلا و آزمائش کے اس نازک دور میں سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی منقہ شہود پر آئے۔ کتاب و سنت کے علوم کی تحصیل و تکمیل اور فقہ و اجتہاد میں مہارت حاصل کر لینے کے بعد انہوں نے تصوف و طریقت کی مسند کو زینت بخشی۔ ایک طرف درس و تدریس اور وعظ و تزکیہ کے ذریعے خلق خدا کو فیضیاب کیا دوسری طرف سالکان راہ طریقت کی تزکیہ نفوس اور تطہیر قلوب کے سلسلے میں رہنمائی فرمائی۔ انہوں نے

علم و عمل سے تلافی سُنّیات اور تکمیلِ حسنات کی دعوت دی اور فواحش و منکرات سے اجتناب کی تلقین کی ان کے ہاں ایمانِ بائبل کی جلوہ تابانیاں بھی تھیں اور کفر باطاعت کی قہرمانیاں بھی۔ وہ شریعت و طریقت کے جامع، علم و عمل کے مجمع البحرین اور عہدِ آفرین شخصیت تھے۔ ان کا یہ کارنامہ رتبی دنیا تک یادگار رہے گا کہ انہوں نے شریعت و طریقت کی تنویر پر کاری ضرب لگا کر باطنیہ کے سیلِ بلا کے سامنے بند باندھ دیا۔ دلائلِ قاہرہ اور براہینِ قاطعہ کے ساتھ علم ظاہر کی علم باطن پر برتری کو ثابت کیا اور کتاب و سنت اور دین و شریعت ہی کو اساسِ روحانیت، امتیازِ تصوف اور معیارِ ولایت قرار دیا۔ تصوف و طریقت کی تجدید و اصلاح کے سلسلے میں ان کی خدمات آپ نہ سے لکھنے کے لائق ہیں جس طرح تیسری صدی میں محدثینِ عظام نے جمع و تدوینِ حدیث کا مقدس فریضہ سرانجام دے کر سنتِ نبویؐ کو محفوظ کر دیا تھا اسی طرح حضرت جنیدؒ نے تصوف کے اصول و مبادی کو منضبط کر کے اس چشمہ صافی کو کدورتوں سے پاک رکھنے کی پر خلوص کوشش کی۔ صوفیہ کو صحرِ بحالی ہوش کی راہ دکھا کر ان پر انہوں نے احسانِ عظیم کیا اور انہیں دعاوی و شطیاتیات سے بچالیا۔ انہوں نے غیبت پر چھنور اور معرفت پر علم کو تزیین دی اور اس طرح دنیائے تصوف میں رونما ہونے والی کئی خرابیوں کا سدباب کر دیا۔ مزید انہوں نے اس حقیقت کو خوب آجاگر کیا کہ ولایت، کشف و کرامات کا نام نہیں بلکہ اس کا راز استقامت اور پابندیِ شریعت میں مضمر ہے۔ ان کے ہاں زندگی سراپا جہد و عمل تھی اور طریقتِ اخلاصِ عمل اور اتباعِ سنت کے سوا اور کچھ نہیں۔ ان کے زمانے میں بعض صوفیائے خام کی یہ خام خیالی تھی کہ یقین و معرفت کی منزل پر پہنچ کر اعمالِ صالحہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ حضرت جنیدؒ نے اس اندازِ فکر کو سراسر جہالت و ضلالت قرار دیا اور فرمایا کہ اعمالِ صالحہ کے بغیر روحانی ترقی کا تصور تک ممکن نہیں۔ حضرت جنیدؒ کو تجدیدی کارناموں کے ساتھ ساتھ یہ امتیاز بھی حاصل ہے کہ وہ علماء و مشائخ میں یکساں مقبول، طریقت کے مسئلہ قطبِ ارشاد اور متعدد روحانی سلسلوں کے مرکزی پیشوا ہیں۔ ان کا حلقہٴ ارادت وسیع اور منتخب روزگار افراد پر مشتمل تھا۔ ان کا روحانی فیض ہمیشہ قادی اور سردی بزرگوں کی وساطت سے اکتافِ عالم میں پھیلتا رہا ہے اور پھیلتا رہے گا۔ حضرت جنید بغدادیؒ کا نام اور کام بلاشبہ شہرتِ دوام رکھتا ہے۔ انہوں نے اسلام کی بڑی خدمات سرانجام دی ہیں جن کے لئے عالمِ اسلام ہمیشہ ان کے زیرِ بار احسان رہے گا لیکن کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ اس یکتائے روزگار اور جامع کمالات، ہستی کے سوانح و افکار پر اب تک کوئی جامع اور مبسوط کتاب نہیں

لکھی گئی۔ ے دے کر انگریزی زبان میں پروفیسر آر بری کے چند مقالات یا ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر مصری کی ایک کتاب ہے جو سیرت و سوانح سے زیادہ ان کے رسائل کا ترجمہ و تعارف اور تحلیل و تجزیہ ہے۔ اس ضرورت کے پیش نظر سیرت بایزید کی اشاعت کے بعد میری تمام تر توجہات کامرکز حضرت جنید کی ذات قدسی صفت رہی ہے۔ مختلف تذکروں اور کتابوں میں بکھرے ہوئے مواد و لوازمہ کو یکجا کرنا اور ترتیب دینا تو فوق الہی کے بغیر ممکن نہ تھا۔ خدا کا شکر ہے کہ اس ذات حق نے میری دستگیری فرمائی اور میں سیرت جنید کو قارئین کے سامنے پیش کرنے کے قابل ہوا۔ کتاب کی تالیف و ترتیب میں تحقیق کی سچ نوا اور اسلوب جدید کو پیش نظر رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ خدا کرے کہ میری یہ سعی مشکور ہو اور خلق خدا کے لئے مفید ثابت ہو۔

کتاب نواب اباب پر مشتمل ہے اور اس میں حضرت جنید کی شخصیت پورے حد و حال کے ساتھ جلوہ گر ہے۔ ان ابواب میں ان کے حالات و واقعات، علم و عمل، عظمت و فضیلت، انفرادیت و عبقریت، تصوف و طریقت بڑی شرح و بسط کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ مزید برآں انہی ابواب میں ان کے اصحاب و ملائذہ، تالیفات و ملفوظات، اور اقوال و احوال کا تذکرہ جمیل بھی موجود ہے۔

ناسپاسی ہوگی اگر میں پروفیسر مولانا محمد ایوب قادری راجپوتی کا شکر یہ ادا نہ کروں جنہوں نے نہ صرف کتاب پر مقدمہ تحریر فرمایا کہ میری حوصلہ افزائی کی بلکہ مفید مشوروں سے بھی نوازا۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کو اپنے اولیائے کرام کی سچی محبت عطا فرمائے اور ان کی صحیح تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے۔ آمین

مخارج دعا

فضل اللہ علیہ

۲۴ شمس آباد کالونی، ملتان
۲۴ رمضان المبارک ۱۳۹۴ھ

مقدمہ



از پروفیسر محمد ایوب قادری، گورنمنٹ اردو کالج کراچی



قرآن کریم میں، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہا گیا ہے -
 وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۗ | آپ لوگوں کو کتاب کی تعلیم اور حکمت سکھاتے ہیں
 اور ان کا تزکیہ فرماتے ہیں -

آپ کی رحلت کے بعد اس فریضہ کی انجام دہی صحابہؓ، تابعین اور تبع تابعین نے انجام دی۔ دوسری
 صدی ہجری کے اواخر تک تبع تابعین کا مبارک عہد رہا اس کے بعد صلحائے امت اور علمائے حق نے
 اس کام کو جاری رکھا اور اولیاء اللہ کا ایک مقدس گروہ پیدا ہو گیا جس نے لوگوں کے خیالات اور
 اعمال میں اخلاص پیدا کرنے اور اس کے قائم رکھنے کی تعلیم دی۔ تبع تابعین کے دور تک اسلام پر دوسرے
 ادیان اور علوم و افکار کا اثر بہت کم پڑا تھا اس لئے اس وقت اسلامی تعلیمات نہایت سادہ طریقے سے
 دی جاتی تھیں۔ پھر اس تعلیم کے ساتھ ساتھ اس دور کے لوگوں کی زندگیاں اور ان کے اخلاق بھی
 ایسے تھے کہ تعلیم سے زیادہ ان کی شخصیتیں دوسروں پر اثر ڈالتی تھیں۔ لیکن مامون الرشید کے زمانے
 سے یونانی علوم، ہندی ویدانت اور ایرانی تفکر کی اشاعت شروع ہوئی، اعتزال کا آغاز ہوا، فلسفہ نے
 مذہب پر اپنا اثر ڈالنا شروع کیا۔ بعض نئی تحریکیں جسے قرامطہ و باطنیہ وغیرہ عجیب و غریب اصطلاحوں
 کو کام میں لاکر لوگوں نے اپنی نبوت و الوہیت کو بہت سے سادہ لوگوں سے منوایا اور ان کو اس طرح
 گمراہ کیا کہ وہ ان کے کید کو نہ سمجھ سکے اور ان کے دامِ تزدور میں پھنس گئے لطف یہ کہ ان تحریکوں کے بانی بظاہر
 نہایت دیندار اور عبادت گزار تھے چنانچہ ”فتنہ قرامطہ“ کے عنوان کے تحت، طبری نے لکھا ہے
 ”اسی سال (۲۶۸ھ) ایک قوم کی حرکت کی خبریں آئیں جو کہ کوفہ کے دیہات میں
 ”القرامطہ“ کے نام سے مشہور تھے ان کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ ایک شخص خوزستان

سے کوفہ کے دیہات میں آیا اور ایک مقام پر جس کا نام ”النہرین“ تھا قیام کیا وہ زہد اور تنگدستی ظاہر کرتا تھا، کجور کے پتے بتاتا تھا۔ اپنی کمائی سے کھاتا تھا اور نماز بکثرت پڑھتا تھا اسی حالت میں ایک مدت تک قائم رہا..... وغیرہ“

جب اس کی ان باتوں سے لوگ متاثر ہونے لگے تو اس کی شریعت کا اعلان کیا گیا جس کے بعض رکن یہ ہیں۔

”نماز چار رکعت ہے دو رکعت قبل طلوع آفتاب اور دو رکعت قبل غروب“

ہر نماز کی اذان یہ ہے۔

”اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشہدان لا اله الا اللہ (دو مرتبہ)
اشہدان آدم رسول اللہ، اشہدان لفرحاً رسول اللہ، اشہدان ابراہیم
رسول اللہ، اشہدان موسیٰ رسول اللہ، اشہدان عیسیٰ رسول اللہ، اشہد
ان محمداً رسول اللہ، و اشہدان محمد بن احمد الخنقیہ رسول اللہ“

”ہر رکعت میں استفتاح پڑھا جائے جو ان چیزوں میں سے ہے کہ محمد بن احمد الخنقیہ
پر نازل کی گئی ہیں۔ قبلہ بیت المقدس کی طرف ہے، حج بیت المقدس کا ہے، جمعہ و شنبہ
کو ہے جس میں کوئی عمل نہ کیا جائے“

”روزہ سال میں دو دن ہے۔ بہر جان (ایرانوں کی عید) اور نوروز کو، بنید حرام
ہے اور شراب حلال ہے، جنابت کے لئے غسل نہیں ہے ایسا ہی وضو ہے
جیسا نماز کے لئے ہے“

جس تحریک کی ابتداء اس معصومانہ طریقہ سے ہوئی اس نے چند ہی سال میں جو فتنے کھڑے کئے
ان کے ذکر سے تاریخ اسلام کے صفحے بھرے ہوئے ہیں۔

اس سے بھی زیادہ دینداری کے رنگ میں حسین بن منصور حلاج ظاہر ہوا۔ طبری اور مسعودی دونوں
اس کے ہم عصر تھے۔ طبری اس کے بارے میں لکھتا ہے کہ۔
”ایک جماعت اس سے نئے فتنے میں مبتلا ہو گئی“

اور مسعودی رقمطراز ہے :-

”اس کی نسبت جو مذہبی باتیں ہر جگہ بیان کی جا رہی تھیں ان کی وجہ سے وہ نہایت خطرناک تھا۔ اس کے قبعین اور پیروؤں کی تعداد بہت زیادہ تھی علاج تصوف اور الوہیت کی باتیں کرتا تھا“

یہی حسین بن منصور حلاج ہے جس نے بعد میں اولیاء اللہ کے زمرے میں جگہ پائی اور اس کے نعرہ ”انا الحق“ نے اتہائی تقدس کا جامہ پہن لیا۔
یہ دو مثالیں بطور نمونہ پیش کر دی گئی ہیں ورنہ اور بھی کتنے کتنے تھے جو اس زمانے میں پیدا ہوئے
وجید احمد (بدایونی) لکھتے ہیں۔

”عباسیوں نے جب عزوں کو برطرف کر دیا تو وہ اپنی فطری جہالت سے شور و شغب مچانے لگے زنگی اور قرامطہ کے ساتھ ہو گئے یہیہ آفرید نے زردشتی تعلیم کو چمکایا۔ ابو مسلم نے اپنا نام اچھالا، شارک نے گل کھلایا، سفید جامگان نے شگوفہ چھوڑا۔ راوندیوں نے سراٹھایا، علویوں نے شور مچایا، خار جیوں نے تماشہ دکھایا، الویدہ نے زنگ جمایا، رفیع بن لیث نے ناچ نچایا“ (اسلام مشرق میں ص ۵۲)

ان ہی قتنوں کے خلاف علمائے حق اور صلحائے امت کی ایک جماعت کو کام کرنا پڑا ان ہی اختیار امت میں سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ قواری کی کا نام نہایت نمایاں اور مہر و ماہ کی طرح روشن ہے۔

حضرت جنیدؒ ایرانی النسل تھے اور ان کا جدی وطن تہاوند تھا لیکن وہ خود بغداد میں پیدا ہوئے اس لئے بغدادی کہلائے ان کی ولادت تیسری صدی کے شروع میں ہوئی یہ مامون الرشید کا دورِ خلافت تھا۔ حضرت جنیدؒ کی والدہ نہایت نیک اور پارسا اور ان کے والد بھی دیندار اور پاک باطن بزرگ تھے لیکن سب سے زیادہ جس ہستی سے حضرت جنیدؒ کو علمی اور روحانی فیض حاصل ہوا وہ انکے ماموں حضرت ابو الحسن ہمری سقطلی (م ۲۵۳ھ) تھے جن کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ وہ شب بیدار اور صاحب دعوت و ارشاد بزرگ تھے رات کا بڑا حصہ یاد الہی اور عبادت میں گزر جاتا۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنے فرائض میں شامل کر رکھا تھا ایسے بزرگ ماموں نے نہایت شتقت و محبت سے اپنے بھانجے کی تربیت کی۔ حضرت جنیدؒ کے اساتذہ میں حضرت ہمری سقطلی کے علاوہ ابو عبد اللہ برہیم بن خالد کلیبی المعروف ابو ثور زم ۲۴۶ھ

حادثہ الحامی (۲۲۳ھ) اور محمد بن علی انصاری (۲۴۵ھ) کے اسمائے گرامی خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

حضرت جنید بغدادی جمیع علوم کے جامع اور دور اول کے نامور شیخ طریقت تھے انہوں نے تصوف کو مدون کیا۔ صوفیائے کرام میں ان کی حیثیت مجدد کی ہے وہ شریعت و طریقت کے جامع اور مرجع خلافت تھے انہوں نے رشد و ہدایت کا ہنگامہ برپا کر دیا۔ بزم طریقت کے ساتھ انہوں نے میدانِ رزم و جہاد کو بھی آراستہ کیا ان کے دور کے نامور مشائخ و اہل عرفان ان سے ملاقات اور حصول فیض کو سعادت سمجھتے تھے۔ انہوں نے ایک طرف اکل حلال کے لئے تجارت کو اختیار کیا تو دوسری طرف مسندِ درس کو زینت بخشی بختیاب اور نامور مشاہیر علماء و مشائخ نے حضرت جنید کے حضور میں تخریج عقیدت پیش کیا ہے۔ جعفر قاسمی لکھتے ہیں۔

”تصوف کی ابتداء اگرچہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تاہم وقت گزرنے اور اسلام کے پھیلنے کے ساتھ ساتھ مختلف ثقافتوں اور تمدنوں کے باہمی تال میل سے تصوف بھی اسلامی ادراک کی دوسری تمام شاخوں کی طرح مختلف مراحل سے گزرا۔ اور اس کے مختلف ضابطے متعین ہوئے علاوہ ازیں اس سلسلے میں دو گروہ بھی معرض وجود میں آگئے ایک گروہ اس نظریئے کا حامی تھا کہ تصوف کو عامۃ الناس کے لئے قابل فہم ہونا چاہیئے اور دوسرے گروہ کا نقطہ نظریہ تھا کہ تصوف کے اصولوں کو خواص تک محدود رہنا چاہیئے ان دونوں گروہوں میں محاصر آویزش تھی اسلامی تقویم کی تیسری صدی میں معقولیت پسند صوفیوں کے رہنما الجنید نے اپنی تقریر و تحریر میں پہلی بار تصوف کو اصول و ضوابط کی شکل دی۔ بعد میں لکھی جانے والی متعدد کتابوں میں ان اصول و ضوابط کو مزید باقاعدہ کیا گیا اور ان کی تشریح کی گئی“ لہ

علوم تصوف میں حضرت جنید کی خدمات مثالی ہیں۔



فضل احمد عارف ایک تجربہ کار استاد نامور مصنف اور صاحب علم و فضل شخصیت ہیں۔ وہ اس سے

لہ بابا فرید الدین مسعود ص ۹

پہلے کئی کتابیں لکھ چکے ہیں۔ جن کو علمی و ادبی حلقوں میں خاصا قبول حاصل ہوا ہے۔ دورِ اول کے صوفیائے کرام کے احوال و آثار کو انہوں نے اپنی تحقیقات کا موضوع بنایا ہے ان کی کتاب "سیرت بایزید بسطامی" کو اربابِ فکر و نظر نے حسن قبول بخشا ہے ان کا تازہ شاہکار "سیرت جنید" ہے۔

فاضل مولف نے "سیرت جنید" نہایت تحقیق و تلاش اور وقتِ نظر سے لکھی ہے استنباطِ نتائج میں صحیح رخ اختیار کیا ہے اور تحقیق کا اعلیٰ معیار پیش کیا ہے اور سیرت جنید سے متعلق جس زبان میں جو بھی مطبوعہ اور غیر مطبوعہ مواد ہو سکتا تھا اس تک رسائی حاصل کی ہے۔ بڑی خوشی کی بات یہ ہے کہ اب اردو زبان میں اعلیٰ تحقیقاتی کام ہو رہا ہے اس کی روشن مثال یہ کتاب ہے۔

مولف کی محنتِ شاقہ اور تحقیق و تدقیق کا اس سے اندازہ لگائیے کہ ستر سے زیادہ کتابیں ان کے پیش نظر رہی ہیں جن میں عربی، فارسی، انگریزی، اردو، فرانسیسی اور جرمن زبانوں کی کتابیں ہیں۔ بعض اوقات تو فاضل مولف کو صرف ایک پیرا گراف یا ایک جملہ کے لئے ایک ضخیم کتاب پڑھنی پڑھی ہے۔ غرض اس کتاب کا علمی پایہ نہایت بلند ہے

یہ کتاب زبان و بیان کے اعتبار سے بھی بہت خوب ہے۔ سادہ اور سلیس زبان میں مولف نے اپنا مافی الضمیر ادا کیا ہے۔ گویا کہ ایک سبک دریا بہتا چلا جا رہا ہے۔ بعض جگہ تو چھوٹے چھوٹے جملے نہایت حسین معلوم ہوتے ہیں۔

یہ کتاب تصوف کے ادب میں قیمتی اضافہ ہے یہ نہ صرف حضرت جنید بغدادیؒ کی سیرت بلکہ علوم و معارف کا ایک خزانہ اور تصوف و عرفان کا ایک دائرۃ المعارف ہے۔

خدا تعالیٰ فاضل مولف کے علم و عمر میں برکت عطا فرمائے کہ وہ زیادہ سے زیادہ ملک و ملت کی خدمت کر سکیں۔

محمد ایوب قادری

۳ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ ، ۲۰ ستمبر ۱۹۷۲ء جمعۃ المبارک

کراچی

باب اول

حالات و واقعات

نام	جنید
کنیت	ابوالقاسم
نسبت (وطنی)	بغدادی
نسبت (پیشہ آبائی)	(۱) القواریری (۲) الزجاج
نسبت (پیشہ ذاتی)	الخرزاز
القاب	(۱) سید الطائفہ (۲) طاؤس العلماء
خطاب	تاج العارفين
نسب	جنید بن محمد بن جنید

ابتدائی و خاندانی حالات

اجداد کا وطن و مذہب

حضرت جنید بغدادی کے آباؤ اجداد ایران کے صوبہ جبال کے قدیم اور خوبصورت شہر نہاوند کے رہنے والے تھے۔ نہاوند ہمدان سے تین دن کی مسافت (تقریباً پچاس میل) پر واقع ہے اور یہ شہر سیدنا عمر فاروقؓ کے عہد خلافت کے دوران میں ۲۰۰ھ میں فتح ہوا تھا۔

پہلے یہ خاندان مجوسی اور آتش پرست تھا۔ فتوحات ایران کی بدولت جب نور اسلام اس علاقے میں پھیلنے لگا اور آتش کدے بجھنے لگے تو یہ خاندان بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔ حضرت جنید کے جد ماجد جنید نہاوندی پہلے شخص ہیں کہ جو اسلام کے شرف سے مشرف ہوئے۔ اسلام کے بعد آباؤ اجداد کے حالات چند لائق اعتناء نہ رہے تھے لہذا سلسلہ نسب بس جنید نہاوندی تک معلوم اور متعارف ہے جبکہ خاندانی حالات زیادہ تر پردہ انہما میں ہیں۔

حضرت جنیدؒ خود نسب کی تفصیلات اور خاندانی حالات پر کہیں روشنی نہیں ڈالتے۔ شاید اس کی وجہ یہی ہو کہ اسلام اور دنیائے عشق میں یہ چیزیں قابل توجہ ہی نہیں۔ یہاں حسب اور ذاتی کردار درکار ہے، نام و نسب مطلوب نہیں۔

بقول عارف جامی ۵

بندۂ عشق شدی، ترک نسب کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چہیزے نیست

خالوادہ جنید کا ترک وطن

جب خلیفہ منصور عباسی نے بغداد کی تعمیر کرائی جو ۷۶۲ء میں پایۂ تکمیل کو پہنچی اور اسے دارالخلافہ مقرر کیا تو اس شہر کی رونق اور شہرت میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا اور دنیا جہان کے اہل فن اور باکمال لوگ ادھر کا رخ کرنے لگے۔ حضرت جنید کے والد بزرگوار محمد قواریری نے بھی تقاضائے مصلحت یہی جانا کہ ترک وطن کر کے اسلامی ثقافت کے اس مرکز میں کاروبار کا آغاز کیا جائے۔ چنانچہ خاندان کے دوسرے افراد کے ساتھ جو تمام تر تجارت پیشہ تھے وہ یہاں آکر آباد ہو گئے۔ ان کا کاروبار ابگینہ فروشی تھا جو یہاں آکر خوب چمکا۔ اسی پیشہ تجارت کی مناسبت سے حضرت جنید کو قواریری اور زرقان کی نسبت سے بھی یاد کیا جاتا ہے جس کے معنی شیشہ فروش اور آئینہ ساز کے ہیں لیکن کسے معلوم تھا کہ شیشہ فروش کا یہ بیٹا آگے چل کر تاجر سے تاجدار و روحانیت بنے گا اور اس کی پاکیزہ تعلیمات رہتی دنیا تک شیشہ دل کو صیقل کرنے کا کام دیں گی۔

ولادت باسعادت

حضرت جنید تیسری صدی ہجری کے اوائل میں عروس البلاد بغداد میں پیدا ہوئے۔ حتمی طور پر تو سن و سال کا تعین یقیناً دشوار ہے۔ البتہ قرائن سے اندازہ یہ ہوتا ہے کہ ولادت غالباً ۲۱۰ء میں ہوئی ہو گی۔ ملاحظہ ہو۔

جبکہ ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر مصری کے خیال میں سال ولادت ۲۱۰ء قرین قیاس ہے یاں ماموں اور باپ نے مل کر دادا کے نام پر ان کا نام — جنید رکھا۔ جنید کے معنی چھوٹے سے لشکر کے ہیں۔ یہ نام بڑا مبارک ثابت ہوا کیونکہ آگے چل کر حضرت جنید اپنی گونا گوں خوبیوں کی بدولت اپنی ذات میں ایک انجمن،

اپنے بابرکت وجود کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر اور اپنی پرکشش شخصیت کے طفیل وسیع حلقہ ارادت قائم کرنے میں کامیاب ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا کے روحانیت میں آپ بجا طور پر سید الطائفہ کے لقب سے پکارے جاتے ہیں اور اکثر و بیشتر روحانی سلسلوں کے مقتدا اور پیشوا ہیں۔

بچپن اور لڑکپن

۵ بالائے سرش زہوشمندی مے تافت ستارہ بلندی
کچھ لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جودل و دماغ کی پوری صلاحیتیں لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ اور بچپن ہی سے ان کی قابلیت اور بالغ نظری کے جوہر کھلنے لگ جاتے ہیں۔ دنیا ایسے لوگوں کو عبقری اور نابغہ روزگار قرار دے کر ان کی عظمت کا برملا اعتراف کرتی ہے۔

حضرت جنیدؒ بھی بلاشبہ ان عظیم المرتبت لوگوں میں سے ایک تھے جنہیں مبداء فیض سے بہرہ وافر میسر ہوتا ہے۔ ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات، حضرت جنیدؒ کی دانشمندی کے آثار بچپن ہی سے ظاہر ہونے لگے۔ ابھی مشکل سے سات برس کے ہو پائے تھے کہ اپنی معرفت اور صلاحیت کا سکہ لوگوں کے دلوں پر جہانے لگے۔

حقیقتِ شکر پر اظہارِ خیال

واقعہ یوں ہوا جیسا کہ تذکرہ نگاروں نے تو اتر کے ساتھ تحریر کیا ہے کہ ایک دفعہ حضرت جنیدؒ کے ماموں حضرت سری سقطیؒ کی قیام گاہ پر مشایخ جمع تھے اور مسئلہ شکر پر گرامم بحث ہو رہی تھی۔ آپ اس وقت سات برس کے بچے تھے اور مکان کے صحن میں کھیل کود رہے تھے۔ مشایخ عظام حسبِ دستور باری باری موضوع پر اظہارِ خیال کرتے رہے لیکن شکر کی حقیقت واضح نہ ہو سکی۔ حضرت سریؒ نے جنیدؒ کو قریب کھینٹے دیکھا تو پاس بلایا اور کہنے لگے بیٹے! تم بھی تو بتاؤ کہ شکر الہی کیا ہوتا ہے؟

سارے مشایخ حیران تھے کہ ایک بچے سے شکر کی حقیقت پوچھی جا رہی ہے بلکہ ان کی حیرانی کی کوئی انتہا ہی نہ رہی جب اس ہفت سالہ لڑکے نے بڑوں کی سی سنجیدگی کے ساتھ جواب دیا اور

جواب بھی ایسا جو اپنے موضوع پر حرف آخر ہو۔

آپ نے حقیقتِ شکر بیان کرتے ہوئے فصیح و بلیغ عربی زبان میں بتایا کہ شکر یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کے ذریعے انسان اس کی نافرمانی نہ کرے یعنی اس کے عطا کئے ہوئے اعضاء و جوارح، اس کی دی ہوئی قوت و توانائی اور اس کے بخشے ہوئے مال و دولت کا غلط مصرف نہ کیا جائے بلکہ اپنی تمام تر توانائیوں کو اس کی اطاعت میں خرچ کر دیا جائے۔

حضرت سمری نے یہ جواب سنا تو فرمانے لگے بیٹے! کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا سے تمہیں محض یہی زبان (صاحت و بلاغت) عطا ہو۔

حضرت جنید کا بیان کہ مجھے جب بھی حضرت سمری کی یہ بات یاد آجاتی ہے تو ہمیشہ اشکبار ہو جاتا ہوں ۱۵

حضرت جنید کا زور بیاں دیکھتے ہی حضرت سمری کے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہو گیا کہ کہیں وہ گفتار کے غازی اور مناظر متکلم ہی بن کر نہ رہ جائیں۔ گو بعد ازاں یہ اندیشے از خود دور اور کافور ہو گئے۔ جب آنے والے وقت نے یہ ثابت کر دیا کہ جنید کے ہاں محض حسن گفتار ہی نہیں بلکہ حسن کردار بھی ہے اور حق تو یہ ہے کہ ان کا کردار ان کے گفتار سے کہیں زیادہ ہے۔ ع
پارہ پیش است از گفتار ما، کردار ما

لڑکپن اور واقعہ زکوٰۃ

لڑکپن کا ایک اور واقعہ تاریخ نے اپنے سینے میں محفوظ کر رکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک روز حضرت جنید جب مکتب سے واپس آئے تو دیکھا کہ ان کے والد بزرگوار بیٹے رو رہے ہیں۔ جنید نے سبب دریافت کیا تو فرمانے لگے جان پدر! میں نے آج زکوٰۃ کا کچھ روپیہ تمہارے ماموں سمری کو بھیجا تھا مگر انہوں نے ضرورت کے باوجود قبول نہیں فرمایا۔ یہ سن کر آپ نے عرض کیا ابا جان! اگر یہ بات ہے تو آپ وہ روپیہ مجھے دیدیں

۱۵ تاریخ بغداد ج ۲، ص ۲۷۵، مرآة الجنان ج ۲، ص ۲۲۳، رسالہ شیریہ ص ۸، صفت الصوفیہ ج ۲، ص ۲۳۵، نفحات الانس ص ۵۴-۵۵

شذرات اللہ ج ۲، ص ۲، طبقات الشافعیہ ج ۲، ص ۲۸۵، طبقات الصوفیہ ج ۱، ص ۱۶۸

میں خود جا کر انہیں دے آتا ہوں۔ امید ہے کہ وہ ضرور قبول کر لیں گے۔ چنانچہ باپ نے روپیہ دے دیا اور وہ لے کر ماموں کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے ماموں جان! اس خدائے بزرگ و بزرگے واسطے آپ زکوٰۃ کا یہ روپیہ قبول کر لیں کہ جس نے آپ کو بزرگی اور فضیلت اور میرے باپ کو عدل سے نوازا ہے حضرت سمری نے دریافت فرمایا اچھا بتاؤ تو سہی مجھے کون سا فضل اور تمہارے والد بزرگوار کو کون سا عدل دیا گیا ہے؟

آپ نے جواب دیا ماموں جان! اصاف ظاہر ہے کہ رب العزت نے آپ کو فقرا و درویشی عطا کی ہے اس سے بڑھ کر اور کیا فضل و کرم ہوگا جبکہ میرے باپ کو اس نے یہ توفیق بخشی ہے کہ انہوں نے یہ روپیہ اس کے جائز حقدار و مستحق تک پہنچانے کی کوشش کی ہے۔ یقیناً یہ عدل ہے۔

حضرت سمری یہ ایمان افروز بات سن کر اور ان کی حکمت و معرفت دیکھ کر بڑے خوش ہوئے۔ نہ صرف زکوٰۃ قبول کر لی بلکہ انہیں اپنے دل میں عزت کی جگہ بھی دی ہے۔

نو عمری اور نسخہ شرب خیر می

حضرت ابوالمحسین حکیم کتے ہیں کہ میں نے حضرت جنید کی زبانی سنا ہے وہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت سمری سقظی کی مجلس میں حاضر تھا۔ وہاں کافی مشایخ تشریف فرما تھے اور میں ان سب سے کم عمر تھا۔ حضرت سمری نے لوگوں سے پوچھا کہ کون سی ایسی چیز ہے جو آنکھوں سے نیند کو اڑا دے۔ ہر ایک نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ کوئی کہنے لگا..... بھوکے رہنا۔ کسی بزرگ کا خیال تھا کہ پانی کم سے کم مقدار میں پینا۔ میرے بولنے کی باری آئی تو میں نے جواب دیا علما القلوب باطلاع اللہ تعالیٰ علی کل نفس بما کسبت (دلوں کا اس بات کو جان لینا کہ اللہ تعالیٰ کو ہر شخص کے بارے میں پوری طرح خبر ہے کہ اس نے کیا کچھ کیا ہے) حضرت سمری نے یہ سن کر فرمایا اَحْسَنْتُ يَا بَنِي دِيَارِے بیٹے! تم نے خوب جواب دیا ہے)

اس کے بعد انہوں نے مجھے اپنے قریب جگہ عطا فرمائی اور اس واقعے کے بعد میں جہاں کہیں بھی ہوتا ان تمام مشایخ پر وہ ہمیشہ مجھے ہی مقدم رکھتے تھے۔

تعلیم و تربیت

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی؟

۴

سازگار ماحول

حضرت مجتبیٰؑ اس لحاظ سے بڑے خوش نصیب واقع ہوئے تھے کہ قسام ازل نے جہاں آپ کو بہت زیادہ استعدادِ علمی سے نوازا تھا وہاں آپ کو سچ پروردِ علمی ماحول بھی خوب میسر آیا تھا۔ گھر کے درو دیوارِ بام و ستفن ہمیشہ ذکر و اذکار سے گونجتے رہتے تھے۔ افرادِ خانہ تمام تر علم و عمل کے پیکر تھے۔ والدہ بڑی نیک دل اور پارسا خاتون تھیں اور اپنے زمانے کے شیخِ طریقت حضرت سمریؒ کی ہمشیر ہونے کا شرف رکھتی تھیں۔ پدر بزرگوار حضرت محمد قواریریؒ انتہائی دیانت دار تاجر اور سلوک کے مراحل طے کئے ہوئے بزرگ تھے۔ ماموں حضرت سمری سقظلیؒ عالم و فاضل مفسر و محدث اور اپنے عہد کے مرجعِ خلافتِ قطبِ ارشاد تھے۔ بغداد کے مدرسہ تصوف کی نمود انہی کی ذاتِ بابرکات کی رہینِ منت تھی۔ بغداد اس وقت اگر ایک طرف عیش و عشرت اور رنگ و رامش کی تفریح گاہ بنا ہوا تھا تو دوسری طرف وہ علم و عرفان کا مرکز اور دین و دانش کا گہوارہ بھی تھا۔ ہر علم کے استاد اور ہر فن کے امام یہاں رونق افروز تھے۔ کہیں قال اللہ وقال الرسول کی صدائے دلنواز بلند تھی تو کہیں شیوخ و صوفیہ نور بصیرت سے دلوں کو منور کر رہے تھے۔

حضرت مجتبیٰؑ نے اسی مقدس ماحول میں آنکھیں کھولیں اور انہی علم پرور فضاؤں میں پروان چڑھے علم کی پیاس ایسی تھی کہ جوان کو کہیں چین نہ لینے دیتی تھی۔ کبھی کسی استاد کے ہاں جاتے اور کبھی کسی شیخ کا درجا کھٹکاتے۔ کبھی کبھی تولیوں بھی ہوا کہ بے وقت جا پہنچے۔ اساتذہ نے دبی دبی زبان سے بے وقت چلائے گا ذکر بھی کیا مگر وہ تو پیاس کے ہاتھوں مجبور تھے جو علم کے سمندر پی چکنے کے بعد بھی بکھنے کا نام نہ لیتی تھی۔ بغداد میں جہاں کہیں اور جس کسی بزرگ کی کسی فن میں سن گن پالیتے تو وہاں ضرور پہنچتے اور زانوئے تلمذتہ کیا کرتے۔

حفظِ قرآن اور مکتبی تعلیم

حضرت جنید بچپن ہی سے اپنے ماموں حضرت سمری سقطی کی آغوشِ تربیت میں چلے گئے تھے اور باپ سے زیادہ انہی کے زیرِ اثر تعلیم و تربیت کے مراحل طے کئے۔ حضرت سمری حضرت ابن عیاش، شیخ یزید بن ہارون اور امام سفیان بن عیینہ جیسے محدثین سے سماعتِ حدیث کا شرف رکھنے والے اور دینی درسیات سے باقاعدہ فارغ التحصیل عالم تھے اور بعد ازاں سلوک و طریقت کے مراحل سے گزر کر مسندِ رشد و ہدایت کو زینت دی تھی۔ اپنے علم اور تجربے کی روشنی میں ان کی یہ چچی ٹکی رائے تھی کہ قرآن و سنت اور فقہ و شریعت پر عبور حاصل کئے بغیر جاوید تصوف و طریقت پر قدم رکھنا خطرات سے خالی نہیں ہو سکتا، یہی وجہ ہے کہ اپنے بھانجے حضرت جنید کی تعلیم کا آغاز انہوں نے باضابطہ مکتب میں نوشت و خواند سے کرایا اور ساتھ ہی انہیں قرآن حفظ کرا دینے کا اہتمام کر دیا۔ قرین قیاس یہ ہے کہ ۴-۹ سال کی عمر تک حضرت جنید نے تجرید و ترتیل کے ساتھ قرآن مجید اپنے سینے بے کینہ میں محفوظ کر لیا ہوگا اور مکتب کی ضروری تعلیم سے بھی فارغ ہو گئے ہوں گے۔

بیعتِ توبہ

حضرت سمری کے دستور العمل کے مطابق حضرت جنید کے لئے تصوف و طریقت کی تحصیل و تربیت کا مرحلہ گواہی دور تھا تاہم جنید تصوف کے نظری پہلو سے رفتہ رفتہ روشناس ہوتے جا رہے تھے۔ اس کی بنیادی وجہ توارث اور ماحول کا قدرتی نتیجہ تھا۔ حضرت سمری کا گھر مشایخ کا مرجع اور صوفیہ کا مستقر و مامن تھا لہذا یہاں ہر وقت مسائل تصوف زیر بحث رہا کرتے تھے اور احوال و اشغال کا چرچا رہتا تھا۔ حضرت سمری حضرت جنید کو ان مجلسوں میں نہ صرف شرکت کا موقع دیا کرتے تھے بلکہ اپنے قریب بٹھایا کرتے تھے اور ان کے خیالات اور نتائج فکر کو نظرِ تحسین دیکھا کرتے تھے۔ البتہ اتنی بات ضرور تھی کہ وہ تصوف کے عمل پہلوا اور دورانِ تعلیم مجاہدات و مراقبات کی طرف زیادہ متوجہ ہونے سے محتنب رہنے کی تاکید کیا کرتے تھے۔ حضرت جنید کے والد حضرت محمد قواری می نمود شیخ طریقت تھے انہوں نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں مناسب یہ سمجھا کہ جاتے جاتے اپنے بیٹے کو شاہراہِ طریقت پر لگا جائیں۔

چنانچہ جیسا کہ شاہ حسن صدیقی شیخ نے نواریج کیونہ تصوف میں شاہدی کی ہے کہ حضرت جنید نے نوسل کی عمر میں اپنے پیر بزرگوار
دقائقِ ماشیہ کے صفحہ پر ملاحظہ ہو۔

درسِ حدیث

حضرت بنیہد اپنے والد بزرگوار کی وفات کے بعد پوری طرح اپنے ماموں حضرت سمری جو عالم حدیث بھی تھے کی سرپرستی میں آگئے اور ان سے حدیث نبوی اور اس سے متعلقہ علوم کی تحصیل کی۔ گمان غالب یہ ہے کہ انہوں نے دس سے پندرہ سال کی عمر کا زمانہ حدیث شریف پڑھنے اور کتابت حدیث کا نو شگوار فریضہ سرانجام دینے میں گزارا۔ کتابت حدیث کے سلسلہ میں ان کے نامور شیخ حضرت حسن بن عرفہ تھے۔

تحصیلِ علمِ فقہ

کتاب و سنت کی تحصیلِ علم کے بعد فقہ پر توجہ مبذول کرنا ضروری امر تھا تاکہ احکام شریعت کی جزئیات سے کما حقہ واقفیت حاصل ہو سکے اور استنباطِ مسائل کا ملکہ پیدا ہو جائے۔ چنانچہ حضرت بنیہد تقریباً سو سال سے بیس سال کی عمر کے دوران میں اپنے عہد کے ممتاز بغدادی فقہاء مثلاً حضرت ابو سعید اور حضرت ابو ثور سے فقہ سیکھتے رہے۔ انہیں فقہ سے خصوصی طور پر طبعی لگاؤ تھا لہذا اس مشکل علم پر بھی انہیں اس قدر عبور حاصل ہو گیا کہ اپنے استاد حضرت ابو ثور کی موجودگی میں بیس سال ہی کی عمر میں وہ مفتی اور فقیہ تسلیم کر لئے گئے اور لوگ فتوؤں کے لئے اس نو عمر مفتی کی طرف بڑے اعتماد کے ساتھ رجوع کرنے لگے۔ **ذَٰلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ۔ (القرآن)**

تصوّف و طریقت کی تعلیم و تربیت

شریعت کے خفائق و معارف سے پوری طرح آگاہ ہو جانے کے بعد اصلاحِ باطن اور حسنِ عمل کی خاطر تصوّف اور طریقت کی طرف متوجہ ہونا لازمی اور لا بدی امر تھا اور یہی حضرت سمری کے لائحہ عمل کا بھی تقاضا تھا۔

(حاشیہ بقیہ ص۔) پیر بزرگوار کے دست مبارک پر بیعت تو ہوئی تھی۔ یاد رہے کہ تواریخِ ائمہ تصوف تمام مصنف مرحوم کے ذاتی کشف پر مبنی نایاب کتاب ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ کشف کی بات دوسروں کے لئے محبت قرار پائے۔ یہ چونکہ روحانی نوعیت کی ایک تجربی لہذا اس پر اعتماد کر لینے میں یقیناً کوئی حرج نہیں۔ بیعت تو بہ راہِ سلوک کا اولین قدم اور نقطہ آغاز بنا کرتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ حضرت جنیدؒ تصوف و طریقت کے نظری پہلو سے جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے بخوبی آشنا ہو چکے تھے اب انہیں زیادہ تر عمل اور روحانی تجربات سے گزرنے کی ضرورت تھی۔ اس سلسلے میں انہوں نے حضرت سرؒ کے علاوہ متعدد دوسرے شیوخ سے کسب فیض کیا جن میں سے حضرت حارثؒ، حضرت محمد بن علی القصابؒ، حضرت ابو جعفر البکیرؒ، حضرت الکلاسیؒ اور حضرت الفنطریؒ قابل ذکر ہیں۔ حضرت سرؒ کو اپنے ہونہار بھانجے جنیدؒ سے بے پناہ محبت تھی۔ ہمیشہ انہیں ساتھ رکھتے تھے حتیٰ کہ حج پر جاتے تو بھی ساتھ لے جاتے۔ سفر ہو یا حضر انہیں ہر وقت حضرت جنیدؒ کی تعلیم و تربیت کی فکر و امن گیر رہتی تھی مگر حضرت جنیدؒ از خود کوئی سوال نہ پوچھتے تو آپ انہیں پیار سے پاس بلاتے۔ خود سوال کیا کرتے اور سقراطی انداز کے مطابق سوال و جواب کے ذریعہ ان میں علم کا شوق بڑھاتے رہتے تھے۔ اس طریق کار سے نہ صرف حضرت جنیدؒ کے علم میں اضافہ ہوتا رہتا تھا بلکہ خود اعتمادی بھی بڑھتی جاتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت جنیدؒ نے توفیق الہی، حضرت سرؒ کی سرپرستی، اساتذہ کی توجہ خاص، اپنی طلب صادق اور کامل استعداد کے بل بوتے پر تھوڑے سے عرصے میں وہ سب کچھ حاصل کر لیا اور سلوک کی اس قدر منازل طے کر لیں جو دوسرے لوگ عمر بھر کی تگ و دو کے بعد بھی نہیں کر پاتے۔ طالب علمی کے اس یادگار دور میں حضرت سرؒ کی سرپرستی نگرانی اور علمی رہنمائی انہیں ہمیشہ میسر رہی۔

شیخ ابو طالب مکیؒ نے ایک واقعہ تحریر کیا ہے جو حضرت جنیدؒ کی علم سے لگن اور حضرت سرؒ کی رہنمائی پر بخوبی روشنی ڈالتا ہے۔ حضرت جنیدؒ کا بیان ہے کہ میں جب حضرت سرؒ کے پاس سے اٹھتا تو حضرت حارث عباسیؒ کی خدمت میں جا حاضر ہوتا۔ ایک بار حضرت سرؒ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ جب تم یہاں سے اٹھ کر جاتے ہو تو پھر کس کے پاس جا بیٹھتے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت حارثؒ کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں یہ سن کر ارشاد فرمایا۔ اچھا ٹھیک ہے۔ ان سے علم و ادب تو ضرور حاصل کر لینا لیکن ان کو علم کلام سے جو رغبت ہے اور ان کی مناظرے کی جو عادت ہے اس سے اپنے آپ کو بچائے رکھنا۔ اس روز جب میں حضرت حارثؒ کے پاس سے واپس آیا تو دعائیں دینے لگے اور کہنے لگے خدا تمہیں پہلے حدیث کا عالم بننے کی توفیق دے اور پھر صوفی بنائے۔ پہلے صوفی اور بعد ازاں محدث بننے سے بچائے رکھے۔

شیوخ سے کیا کچھ حاصل کیا؟

یوں تو حضرت جنیدؒ نے اپنے مشائخ سے تصوف کے اسرار و رموز، طریقت کے حقائق و معارف اور سلوک کا علم اور حال سب کچھ حاصل کیا لیکن کچھ اساتذہ سے بعض امور میں بطورِ خاص متاثر اور فیضیاب ہوئے ہیں۔ انہوں نے اپنے مرشد و مربی حضرت سمریؒ سے حدیث اور طریقت کی تعلیم کے ساتھ ساتھ سماعت حدیث کا شغف، علم توحید میں انہماک، عمل کی اہمیت، مشائخ وقت سے میل جول، درد مندی، سوزِ عشق اور زہد و ورع کا سبق لیا۔ مزید برآں ان کے ذریعے انہیں علوم اہل بیت سے بھی استفادے کا موقع ملا کیونکہ حضرت سمریؒ، حضرت معروف کرخیؒ کے شاگرد و رشید تھے جو خود حضرت امام علی رضاؑ کے پروردہ اور ان سے فیضانِ صحبت اٹھائے ہوئے تھے۔

حضرت حارث محاسبیؒ سے خوش ذوقی، بزمِ آرائی، تصنیف و تالیف کا شوق، اکلِ حلال کا اہتمام، غلبہ سکر سے اجتناب اور شریعتِ مطہرہ کی کامل اتباع کو سیکھا۔ حضرت محمد بن علی قصابؒ بھی حضرت جنیدؒ کے شیخ طریقت تھے۔ ان سے انہوں نے تجرید و تفرید، خلوت و عزلت، مراقبہ و مشاہدہ، مروت اور دوستانہ کی تعلیم و تربیت حاصل کی۔ حضرت قصابؒ ہمہ تن ماتِ حق کی طرف متوجہ رہتے تھے اس لئے ان سے انہوں نے توجہ الی اللہ اور تبتل الیہ تبدیل کار از پاپا یا تھا۔ حضرت مجد و الف ثانیؒ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ کو نسبتِ فردیت حضرت قصابؒ سے نصیب ہوئی تھی اس لئے جب وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگ مجھے حضرت سمریؒ کا شاگرد سمجھتے ہیں حالانکہ میں تو حضرت قصابؒ کا ہوں۔ ان پر قطبیت ارشاد کے مقابلے میں اسی نسبتِ فردیت کا غلبہ ہوا کرتا تھا۔

حضرت ابن کربیؒ سے فقر و قناعت، زہد و تقویٰ، تواضع و انکسار، سادگی و صاف گوئی، مشفقانہ بیہہ اور بردقت رہنمائی کی خوبیاں حاصل کی تھیں کیونکہ حضرت کربیؒ کی زندگی انہی خصائل حمیدہ کا مرقع تھی۔ حضرت قنطریؒ کے قول و عمل نے حضرت جنیدؒ کو کم گوئی، گوشہ نشینی، طہارت اور کسبِ حلال کی اہمیت اور ضرورت کا درس دیا۔ حضرت زیاتؒ کی صحبت میں رہ کر انہیں قرآن کے معارف و بصائر سے دامن بھرنے کا موقع میسر آیا۔ حضرت عطارؒ سے کار و بار میں دیانت اور یادِ الہی سے غافل نہ رہنے کا سبق حاصل کیا۔ حضرت ابو جعفر الحدادؒ سے مجاہدات و ریاضات اور ارشاد و تکرار کی تربیت پائی جبکہ حضرت کلانسیؒ سے

حقوق العباد کی رعایت و نگہداشت ذہن نشین کی بھرت مسوحی سے توحید کی حقیقت کا عرفان پایا اور بارگاہ حق میں حضور و شہود کے آداب سیکھے اور ان کو ملحوظ رکھ کر جب عبادت میں مصروف ہوئے تو عبادت کا نور و سرور نصیب ہوا۔

اساتذہ و شیوخ کا تعارف

حضرت جنیدؒ کے اساتذہ و شیوخ کی تعداد ستر سے بھی متجاوز ہے۔ لیکن ان میں قابل ذکر حسب ذیل ہیں۔

۱۔ حضرت سمری السقطیؒ (م۔ ۲۵۳ھ۔ ۳۰۰ھ)

پورا نام ابو الحسن سمری بن المفلس السقطی ہے۔ چونکہ ٹوٹی پھوٹی چیزوں کا معمولی سا کاروبار کرتے تھے لہذا سقطی (خوردہ فروش) کہلائے۔ انہوں نے جس شفقت اور محبت کے ساتھ اپنے بھانجے حضرت جنیدؒ کی تربیت کی۔ شاید ہی کسی نے کی ہو۔ ان کے گھر کا دروازہ علماء و مشایخ اور صوفیہ و سالکین کے لئے ہمیشہ کھلا رہتا تھا۔ حلقہ احباب بڑا وسیع تھا۔ باہر سے آنے والے مشایخ اکثر ان کے گھر آ کر ٹھہرتے تھے اور صوفیائے بغداد کی محفلیں بھی اسی گھر میں جمتی تھیں۔ اس طرح حضرت جنیدؒ کو گھر ہی پر کسب فیوض کے مواقع میسر آ گئے تھے۔ حضرت سمریؒ کے لئے فقر سرمایہ فخر تھا۔ گھر میں گومی کے چند ٹھیکروں کے سوا کچھ نہیں تھا لیکن گھر ان کے دل کی طرح وسیع تھا۔ دل درد مندی اور سوز و مستی سے مملو تھا۔ شب بیداری ہمیشہ ان کا معمول رہا رات کو جب ساری دنیا محو خواب ہوتی تو وہ جاگتے اور نالہ نیم شبی میں مصروف ہوتے۔ شب بیداری بلاشبہ روحانی فیوض حاصل کرنے کا موثر ذریعہ ہے۔ حضرت سمریؒ کا اپنا قول ہے کہ میں نے تاریکی شب میں روحانی برکات کو قطار اندر قطار آتے دیکھا ہے۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ جب رات ہو جاتی تو حضرت سمریؒ یاد الہی میں لگن ہو جاتے اور جب زیادہ رات گزر جاتی تو آہ و بکا میں لگ جاتے عشق الہی میں جلتے رہنا ان کی زندگی

تھی۔ یہ آہ سحرگاہی اور نالہ نیم شبی اسی لئے تھی۔

شیخ ابو عبد الرحمن المسلمی حضرت مجتہد کا بیان نقل کرتے ہیں کہ ایک بار کسی شخص نے حضرت سمری سے ان کا حال پوچھا تو ان کے لبوں پر یہ شعر آگیا۔

مَنْ لَمْ يَبْتَ وَالْمُحِبُّ حَشُو فَوَادِهِ
لَمْ يَدْرِ كَيْفَ لَفَّتِ الْاَلْكَبَادُ

توجہ ۱۔ جس شخص نے اس عالم میں کبھی رات بسر نہیں کی کہ آتش محبت اس کے دل کو جلا رہی ہو، وہ کبھی یہ جان ہی نہیں سکتا کہ کلیجوں کا پھٹنا کیا ہوتا ہے۔

وہ صاحب دعوت و ارشاد تھے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کا شعار تھا۔ وہ جب علماء اور عام مسلمانوں کو فرائض سے غافل اور عیش و عشرت میں غرق پاتے تو پریشان ہو جاتے اور فرمایا کرتے افسوس انکی کرنے والوں کی راہ دشوار گزار ہو گئی اور اس پر چلنے والے کم اور بہت ہی کم رہ گئے۔ ہدف سوس! لوگوں نے نیک عمل کرنے چھوڑ دیئے بلکہ ان میں نیکی کی رغبت ہی نہیں رہی۔ حق بے یار و مددگار چھوڑ دیا گیا اور باطل کو فروغ دینے کے لئے سب مستعد و تیار ہیں۔ دیکھو تو سہی دین کے ٹھیکیدار وہ بن بیٹھے ہیں جو حسن عمل سے خود عاری ہیں۔ عزیمت کو چھوڑ چھاڑ کر نھتوں کو پھیلا دیا ہے۔ تاویلوں کے دائرہ تزویر بچھائے بیٹھے ہیں جس میں گناہوں کی طرف پکٹنے والے شکار ہوتے جا رہے ہیں۔ ہائے علمائے سو کے قتنہ کی مصیبت! حیف راہبروں کی راہزنی!

حضرت سمری خود بڑے باہمت اور عالم باعمل تھے۔ ان کے دن رات بڑی مصروفیت میں گزرتے تھے۔ کبھی ورد و وظیفہ ہو رہا ہے تو کبھی میدان جنگ میں برسر پیکار ہیں۔ کسبِ معاش بھی ہو رہی ہے اور خدمتِ خلق کا فریضہ بھی سرانجام دیا جا رہا ہے۔ وہ محض صاحبِ تسبیح و سجادہ بزرگ نہیں تھے بلکہ صاحبِ سیف مجاہد بھی تھے۔ روم کے خلاف متعدد مہمات میں انہوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور میدانِ جہاد میں اپنی مروانگی کے جوہر دکھائے۔ سمری — لغت میں کہتے بھی جو انمرد کو ہیں گویا اسم با مسمی تھے۔ فتوت اور جوانمردی میں اپنی مثال آپ تھے۔ ان کی زندگی سراپا عمل، پیہم مجاہدہ اور ہمہ عزیمت تھی۔ اپنے نوجوان مریدوں کو ترغیبِ عمل دیا کرتے تھے۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم اپنے شیخ طریقت حضرت سرئی کے چاروں طرف حلقہ بناٹے بیٹھے تھے وہ فرمانے لگے نوجوانو! جوانی ہی میں عمل کیا کرو اور خوب عمل کیا کرو کیونکہ یہی عمل کا وقت ہے۔ بعد میں تو تم میری طرح بوڑھے اور ضعیف ہو جاؤ گے پھر تم اگر تم نیکی کا کام کرنا بھی چاہو گے تو نہ کر سکو گے۔
حضرت جنیدؒ جن کے سامنے حضرت سرئی کی زندگی کا بیشتر حصہ گزرا وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سرئی سے بڑھ کر اللہ کی عبادت کرنے والا کوئی بزرگ نہیں دیکھا۔ اٹھتر سال کے ہو چکے تھے مگر مرض الموت کے سوا میں نے انہیں کبھی بیٹھے ہوئے نہیں دیکھا۔^{۱۵}

حضرت جنیدؒ بتاتے ہیں کہ حضرت سرئی کی مرض الموت میں عبادت کے لئے کیا اور علاج معالجے کے بارے میں دریافت کیا تو فرمانے لگے

کیف أشکوا لی طیبی صابی والذی اصابنی من طیبی

ترجمہ: میں اپنے معالج سے اپنی بیماری کی کیسے شکایت کروں؟ کیونکہ جس نے مجھے یہ درد دیا وہی تو میرا دوا دینے والا ہے۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں پنکھالے کر انہیں ہوا دینے لگا تو فرمانے لگے عزیزم! اس پنکھے کی ہوا سے آخر اس شخص پر کیا اثر ہو گا کہ جس کا باطن (عشق الہی کی آگ میں) جل رہا ہو۔ پھر یہ شعر گنگنانے لگ گئے

القلب محترق والدمع مستبق والکرب مجتمع والصبور مفترق^{۱۶}

ترجمہ: دل جل رہا ہے اور آنسو ہیں کہ بہتے چلے جا رہے ہیں۔ بے چینیوں کا ٹو جگ ٹٹا ہے (شوقِ لقاء کی وجہ سے) یارائے ضبط باقی نہیں رہا۔

وقتِ وصال قریب ہوا تو حضرت جنیدؒ نے وصیت کی درخواست کی اور انہوں نے دم واپس بڑے لوگوں کی صحبت سے بچنے کی تاکید کی۔ وفات بروز بدھ ۶ رمضان المبارک ۲۵۳ھ اذان فجر کے بعد ہوئی۔

۱۵ رسالہ نشیرہ ص ۲۸، تذکرۃ الاولیاء ص ۲۵۹، صفحہ الصفحہ ج ۲ ص ۱۳۱، البیاری والتمایز ج ۱۱ ص ۱۳، شذرات الذهب

ج ۲ ص ۲۲۸، تذکرۃ الاولیاء ص ۲۵۲، نفحات الانس ص ۳۴، صفحہ الصفحہ ج ۲ ص ۲۱۶، البیاری والتمایز ج ۱۱ ص ۱۳۱

صفحہ الصفحہ ج ۲ ص ۲۱۶

علامہ ابن جوزی، امام ابن کثیر اور مولانا جامی کا اس پر اتفاق ہے مگر علامہ ابن خلیکان اور شیخ شعرائی کے بیان کے مطابق سال وفات ۲۵۱ھ ہے۔ نماز عصر کے بعد قبرستان شونیز یہ میں سپرد خاک کر دیئے گئے۔

اقوالہ زیدینہ

۱۔ ان سے عقل کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا عقل وہ ہے کہ جس کے ذریعے اوامر و نواہی چرچت قائم کی جاسکے۔

۲۔ ارشاد فرمایا قلیل فی سُنَّةِ خَيْرٌ مِنْ كَثِيرٍ مَعَ بَدْعَةٍ وَكَيْفَ يَقِلُّ عَمَلٌ مَعَ التَّقْوَى ۱۵
ترجمہ: مسنون طریقے پر تھوڑی سی نیکی اس زیادہ عمل سے کہیں بہتر ہے کہ جس میں بدعت کی آمیزش ہو گئی ہو۔ مگر وہ عمل تھوڑا ہو ہی کیسے سکتا ہے کہ جو خدا ترسی کے پاکیزہ جذبے کے ساتھ سرانجام دیا جائے۔

۳۔ مَنْ خَافَ اللَّهَ خَافَهُ كُلُّ شَيْءٍ ۱۶

ترجمہ: جو شخص خدا سے ڈرتا ہے ہر شے اس سے ڈرنے لگتی ہے۔

۲۔ حضرت حارث المحاسبی (م۔ ۲۲۳-۵)

ابو عبد اللہ حارث بن اسد المحاسبی پورا نام ہے بقول امام سمعانی محاسبی اس وجہ سے کہلاتے ہیں کہ آپ اپنے نفس کا بہت زیادہ محاسبہ کیا کرتے تھے۔ آپ علم و سع، معاملہ اور حال میں بکتائے روزگار اور ان پانچ بزرگوں میں سے ایک ہیں کہ جو علم ظاہر اور علم باطن کے جامع سمجھے جاتے ہیں۔
شیخ بسکی نے ابو منصور کے حوالے سے انہیں امام شافعی کے تلامذہ میں شمار کیا ہے۔ آپ کی تصانیف دنیائے تصوف میں بڑی مشہور رہی ہیں۔ اگرچہ محققین کے نزدیک وہ رطب و یلمس سے ہرگز خالی نہیں ہیں۔ یصری الاصل عرب تھے اور بغداد میں مقیم ہو گئے تھے۔ اکثر اہل بغداد انہیں اپنا روحانی پیشوا مانتے تھے۔ ان کے ہاں اہل حلال کی بڑی احتیاط تھی وہ شبہ کا لقمہ تک نہ کھا سکتے تھے۔ اگر منہ میں

۱۵ طبقات الصوفیہ ص ۵۲ کتاب مذکور ص ۵۲، مفتاح الصوفیہ ج ۲ ص ۲۱۲ ۱۶ طبقات الصوفیہ ص ۵۳

۱۷ مرآة الجنان ج ۲ ص ۱۲۳، لفتحات الانس ص ۳۶

کوئی مشکوک قلم پڑ بھی جاتا تو ان کا ذوقِ سلیم اسے کھانے سے فوراً انکار کر دیتا تھا۔ کتبِ تاریخ میں تحریر ہے کہ ان کا باپ قدریہ عقائد رکھتا تھا اس لئے اس کے مرنے پر حیب وراثت تقسیم ہوئی تو ان کے حصے میں ستر ہزار درہم آئے تھے مگر انہوں نے انہیں قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ حضرت جنید کا بیان ہے کہ حضرت محاسبی نے جب وفات پائی تو وہ کوڑی کوڑی کے محتاج تھے۔ وفات ۲۲۳ھ میں ہوئی اور بغداد میں مدفون ہوئے۔

قولیہ زریبہ ۵۔ جو شخص اپنے باطن کو مراقبہ اور اخلاص سے درست کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ظاہر کو ضرور مجاہد سے اور اتباع سنت سے مزین کر دیتا ہے۔^۵

۳۔ حضرت محمد بن علی القصاب (م۔ ۲۷۵ھ)

کنیت ابو جعفر ہے اور آپ ماوراء النہر کے مشایخ متقدمین کے صحبت یافتہ تھے۔ قیام اکثر و بیشتر بغداد میں رہا اور وہیں ۲۷۵ھ میں راہی ملک بقا ہوئے۔ ایک قول کے مطابق آپ امی محض تھے اور لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے مگر اس کے باوجود تصوف و طریقت کے بہت بڑے عالم تھے۔ بڑے بڑے علماء اور مشایخ کو ان کے سامنے زانوئے تلمذتہ کرتے دیکھا گیا۔ بقول شاعر

نگار من کہ بہ بکتب نہ رفت و خط نہ نوشت بغمزہ مسئلہ آموز، صد مدرس شد

حضرت جنید کہا کرتے تھے کہ لوگ تو مجھے حضرت سمری کے شاگرد کی حیثیت سے یاد کرتے ہیں لکن میرے اصل استاد تو حضرت قصاب ہیں۔^۶

قولیہ زریبہ ۱۔ جو شخص بھی خداوند تعالیٰ سے نیک خو ہو گا اور اس سے اپنا تعلق اور رابطہ مضبوط رکھے گا، اس کا دل ہمیشہ مسرور و مطمئن رہے گا اور اسے روحانی قوت حاصل ہوگی۔ اسی طرح جو شخص اس سے روگردانی اور غفلت اختیار کرے گا وہ رنج و غم میں مبتلا ہوئے بغیر نہ رہ سکے گا۔^۷

۱۔ صفحہ الصفوحہ ۲ ص ۲۰۸ ۲۔ نفحات الانس ص ۳، تذکرہ الاولیاء ص ۲۱۱، طبقات الصوفیہ ہر وی ص ۷۵

۳۔ تاریخ بغداد ج ۳ ص ۶۲، نفحات الانس ص ۷۵ کشف المحجوب

۴۔ حضرت ابو ثور الکلبی (م۔ ۲۴۶ھ)

پورا نام ابراہیم بن خالد بن ایمان الفقیہ الکلبی ہے اور ابو ثور کنیت ہے جس سے وہ مشہور ہیں۔ ابتدا میں اہل الرائے کے فقہی مذہب پر تھے مگر امام شافعی (م۔ ۲۰۴ھ) کے بغداد تشریف لانے کے بعد شافعییت اختیار کر لی اور حدیث کی ترویج و اشاعت میں زیادہ سرگرم ہو گئے۔ وہ امام شافعی کی طرح اپنی ذاتی رائے کے مقابلے میں حدیث کو خواہ وہ ضعیف ہی کیوں نہ ہو ہمیشہ ترجیح دیا کرتے تھے۔ حضرت ابو ثور اپنے علم و فقہ کی بدولت نہ صرف شافعی مسلک کے امام بلکہ خود صاحب مذہب مجتہد تسلیم کئے جاتے ہیں۔ علامہ ابن الندیم (م۔ ۳۸۵ھ) کے زمانہ میں آذربائیجان اور آرمینیہ کی اکثریت ان کے مذہب کی تقلید پر فخر محسوس کرتی تھی۔

حضرت مجتہد حضرت ابو ثور کی وساطت سے امام شافعی کی روایات خصوصاً سنت سے گہری وابستگی کے ورثہ دار تھے۔ انہوں نے ان روایات کا پوری طرح تحفظ کیا اور عمر بھر کا برکی اسی محتاط روش پر چلتے رہے اور بدعات سے بچتے رہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ ان کا پیش کردہ تصوف بالینہ فرقے کے اثرات سے محفوظ ہے۔

حضرت ابو بکر الاعمین نے ایک بار امام احمد بن حنبل سے حضرت ابو ثور کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا میں انہیں گذشتہ پچاس سال سے سنت کے عالم اور عامل کی حیثیت سے جانتا ہوں۔ وہ میرے نزدیک تو حضرت سفیان ثوری کی باقیات صالحات میں سے ہیں لہٰذا قاضی ابن خلکان صاحب وفيات الاعیان لکھتے ہیں کہ امام ابو ثور نے ۲۴ صفر ۲۴۶ھ کو بغداد میں رحلت کی اور قبرستان باب الکناس میں آسودہ خاک ہوئے مگر ابن الندیم ابن العلام حنبلی اور شیخ سبکی سال وفات ۲۴۶ھ بیان کرتے ہیں۔

۵۔ حضرت سفیان ثوری (م۔ ۱۶۱ھ)

قاضی ابن خلکان رقمطراز ہیں کہ سفیان ثوری صاحب اجتہاد ائمہ فقہ میں سے ہیں اور خاص طور پر

۱۔ شذرات الذہب ج ۲ ص ۱۵

حدیث اور متعلقہ دوسرے علوم میں تو وہ مسلمہ امام ہیں۔ ان کی دینداری، ورع، زہد اور ثقاہت پر لوگوں کا اجماع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شیخ ابوالقاسم جنیدؒ ان کے مذہب پر تھے۔^{۱۵}

بعض لوگوں غلطی سے حضرت سفیان ثوریؒ کو حضرت جنیدؒ کا استاد قرار دے دیا ہے حالانکہ دونوں کے سینین ولادت و وفات میں بڑا فرق ہے۔ حضرت ثوریؒ ولادت جنیدؒ سے قریب قریب نصف صدی پہلے وفات پا چکے تھے۔ البتہ اتنا ضرور ہے کہ دونوں بزرگوں کے مزاج و مذاق میں گہری یکسانیت اور مشابہت ہے۔ دونوں فقیہ اور صوفی تھے اور سنت کے پر جوش مبلغ تھے۔ مزید برآں حضرت جنیدؒ کے مسلمہ استاد امام ابو ثورؒ بھی حضرت سفیان ثوریؒ سے مطابقت و مشابہت رکھتے تھے۔

۶۔ حضرت ابو جعفر الحداد الکبیرؒ

حضرت جنیدؒ کے استاد حضرت ابو جعفرؒ سخت مجاہدوں اور ایثار سے کام لینے والے بزرگ تھے۔ قیام اکثر سرزمین حجاز میں رہا۔ اس ایثار پیشہ بزرگ کا انداز یہ تھا کہ جو کچھ کمانے تھے وہ راہِ خدا میں بانٹ دیتے تھے اور خود چند لقمے مانگ کر گزارہ کر لیا کرتے تھے۔^{۱۶}

عدیل ہمت ساقی ست فطرتِ عرفی کہ حاتم دگراں و گدائے خویشین ست
حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ کے استاد شیخ ابو جعفر الحداد مغرب اور عشاء کے درمیان نکلا کرتے تھے اور ایک یا دو دن کے بعد اپنی ضرورت کے مطابق ایک دو دروازوں سے کچھ مانگ لیا کرتے تھے۔^{۱۷}

حضرت جنیدؒ اپنے شیخ کی موجودگی میں کبھی توکل پر گفتگو نہ کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ توکل حضرت ابو جعفرؒ کا مقام ہے۔ مجھے خدا سے جی آتی ہے کہ ان کے سامنے توکل کے موضوع پر کچھ گفتگو کروں۔^{۱۸}

۷۔ حضرت ابن الکربیؒ

اس بزرگ کے نام اور کنیت میں بڑا اختلاف ہے۔ مولانا جامی نے کنیت ابو جعفر بیان کی ہے

^{۱۵} دیات الاعیان ج ۱ ص ۱۲۶ عوارف العارف اردو ترجمہ ص ۱۹۷ ص ۵۳ قوت القلوب ج ۳ ص ۲۴

جبکہ شیخ ابوطالب مکی نے ابوالحسن بتائی ہے۔ نام کرنی (پہلے یائے اور پھر بائے) کرنی (پہلے بائے پھر نون) اور کرنی (پہلے نون پھر بائے) بھی بیان کیا جاتا ہے۔ نکلسن کی تحقیق کے مطابق مؤخر الذکر یعنی کرنی (KARANBI) درست ہے بلکہ پروفیسر عبدالرحمن حبیبی کی بھی یہی رائے ہے۔ انہوں نے مراد الاطلاع کے حوالے سے لکھا ہے کہ کرنا ابواز کے نواح میں ہے۔

شیخ ابوطالب مکی، قوت القلوب میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت جنید کے شیخ حضرت ابوالحسن الکرنبی کو تین بار دعوت طعام دی اور وہ اکرام مسلم کا لحاظ کرتے ہوئے تینوں مرتبہ اس کے پاس گئے لیکن اس نے کھانا پیش کرنے سے گریز کیا۔ حضرت چوتھی بار از خود چلے گئے۔ اس مرتبہ اس شخص نے کھانا کھلا دیا۔ اس شخص نے تلخ تجربے کے باوجود چوتھی بار حضرت کے آجانے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا بھائی ہم نے اپنے نفس کو بیس سال سے ذلت پر راضی کر لیا ہے یہاں تک کہ وہ گتے کی مانند ہو گیا ہے۔ اسے بار بار دھتکا لایا جاتا ہے اور جب اسے بلایا جاتا ہے تو وہ بخوشی آ بھی جاتا ہے۔

۵ ازاں بر ملا نک شرف داشتند کہ خود را بہ از سگ نہ پنداشتند

حضرت جنید فرماتے ہیں کہ میں اپنے شیخ ابن الکرنبی کے پاس تھا جب وہ دنیا سے رخصت سفر باندھ رہے تھے اور اصل بحق ہو رہے تھے۔ اس وقت میری نگاہ آسمان کی طرف اٹھ گئی۔ فرمانے لگے بہت دور ہے۔ پھر میں نے زمین پر نظر ڈالی تو بھی یہی فرمایا "بہت دور ہے" مطلب یہ تھا کہ خدا کی ذات تمہارے بہت قریب ہے اس چیز سے کہ تم آسمان یا زمین کی طرف تگنے لگو۔ البتہ وہ دراء المکان ضرور ہے۔

۸۔ حضرت حسن بن عرفہ (م۔ ۲۵۷ھ)

پورا نام ابوعلی حسن بن عرفہ العبیدی ہے۔ وہ روایت حدیث میں حضرت جنید کے شیخ ہیں۔ وفات ۲۵۷ھ میں پائی۔

۱۸۲۷ INTRODUCTION TO THE HISTORY OF ISLAM IN INDIA

۱۸۲۷ INTRODUCTION TO THE HISTORY OF ISLAM IN INDIA

خطیب بغدادی، تاریخ بغداد میں لکھتے ہیں کہ حضرت حسن بن عرفہ نے اسماعیل بن عیاش، عبد اللہ بن المبارک، خلف خلیفہ وغیرہ حضرات سے سماعت حدیث کی اور ان سے جنید بغدادی، ابوالقاسم البغوی اور عبد اللہ بن احمد بن حنبل وغیرہم روایت کرتے ہیں۔ حضرت ابن عرفہ کی مرویات اور احادیث کا ایک مجموعہ مشہور ہے۔

۹۔ حضرت ابوالاحمد الکلاسی (م۔ ۲۷۰ھ - ۶۹۰ھ)

پورا نام ابوالاحمد مصعب بن احمد الکلاسی ہے۔ اصل میں مرو کے علاقہ قلانس کے خاندان سے تھے۔ سکونت بغداد میں رہی۔ بڑے عابد و زاہد تھے۔ حضرت ابوسعید ابن الاعرابی جو حضرت جنید کے نامور شاگرد تھے۔ اپنے آپ کو حضرت کلاسی کی ارادت مندی سے نسبت دیا کرتے تھے۔ وصال دیار حبیب مکہ معظمہ میں ہوا جہاں ارادہ حج سے گئے ہوئے تھے۔

قولِ نذریہ :- ہمارے مذہب طریقت کی بنیاد میں اصولوں پر ہے۔

۱۔ ہم دوسروں سے اپنے ان حقوق کا مطالبہ نہ کریں جو ان پر واجب ہیں۔

۲۔ اپنے نفسوں سے دوسروں کے حقوق ادا کرنے کا مطالبہ کریں۔

۳۔ دوسروں کے حقوق ادا کرتے وقت اپنی کوتاہی اور تقصیر کا احساس کریں یہ

۱۰۔ حضرت ابوبکر القنطری (م۔ ۲۶۰ھ - ۶۹۰ھ)

پورا نام ابوبکر محمد بن مسلم بن عبدالرحمن القنطری ہے۔ ابن جوزی نے صفۃ الصوفیہ میں ان کے مفصل حالات قلمبند کئے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ قنطرۃ البردان میں مقیم تھے۔ زہد و سع، دنیا اور دنیا داروں سے بے نیازی میں حضرت بشر بن الحارث کے مشابہ تھے۔ کھانا پینا نہایت مختصر تھا۔ حضرت سفیان ثوری کا مجموعہ حدیث اجرت پر کتابت کر کے گزراوقات کیا کرتے تھے۔ حضرت جنید فرمایا کرتے تھے کہ میرے اساتذہ و شیوخ ایسے تھے کہ جن کو دیکھ لینا ہی ہفتوں کی روحانی غذا کے قائم مقام ہو جاتا تھا۔ حضرت قنطری

ان بزرگوں میں سے ایک تھے۔

حضرت جنید کا بیان ہے کہ ایک روز عین دوپہر کو میں پل عبور کر کے حضرت قنطری کے پاس پہنچا کئے لگے کہ اس وقت تمہیں اور کوئی (نیکی کا) کام نہیں تھا کہ جو تمہیں ادھارنے سے روکنا۔ میں نے عرض کیا پیرو مرشد! آپ کی خدمت میں حاضر ہونا ہی تو میرا (نیکی کا) کام ہے پھر بھلا کسی اور کام کے روک دینے کا کیا سوال ہے بلکہ

انتقال پر بلال بروز بدھ ۲۵ رذی الحجہ ۲۴۷ھ کو ہوا۔

۱۱۔ حضرت حسن المسوحیؒ

مولانا جامیؒ نے نسبت المسوحی لکھی ہے اور انہیں حضرت جنید کا شیخ قرار دیا ہے۔ البتہ شیخ الاسلام ہروی نے فرمایا ہے کہ لوگ تو انہیں استاد جنید سمجھتے ہیں حالانکہ وہ ہم عمروں اور ہم سروں میں سے تھے۔ وہ حضرت کمری کے بزرگ ساتھیوں میں سے تھے اور حضرت بشر الحافیؒ سے روایت حدیث کی تھی۔ تنہائی پسند تھے لہذا قبرستان باب الکناس کی ایک شکستہ مسجد میں رہا کرتے تھے۔ ان کا دل جلوہ گاہ کبریا تھا لہذا انہیں ویرانوں میں رہنے سے کوئی وحشت نہ ہوتی تھی۔ حضرت جنیدؒ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے ان سے انس کے بارے میں گفتگو کی تو فرماتے لگے کیا انس؟ اور کیسی وحشت؟ بخدا جو کچھ زیر آسمان ہے وہ سب مرکب جائے تو بھی مجھے وحشت نہ ہوگی ۱۲

۱۲۔ حضرت محمد بن منصور طوسیؒ (م۔ ۲۵۴ھ)

مولانا جامیؒ لکھتے ہیں کہ وہ صوفیائے بغداد میں سے تھے اور وہ حضرت ابوالعباس ابن مسروقؒ حضرت ابوجعفر الحداد الصغیرؒ، حضرت ابوسعید الخزاز اور حضرت جنیدؒ کے استاد ہیں۔ ۱۳

۱۱ صفتا الصفوة ج ۲ ص ۲۲۱، نفحات الانس ص ۴۵، صفتا الصفوة ج ۲ ص ۲۲۰، طبقات الصوفیہ ہروی ص ۲۱۵

۱۲ نفحات الانس ص ۴۴

۱۳۔ حضرت ابو حاتم العطارؒ

بقول مولانا جامی وہ حضرت ابو تراب نخشبیؒ (م۔ ۲۲۵ھ) کے ہمسرتھے اور حضرت ابو سعید الخدریؒ اور حضرت مجیدؒ کے ساتھ کرام میں سے ہیں۔ وہ تجارت پیشہ تھے لیکن یاد الہی سے کبھی غافل نہیں رہتے تھے۔ ان کے بارے میں بزرگوں کا یہ قول بڑا مشہور ہے۔

انہ کان ابو حاتم العطار ظاہرہ التجار و باطنہ باطن الابرار^۱

ترجمہ:۔ بے شک حضرت ابو حاتم عطارؒ کا ظاہر تجارت پیشہ لوگوں کا ساتھ تھا لیکن ان کا باطن بلاشبہ نیک لوگوں کے باطن جیسا تھا۔

۱۴۔ حضرت ابو یعقوب الریاتیؒ

حضرت مجیدؒ ان کے پاس اکثر و بیشتر کتاب علم اور تربیت روحانی کے لئے جایا کرتے تھے۔ ایک روز بے وقت ان کا دروازہ جا کھٹکایا تو انہوں نے فرمایا کیا تمہاری اس وقت اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کوئی مصروفیت و عبادت نہیں تھی کہ جو تمہیں میرے پاس آنے سے روکتی؟ حضرت مجیدؒ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا حضرت! ہمارا آپ کے یہاں بھی تو عبادت اور تعلق باللہ کا ذریعہ ہے۔ یہ جواب سن کر فوراً دروازہ کھول دیا اور علمی افادات اور روحانی نکات سے نوازا^۲

ابن جوزیؒ، صفتہ الصفاۃ میں لکھتے ہیں کہ ایک بار حضرت زبیرؒ نے اپنے ایک نووارد مرید سے پوچھا کہ تم نے قرآن حفظ کیا ہے یا نہیں؟ اس نے نفی میں جواب دیا تو دکھ بھرے لہجے میں فرمانے لگے واغوثاہ! باللہ مرید لا یعفظ القرآن کا ریحۃ الاریح لہا فیم یتنعم فیم یتو تم فیم یتاجی ربہ^۳ ترجمہ:۔ ہائے کون ایسے شخص کی فریادرسی کرے! بخدا جو مرید قرآن حفظ نہیں کرتا وہ تو ایسے عطر کی مانند ہے کہ جس میں سر سے سے کوئی بو اور باس نہ ہو، بھلا وہ قرآن کے بغیر کس چیز سے فیض اٹھائے، کس شے کے ساتھ حمد الہی میں نغمہ سرا ہو اور کس ذریعے سے اپنے پالنے والے سے سرگوشی اور مناجات کرے۔

۱۔ لغات الانس ص ۳، طبقات الصوفیہ ہروی ص ۲۵، کتاب مذکور منہ، صفتہ الصفاۃ ج ۲ ص ۲۳۵

۲۔ صفتہ الصفاۃ ج ۲ ص ۲۳۵

حَنِیدِ بَاتِکِیْنِ وَعِظِ اَوَّلِیْنِ

تکمیلِ طریقت

علومِ ظاہرہ کی تحصیل اور منازلِ سلوک کی تکمیل کے بعد شیوخ کے فیضانِ نظر اور توفیقاتِ الہیہ کے طفیل حضرت حنیید اب اس قابل ہو گئے تھے کہ وہ رشد و ہدایت کی مسند کو زریب و زینت بخش سکیں حضرت سمریٰ ایسے مشفق مرشد کی ہمہ وقت رہنمائی میں انہوں نے طریقت میں کمال حاصل کیا اور قطبِ ارشاد کے منصبِ بلند پر فائز ہوئے۔

وعظ پر لوگوں کا اصرار

مشایخ اور یارانِ طریقت کا پروردگار تقاضا تھا کہ وہ مسجد شونیز یہ کے منبر سے اپنے وعظ کا آغاز فرمائیں اور عوام و خواص کو اپنے ملفوظاتِ عالیہ سے نوازیں۔ لیکن حضرت حنیید منصبِ ارشاد کی عظمت و جلالت، اسانذہ کے اکرام و احترام اور اپنے مثالی انکسار کے پیش نظر ایسا کرنے سے گریزاں رہے۔ بالآخر جب ہادٹی اعظم رحمتِ دو عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہِ اقدس سے خواب میں اذن و اشارہ پایا تو وعظ کہنے پر آمادہ ہو گئے۔

لوگوں کا جوش و خروش

لوگ مدت سے حضرت حنیید کی تقریر و لہجہ سننے کے مشتاق تھے۔ چنانچہ جب یہ اعلان ہوا کہ جمعہ کے روز حضرت کا وعظ ہوگا تو لوگ جوق در جوق وعظ سننے کے لئے آئے۔ لوگوں کی کثرت کی وجہ سے صحنِ مسجد اپنی وسعت کے باوصف تنگ محسوس ہو رہا تھا۔ حضرت حنیید منبر پر تشریف لائے تو لوگ گوشِ برآواز

۱۔ صاحبِ تواریخ ائینہ تصوف کا بیان ہے کہ حضرت سمریٰ ہی سے انہوں نے خلافتِ حوالہ امدامت کلی مجددی پائی تھی۔

ہو گئے۔

وعظ پر تاثیر اور خطبہ بے نظیر

حدوثنا کے بعد حضرت مجتبیٰ نے توحید کے حقائق و معارف بیان کئے اور ترک کے جلی اور خنی پہلوؤں سے اجتناب کی تلقین فرمائی۔ تقریر کیا تھی، فصاحت کا بلاغت کا موجب مارتا سمندر تھا۔ وہ بولتے نہیں تھے کوثر و بسبیل میں مہلی زبان سے موتی رولتے تھے۔ اس وعظ میں انہوں نے علم و عرفان کے جو موتی ٹٹائے ان کی کہیں مثال نہیں ملتی۔ بات دل سے نکل رہی تھی اور دلوں میں اثر کر رہی تھی۔ بیٹھے بیٹھے بول دھیرے دھیرے انقلابِ باطن کا کام کرتے جا رہے تھے۔ آخر کار وعظ ختم ہو گیا لیکن کچھ دیر تک مجمع شدتِ تاثر کے باعث بیٹھا کا بیٹھا رہ گیا۔

امتحان و آزمائش

لوگ ابھی بیٹھے تھے کہ پچھلی صفوں میں سے ایک نوجوان اٹھا۔ ذرا سنبھل کر اس نے ایک درخواست اور ایک سوال کیا۔ وہ کہہ رہا تھا حضرت! ذرا اس حدیثِ رسول کا مفہوم سمجھاتے جائیے۔ سبھی لوگ منور ہو گئے اور وہ شخص حدیث کے الفاظ دہرانے لگا۔ لوگوں نے سنا تو وہ یہ حدیث پیش کر رہا تھا اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله یعنی مومن کی فراست (ایمانی) سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔

پیر روشن ضمیر نے ذرا گردن جھکائی اور پھر سر بلند کر کے ارشاد فرمایا اے نوجوان! تو اس حدیث کا مفہوم مجھ سے جانتا چاہتا ہے تو ادھر آ اور مسلمان ہو جا کیونکہ تیرے اسلام لانے کا وقت آ گیا ہے۔

تصرانی کا قبولِ اسلام

لوگ حیرانی سے اس شخص کا منہ تکتے لگے کہ جو مسلمانوں کا سالباں پہنے ہوئے تھا اور بظاہر مسلمان دکھائی دیتا تھا۔

اتنے میں وہ شخص آگے بڑھا، حضرت مجتبیٰ کے پاس پہنچا اور ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا۔

نعرۃ تکبیر کی گونج میں اس نے بتایا کہ میں ایک عیسائی تھا۔ جب میں نے سنا کہ مسلمانوں کے روحانی پیشوا حضرت جنیدؒ و عظمیٰ کے لئے پہلی بار مسجد میں آرہے ہیں تو میں مسلمانوں جیسا لباس پہن کر مسجد میں آمو جوڑ ہوا۔ ارادہ یہ تھا کہ امتحان لینے کی خاطر ان سے اس حدیث کا مفہوم پوچھوں گا۔ اگر انہوں نے میری باطنی کیفیت کو پہچان لیا تو یہ ان کے اور ان کے باطنی مذہب کی دلیل صداقت ہوگی اور میں آبائی دین چھوڑ کر مسلمان ہو جاؤں گا۔ الحمد للہ مجھے اسلام کی صداقت اور حضرت جنیدؒ کی فراست ایمانی کا ثبوت مل گیا ہے۔ لہذا حلقہ بگوش اسلام ہو گیا ہوں۔ آپ لوگ میری استقامت اور سلامتی ایمان کی دعا فرمائیں۔ اہل اسلام اس واقعے سے بہت خوش ہوئے اور اس طرح یہ دو عظیم اولیں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یادگار بن گیا۔

ملاحظہ ہو۔ لہ

کشف و کرامات

امام یافعیؒ فرماتے ہیں کہ لوگ تو اس واقعہ میں حضرت جنیدؒ کی ایک کرامت شمار کرتے ہیں حالانکہ میرے لئے اس میں حضرت کی دو کرامتیں مضمحل ہیں (۱) یہ جان لینا کہ وہ شخص درحقیقت مسلمان نہیں بلکہ بھیس بدلے ہوئے ایک عیسائی ہے (۲) یہ پہچان لینا کہ اب اس کے اسلام لانے کا وقت بھی آگیا ہے لہ

مواعظ کی اثر آفرینی

اللہ تعالیٰ نے حضرت جنیدؒ کے وعظ میں بڑی تاثیر رکھی تھی۔ جو بھی آتا متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا۔ لوگ آتے تھے اور ایمان و ایقان سے بھولیاں بھر بھر کر جاتے تھے۔ جرائم پیشہ اور معاشرے کے بگڑے ہوئے افراد آپ کا وعظ سن پاتے یا آپ کے اخلاق کی کوئی جھلک دیکھ لیتے تو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تائب ہو جاتے۔ دنیا نے اسی بارگاہ سے بدنام زمانہ — ابن سبابہ کو راہزنی اور چوری چکاری سے توبہ کرتے دیکھا ہے۔ ابوعلی رودباری امیر کبیر اور دنیا دار انسان تھے ان کا گزر حضرت جنیدؒ کے پاس سے ہوا۔ آپ اس وقت

۱۱۲
۱۵ مرآة الجنان ج ۲ ص ۲۳۱، رسالہ تفسیر چٹا، و نیات الایمان ج ۱ ص ۱۴۶، شذرات الفہم ج ۲ ص ۲۲۵، البدایہ والنہای ج ۱۱

تذکرۃ الاولیاء ص ۳۲۳، نفحات النس ص ۵۶، مرآة الجنان ج ۲ ص ۲۳۲

وعظ فرما رہے تھے۔ کانوں میں وعظ کے دہلے پڑے۔ یہی دہلے کانوں میں ایسا رس گھول گئے کہ ان کی کایا پلٹ گئی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہیں کے ہو کر رہ گئے پھر بالآخر ان کے نامور خلیفہ قرار پائے۔
 کتنے اچھے وہ دن تھے کہ جب منبر و محراب کی زینت اہل دل عالم ہوا کرتے تھے کہ جن کے وعظ سے دل کے بندرت سچے کھل جایا کرتے تھے، گمراہوں کو راہ ہدایت ملتی تھی اور جن کے ارشاد و تلقین سے ایمان و یقین کی دولت میں اضافہ ہوتا تھا۔ ایک آج کی تقریریں ہیں کہ جن سے ایمان و یقین گھٹتے ہیں اور شبہات و اختلافات بڑھتے ہیں ۵

بین تفاوتِ راہ از کجاست تا کجا؟

شیخ عطارؒ حضرت جنیدؒ کی روحانی فتوحات اور ان کے مواعظ کی اثر آفرینی کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ کے مواعظ سننے کا نتیجہ یہ ہوا کہ کئی ہزار آدمیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ کچھ عرصہ وعظ کرتے رہے پھر خود بخود خاموشی اختیار کر لی۔ آخر تقریباً دو سال کے بعد بغیر کسی التجا کے خود ہی وعظ کہنا شروع کر دیا۔

قیام حجاز کے واقعات

حج کی سعادت حاصل کرنے اور دیارِ حبیب کی پر انوار فضاؤں سے برکت اندوز ہونے کی خاطر حضرت جنیدؒ کئی بار حجاز مقدس گئے ہیں۔ اس سرزمین میں عارضی قیام کے دوران میں جو اہم واقعات پیش آئے وہ درج ذیل ہیں۔

بچپن کا سفر

حضرت جنیدؒ کو سات سال کی چھوٹی عمر میں سرزمینِ پاک کی زیارت کا موقع ملا جب وہ اپنے ماموں حضرت سمریؒ کے ہمراہ وہاں گئے تھے۔ قیام مکہ کے دوران میں بقول شیخ عطارؒ انہیں چار سو مشایخ کے سامنے مسئلہ شکر پر گفتگو کرنے کا اتفاق ہوا۔ ان کا جواب سن کر سب شیخ کہہ اٹھے تھے اَحْسَنَتْ يَادَّةُ عَيْنِ الصَّدِّيقِ

صدیقیوں کی آنکھ کی ٹھنڈک! آپ نے خوب جواب مرحمت فرمایا ہے) لہ

خطاب تاج العارفین

حضرت مجتہد عنفوان شباب میں حج بیت اللہ کے لئے گئے تو وہاں ایک اہم واقعہ پیش آیا کہ جس نے آپ کی شہرت کو چار چاند لگا دیئے۔

حضرت ابو بکر الکتانیؓ بیان کرتے ہیں کہ حج کے زمانے میں مکہ مکرمہ میں مشایخ کے درمیان ایک روز عشق الہی کے مسئلہ پر زور دار بحث ہوئی۔ مشایخ نے باری باری اظہار خیال کیا۔ حضرت مجتہدؒ بھی اس مجلس میں موجود تھے اور سب سے کم عمر تھے۔ آخر میں مشایخ کی ان پر نظر پڑی تو کہنے لگے اے عراقی نوجوان! اگر کچھ بیان کرنا ہو تو تم بھی بیان کر لو۔ ہماری طرف سے تمہیں اجازت ہے۔ حضرت مجتہدؒ نے سر ہکا لیا، آنکھوں میں آنسو آگئے اور رندھی ہوئی آواز میں عاشق صادق کی صفات کو بیان کرنا شروع کر دیا اور فرمایا عِبْدُ ذَاہِبٌ عَن نَّفْسِهِ مَتَّصِلٌ بِذِكْرِ رَبِّهِ قَائِمٌ بِأَدَاءِ حَقْوَقِهِ نَاطِقٌ بِاللَّهِ بِقَلْبِهِ أَحْرَقَ قَلْبَهُ الْوَارُ هَوَيْتَهُ وَصَفَا شَرِبَهُ مِنْ كَاسِ وُدِّهِ وَانْكَشَفَ لَهُ الْجَبَّارَ مِنْ اسْتَارِ غَيْبِهِ فَإِنْ تَكَلَّمَ فَبِاللَّهِ وَإِنْ نَطَقَ فَعَنَ اللّٰهَ وَإِنْ تَحَرَّكَ فَبِأَمْرِ اللّٰهِ وَإِنْ سَكَنَ فَمَعَ اللّٰهُ فَهُوَ بِاللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَمَعَ اللّٰهِ۔

ترجمہ: خدا کا عاشق تو وہ بندہ ہے جو اپنی نفسانیت کو مٹا دے، لگاتار اپنے اپنے پالنے والے کا ذکر کرنے والا ہو، حقوق اللہ کے ادا کرنے پر دمام کمر بستہ ہو اور اپنے دل کی نگاہوں سے اس کی تجلیات کا نظارہ کرنے والا ہو۔ ایسے شخص کے دل کو ذاتِ حق کے انوار وجود نے جلا کر رکھ دیا ہے۔ وہ ہر دم شرابِ محبت کے پیالے پیتا ہے۔ حق تعالیٰ نے اس شخص کے لئے اپنے غیب کے پردے ہٹا دیئے ہیں (اور شہود سے نوازا ہے)

پس ایسا شخص اگر کلام کرتا ہے تو مشیتِ الہی سے کلام کرتا ہے، بات کرتا ہے تو خدا کی طرف سے بات کرتا ہے، حرکت کرتا ہے تو حکمِ الہی سے حرکت کرتا ہے یعنی اللہ کے حکم کے بغیر وہ قدم تک نہیں

اٹھاتا۔ اگر وہ سکون و قرار اختیار کرتا ہے تو وہ اللہ کی معیت میں ہوتا ہے۔ مختصر یہ کہ وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہوتا ہے اور اسی کی خاطر سب کچھ کرتا ہے۔

مشایخ عظام نے حضرت جُنید سے عاشق کی یہ تعریف سنی تو اشکبار ہو گئے اور یک زبان ہو کر کہنے لگے مَاعَلَىٰ هَذَا مَزِيدٌ جَبْرُكَ اللَّهُ يَا تاجِ الْعَارِفِينَ لِي۔

توجہ: ۱۔ اسے عارفوں کے تاج! آپ کو خوشخبری اور مبارکباد ہو۔ جو کچھ آپ نے فرمایا ہے یہ حرفِ آخر ہے۔ اس پر کوئی اضافہ نہیں کیا جاسکتا۔

صحبتِ مساکینِ مدینہ۔ ذریعہ عرفانِ حق

سیر الاولیاء میں منقول ہے خواجہ نظام الدین اولیاء بیان کرتے ہیں کہ حضرت جُنید فرمایا کرتے تھے کہ میں نے مدینہ شریف کی گلیوں میں حق کو پایا ہے۔ پوچھا گیا کہ وہ کیسے؟ تو فرمایا ایک روز میں مدینہ منورہ کے بازار میں چلا جا رہا تھا۔ دیکھتا کیا ہوں کہ کچھ خستہ حال مسکین ہیں جن کی خستہ حالی بیان نہیں کی جاسکتی مجھے ان پتیس آیا اور دل سے یہ فیصلہ کیا کہ ان کے ساتھ ساتھ رہوں گا اور ان کی صحبت اختیار کروں گا۔ چنانچہ کچھ عرصہ ان مساکین کی خدمت میں رہا اور مجھے اچھی طرح پتہ چل گیا کہ واقعی خستہ حالوں کے ساتھ ہے۔

متفرق واقعات

جاز مقدس میں چند اور واقعات بھی مختلف اوقات میں حضرت جُنید کو پیش آئے تھے۔ ان میں سے ایک تو ایک حجام سے اخلاصِ عمل کا سبق لینے کا واقعہ ہے۔ دوسرا واقعہ ایک دولت مند کا بہت سا مال فقراء میں تقسیم کرنے کی خاطر حضرت جُنید کے پاس لانا اور آپ کا اسے قبول کرنے سے انکار کر دینے کا ہے۔ ان واقعات کی تفصیل آگے بیان کی جائے گی۔

سرحد روم پر محاذ جنگ کے واقعات

حضرت جنیدؒ کے دور حیات میں رومیوں کے خلاف کئی بار جہاد کیا گیا۔ آپ نے بھی ان محاربتوں میں سرگرمی سے حصہ لیا اور کئی مہمات میں شریک ہو کر دادِ شجاعت دی۔ محاذ کے چند واقعات حسب ذیل ہیں۔

زبدِ وسع کا انعام

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار جب میں ایک مہم لے کر رومیوں کے خلاف گیا تو امیر لشکر نے میرے ذاتی اخراجات کے لئے کچھ رقم بھیجی۔ میں نے اسے اپنی ذات پر خرچ کرنا پسند نہ کیا بلکہ ضرورت مند غازیوں میں بانٹ دی۔ ایک روز نماز ظہر پڑھ کر بیٹھا ہوا تھا۔ ان دنوں مجھے یہ پریشانی رہتی تھی کہ میں نے رقم قبول کر کے غلطی کی ہے گو وہ رقم میں نے مستحق لوگوں میں تقسیم بھی کر دی تھی۔ نماز کے بعد بار بار یہی احساس مجھے ستا رہا تھا۔ اسی فکر میں غلطان و بیجاں تھا کہ مجھے نیند آگئی۔ خواب میں دیکھا کہ کئی شاندار محل تیار ہو رہے ہیں جن میں ہر طرح کا سامان پیش موجود ہے۔ میں نے کسی سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ یہ محل بہشت میں ان لوگوں کے لئے تیار ہو رہے ہیں کہ جن کا راہِ خدا میں دیا ہوا روپیہ آپسے غازیوں میں تقسیم کیا تھا۔ مجھے اس بات سے بڑی خوشی ہوئی پھر میں نے دریافت کیا کہ کیا میرے لئے بھی یہاں کوئی مکان ہے یا نہیں۔ اس پر مجھے ایک بہت بڑا محل دکھایا گیا جو سارے مخلوق سے زیادہ شاندار تھا۔ میں حیران ہوا اور پوچھا کہ مجھے ان لوگوں سے بڑا محل کیوں دیا جا رہا ہے تو بتایا گیا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں نے تو ثواب کی امید پر یہ مال راہِ خدا میں نکالا تھا جبکہ تو نے یہ مال پھر اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا اور پھر بھی اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہا اور خدا کے ہاں اس کے قبول ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں فکر مند رہا لہذا تجھے دگنا اجر دیا گیا ہے۔

سعید اور شہید

ایک دفعہ حضرت جُنیدؒ نے عزمِ جہاد کیا اور اپنے آٹھ خاص مریدوں کو ہمراہ لے کر محاذِ روم پر پہنچے انہوں نے اور ان کے مریدوں نے مردانگی کے خوب جوہر دکھائے۔ آٹھوں مرید لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ حضرت خود فرماتے ہیں کہ میں نے ہوا میں معلق نو ہودج دیکھے۔ میرا جو مرید شہید ہوتا تھا اس کی روح فرشتے ایک ہودج میں ڈال کر آسمانوں کی طرف لے جاتے تھے جب آٹھوں ہودج چلے گئے اور صرف ایک باقی رہ گیا تو میری آس بندھی کہ یہ ہودج مجھے نصیب ہوگا اور شہادت کا شرف حاصل ہوگا۔ اتنے میں دیکھتا کیا ہوں کہ ایک رومی کافر میری طرف چلا آ رہا ہے۔ وہ قریب آیا تو اس نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اس کو کلمہ پڑھا دوں۔ چنانچہ میں نے اسے کلمہ پڑھا دیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔ پھر وہ کہنے لگا حضرت! یہ ہودج میرے لئے رہنے دیں اور آپ واپس بغداد جا کر لوگوں کو راہِ راست دکھائیں۔ اس کے بعد وہ نو مسلم اپنی فوج کی طرف لپکا۔ آٹھ کافروں کو تہ تیغ کیا اور پھر خود بھی شہید ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ہودج اسی روح سعید کے انتظار میں تھا۔ فرشتوں نے اس کی روح کو ہودج میں رکھا اور آسمان کی طرف لے کر پرواز کر گئے۔

ایں سعادت بزودِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ہمعصر مشایخ سے تعلقات

حضرت جُنیدؒ کے اپنے معاصر مشایخ سے خواہ وہ کسی شہر میں مقیم تھے تعلقات نہایت دوستانہ اور خوشگوار تھے۔ اس دور کے قریب قریب تمام اہم مشایخ یا تو ان کے اساتذہ میں سے یا مریدوں میں سے تھے یا پھر اجاب میں شامل تھے۔ یہ حسن اتفاق شاذ و نادر ہی وقوع پذیر ہوا کرتا ہے۔

مشایخ بغداد

مشایخ بغداد میں سے حضرت محمد بن ابی الورد اور حضرت احمد بن ابی الورد دونوں بھائی حضرت جنیدؒ کے ہمسر اور ہم جلس تھے۔ حضرت جنیدؒ کے ہاں جو علمی مذاکرے اور روحانی مجالس منعقد ہوتی تھیں، یہ دونوں بھائی ان میں سرگرمی سے حصہ لیا کرتے تھے۔ حضرت سہل تستریؒ (م - ۲۸۳ھ) جو بہت بڑے شیخ طریقت تھے ان کے اور حضرت جنیدؒ کے درمیان انتہائی دوستانہ اور برادرانہ مراسم قائم تھے۔

حضرت ابوسعید الخدریؒ (م - ۲۸۶ھ) کے بارے میں شیخ الاسلام بردیؒ کہتے ہیں کہ وہ تو اپنے آپ کو حضرت جنیدؒ کا شاگرد بتایا کرتے تھے حالانکہ درحقیقت وہ ان کے یار جان نثار تھے۔

حضرت خیر النساءؒ کی حضرت جنیدؒ سے خیر خواہی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو گا کہ انہوں نے اپنے مرید حضرت شبلیؒ کو آپ کی خدمت کی غرض سے بھیجا تھا۔

حضرت محمد السبینؒ حضرت جنیدؒ دونوں ایک دوسرے سے محبت و احترام سے پیش آتے تھے۔ حضرت ابو عمرو حماد قرشیؒ بغدادی کے ہاں حضرت جنیدؒ کی آمد و رفت رہی ہے۔

حضرت سمون الحبؒ اور حضرت جنیدؒ کی دوستی تو مثالی حیثیت رکھتی تھی۔

حضرت ابوالعباس احمد بن مسروقؒ (م - ۲۹۹ھ) آپ کے مشفق استاد اور مخلص دوست تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت جنیدؒ کے ہمراہ ایک روز بغداد کی گلیوں میں سے گزر رہا تھا۔ ایک مغنی یہ شعر گا رہا تھا۔

۵ منازل کنت تمواھا وتالفھا ایام آنت علی الایام منصور

دیکھی کیسی اترنے کی جگہیں تھیں جن سے تو محبت کیا کرتا تھا اور ان دنوں تو گردش روزگار سے بھی تو محفوظ تھا) حضرت جنیدؒ نے یہ شعر سنا تو پھوٹ پھوٹ کر روئے اور پھر مجھ سے کہنے لگے اے ابوالعباس! انس اور الفت کی منزلیں کتنی پیاری اور پاکیزہ ہیں اور مخالفت کے مقامات کتنے وحشتناک ہیں! ابتداءً عشق الہی میں، میں نے کس قدر محنت و مشقت اٹھائی تھی، کس قدر تنگ و دوکی تھی اور کس قدر خون پسینہ ایک

۱۵ طبقات الصوفیہ ہرودی ص ۱۳۲، نفحات الانس ص ۱۵۲ طبقات الصوفیہ ہرودی ص ۱۵۲

حضرت ابو محمد مروزی (م - ۲۹۰ھ) حج پر آتے جاتے کئی بار بغداد اترے حضرت جنیدؒ ان کے مداح تھے اور وہ حضرت جنیدؒ کی معرفت کے معترف حضرت ابو عثمان الخیرؒ (م - ۲۹۸ھ) نے بغداد ہی میں سماعت حدیث کی تھی بعد ازاں اگرچہ ان کا قیام نیشاپور میں رہا لیکن حضرت جنیدؒ کے لئے پر خلوص جذبات رکھتے تھے حضرت ابوبکر کسائی دینوریؒ بھی نیشاپور میں اقامت پذیر تھے اور وہ حضرت جنیدؒ کی صحبت سے مستفیض تھے دونوں میں خط و کتابت کا سلسلہ قائم تھا۔ انہوں نے کم و بیش ایک ہزار مسائل حضرت جنیدؒ سے دریافت کئے اور حضرت نے ان سب کے جوابات لکھ کر بھجوائے تھے۔ وصال سے پہلے انہوں نے حضرت جنیدؒ کی رضا اور منشاء کے عین مطابق ان تحریروں کو بادلِ نحواستہ ضائع کر دیا تھا۔

مشایخ شام

بغداد و نیشاپور کے بعد شام کا مدرسہ تصوف ممتاز تھا۔ مشایخ شام کے سرگروہ حضرت احمد بن ابی الحارثؒ (م - ۲۲۶ھ) تھے۔ دونوں بزرگوں میں غالباً ملاقات تو نہیں ہوئی لیکن ایک دوسرے سے متعارف اور ایک دوسرے کی عظمت کے معترف تھے ان کی وفات کے بعد ان کے تلامذہ حضرت جنیدؒ کی ارادت مندی میں آگئے تھے۔ ایک بار مشایخ شام نے حضرت جنیدؒ سے چند مسائل دریافت کئے جن کا جواب باصواب آپ نے ایک رسالے کی صورت میں تحریر کر کے بھجوا دیا تھا۔

مشایخ بصرہ

حضرت جنید بصریؒ مشایخ میں بھی بڑے مقبول تھے چنانچہ حضرت سہل تسمیؒ (م - ۳۸۳ھ) کی وفات کے بعد ان کے بصری مشایخ اور مریدین نے حضرت جنیدؒ کی طرف رجوع کیا تھا اور ان سے طریقت کا اکتساب کیا تھا۔ بعض بصری مرید اور احباب انہیں فتوح اور ہدایا بھی بھیجا کرتے تھے۔

سلسلہ طیفوریہ کے مشایخ

حضرت جنیدؒ کی ملاقات حضرت بایزید بسطامیؒ (م ۲۶۱ھ) سے نہیں ہو سکی لیکن ان کے دوست اور ساتھی حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ سے ملنے کا ضرور اتفاق ہوا ہے۔ حضرت یحییٰؒ جب بغداد میں آئے ہیں

کیا تھا لیکن اب ان دنوں کی یاد باقی ہے۔ راہِ عشق میں ویسی قربانیاں دینا اپنے بس کی بات نہیں رہی لہ

حضرت ابو حمزہ بغدادی (م - ۲۸۶ھ) اور حضرت جنیدؒ میں اس قدر دوستی اور بے تکلفی تھی کہ ایک بار حضرت ابو حمزہ حج سے واپس آئے تو سیدھے حضرت کے پاس پہنچے اور چند کھانوں کی فرمائش کر دی اور خلاتِ معمول تمام کھانا کھا گئے۔ حضرت جنیدؒ نے مسکراتے ہوئے وجہ پوچھی تو فرمایا بھائی تعجب نہ کرو یہ مکہ سے یہاں تک میرا تیسرا کھانا ہے ۵۲

مشائخ نیشاپور

تیسری صدی میں نیشاپور کا مدرسہ تصوف بڑی شہرت رکھتا تھا۔ وہاں کے مشائخ حج بیت اللہ کے لئے مکہ مکرمہ جاتے تو بغداد سے ہو کر گزرتے تھے، حضرت جنیدؒ سے ملاقات ہوتی تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہتے۔ اس طرح عقیدت و محبت کے تعلقات استوار ہو جاتے تھے۔

حضرت ابو حفص الحداد نیشاپوری (م - ۲۶۰ھ) وقین بار بغداد شریف لائے حضرت جنیدؒ سے ان کے دوستانہ مراسم تھے۔ جب بھی وہ آتے حضرت جنیدؒ اپنے مریدوں کو ان کے استقبال کے لئے بھیجا کرتے تھے۔ سخا کی حقیقت پر تبادلہ افکار ہوا تو دونوں بزرگ ایک دوسرے کی عظمت کے معترف ہوئے۔ ایک بار وہ آئے تو پورے سال حضرت جنیدؒ کے ہاں مہمان رہے۔ آٹھ مرید باصفا بھی ساتھ تھے۔ حضرت جنیدؒ نے مہمان داری میں کوئی کسر اٹھانہ رکھی اور میزبانی کا حق ادا کر دیا۔

حضرت ابو حفصؒ نے نیشاپور آنے کی دعوت دی لیکن حضرت جنیدؒ اپنی گونا گوں مصروفیات کے باعث وہاں نہیں جاسکے۔ نیشاپور کے ایک اور بزرگ حضرت ابراہیم الخواص (م - ۲۹۱ھ) فضیلتِ صحو کے باب میں حضرت جنیدؒ کے ہم مشرب تھے۔ اس طرح دونوں بیگونہ خلوص تھا۔

حضرت یوسف بن حسین رازی (م - ۳۰۲ھ) بغداد آئے۔ دونوں بزرگوں میں احوال و مقامات پر گفتگو ہوئی روحانی تعلق اتنا مضبوط ہو گیا کہ جہاں کہیں وہ رہے مراسلت کا سلسلہ جاری رہا۔

۱۵ طبقات الصوفیہ ص ۲۴ ۵۲ کتاب مذکور ص ۲۹۷

تو اس وقت حضرت مجتبیٰؑ نو عمر تھے۔ ملاقات ہوئی اور بعد ازاں دونوں بزرگوں میں خط و کتابت ہوتی رہی اور افادہ و استفادہ کا سلسلہ قائم رہا۔

بغداد میں مصروفیات

حضرت مجتبیٰؑ کا قیام اکثر و بیشتر اپنے شہر بغداد میں رہا جہاں ان کی مصروفیات گونا گوں تھیں۔ ان کے شب و روز مجاہدہ و مراقبہ، عبادت و تجارت، وعظ و نصیحت، درس و تدریس، حقوق کی ادائیگی، فرائض کی بجا آوری، مریدین کی تربیت اور معاصرین کی خدمت میں گزرتے تھے۔ ان کی مصروفیات اور مشاغل کا مختصر جائزہ حسب ذیل ہے۔

تجارت و عبادت

حضرت مجتبیٰؑ دیگر مشائخ کی طرح کسب حلال پر بہت زیادہ زور دیتے تھے۔ اس لئے اپنے ابا و اجداد کی مانند کاروبار تجارت کے ذریعے اپنی روزی کما کرتے تھے۔ اپنے کنبے کی ضروریات اور مریدوں پر اخراجات کے بعد جو کچھ بچ رہتا وہ راہ خدا میں دے دیتے تھے۔ آپ ریشمی کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے اسی وجہ سے الخزاز کہلاتے ہیں۔ دکان بازار میں تھی جہاں وہ کچھ وقت کاروبار میں صرف کرتے تھے لیکن یاد اللہی سے کبھی غافل نہیں رہتے تھے۔

حضرت جعفر الخلدیؑ کا بیان ہے کہ بازار میں حضرت مجتبیٰؑ کی دکان تھی۔ ساتھ ہی روزانہ تین سو رکعت نافلہ ادا کرتے اور تیس ہزار بار تسبیح سبحان اللہ پڑھا کرتے تھے ۱۵

حضرت اسماعیل بن نجیبؑ بتاتے ہیں کہ حضرت علیہ الرحمۃ ہر روز بازار میں آتے، اپنی دکان کھولتے اور پھر سونے پردہ لٹکا کر پوری چار سو رکعات نفل نازا ادا فرماتے تھے ۱۶

○ بِحَالٍ لَا تُلْهِيمُمْ تِجَارَةً وَلَا بَيْعًا عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ، القرآن ۲۴/۳۷

۱۵ تاریخ بغداد، ۲۴۲، طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۲۹، المستطعم ج ۴ ص ۱۰۵، مفتاح الصغیر ج ۲ ص ۲۳۵، ۱۵۲ النجوم الزاہرہ ج ۳ ص ۱۶۹

رسالہ تشریح ص ۱۹

درس و تدریس

حضرت مجتبیٰ مہدی سے لحد تک تحصیلِ علم کرنے کے اسول پر کار بند تھے لہذا عمر بھر علم و حکمت کی طلب اور تلاش میں سرگرم رہے۔ ان کے ہاں اناہ اور استفادہ کی غرض سے محفلیں جمتی تھیں۔ مذاکرے اور مباحثے ہوتے تھے اور قرآن و حدیث اور فقہ و تصوف کی درس و تدریس ہوتی تھی۔ اپنا فیض دوسروں تک پہنچانے میں بڑے فراندل تھے۔ مریدوں کا بڑا وسیع حلقہ تھا جن کی تربیت میں وہ دن رات مصروف رہتے تھے۔ اس زمانے میں استاد اور شاگردوں کے بیٹھنے کا یہی مؤدبانہ انداز تھا جس کی جھلک آج بھی دینی درس گاہوں میں دکھائی دیتی ہے۔

شیخ ابوطالب مکی قوت القلوب میں لکھتے ہیں کہ حضرت مجتبیٰ کے زمانے میں علماء اور تلامذہ کا انداز نشست یہ تھا کہ وہ گھٹنوں کے بل اپنے قدموں پر التیمات کی صورت میں بیٹھتے تھے اور اپنی دونوں کہنیاں پڑھتے وقت گھٹنوں پر رکھ لیتے تھے۔ کرسیوں کا رواج ہنوز مدرسوں میں نہیں ہوا تھا۔

دعوت و ارشاد

داعی حق کی حیثیت سے حضرت مجتبیٰ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ بڑی حسن و خوبی کے ساتھ سرانجام دیا کرتے تھے۔ وہ زندگی کے ہر شعبہ میں دین کو سر بلند اور لوگوں کو اس کا پابند دیکھنے کے آرزو مند تھے۔ تبلیغ اور موعظت میں جو کچھ کہتے تھے اور دمندی سے کہتے تھے لہذا ان کی باتوں کا اثر بھی ہوتا تھا۔ زندگی کا ہر لمحہ دعوت حق کے لئے وقف تھا۔ زبان اور عمل سے یہی تلقین ہوتی رہتی تھی۔ مرشدِ طریقت کی حیثیت میں تزکیہ نفوس اور تطہیرِ قلوب کی گرانقدر خدمات سرانجام دیا کرتے تھے آپ کی شہرت بوئے مشک کی طرح ہر سو پھیل چکی تھی۔ دنیا کے کونے کونے سے ارادت مند اور عقیدت کیش بڑی تعداد میں آپ کے ہاں فیض یاب ہونے کے لئے آتے رہتے تھے۔ جو بھی آتا آپ دل کو موہ لینے والی مسکراہٹ کے ساتھ اس کا خیر مقدم کرتے۔ خوشدلی کے ساتھ ان کی روحانی تربیت کرتے اور سلوک کے مراحل طے کراتے۔ اپنے مریدوں سے انہیں بے پناہ محبت تھی اور برابراں کے ظاہر اور باطن کی اصلاح میں لگے رہتے مریدوں کو خطرات اور قلبی واردات سے باخبر رکھنے کی تاکید کرتے اور خود بھی کشفی طور پر ان کی باطنی

کیفیات سے آگاہ رہتے تھے۔ اگر کسی مرید کو دیکھتے کہ وہ عزیمت کی بجائے رخصت اور سنت کی جگہ بدعت کی طرف راغب ہو رہا ہے تو اسے فوراً روک دیتے۔ پابندی شریعت اور اتباع رسول ہی ان کے نزدیک سچے تصوف اور صحیح طریقت کی شرط اور ہیں تھی۔

حلقہ تربیت میں مریدوں کی تعداد کوئی معمولی نہ تھی۔ مختلف علاقوں اور مختلف رنگ و نسل کے لوگ وہاں موجود تھے اور سب باہم پیار اور محبت سے رہتے تھے۔ کچھ غنہی تھے تو کچھ بتدی۔ کچھ ایسے تھے کہ دوسرے مشایخ کے ہاں سے تربیت مکمل کر کے آئے تھے اور یہاں آکر انہیں محسوس ہوا کہ جس کو وہ انتہا سمجھ چکے تھے وہ تو یہاں کی ابتدا ہے۔ حضرت ان سب کے لئے حسب ضرورت رہنمائی کرتے رہتے۔ ان کے خورد و نوش کا اہتمام کرتے، ان کی خورد واری کا تحفظ کرتے، انہیں دوسروں کے سامنے کبھی ہاتھ نہ پھیلانے دیتے بلکہ خود ضروریات پوری کرتے اور تعلیم و تربیت کے ذریعے ان کی خوابیدہ صلاحیتوں کو اجاگر کرنے میں مصروف رہتے تھے ان کی حسن تربیت ہی کا یہ اعجاز تھا کہ وہ ذرے، درخشندہ آفتاب بن گئے اور مرید بامراد اور خود صاحب دعوت و ارشاد بن گئے۔

خط و کتابت

حضرت جنید درسیات کے جید استاد، علوم شریعت کے سادہ مام اور طریقت کے قطب ارشاد تھے اس لئے معاصر مشایخ اور مریدین پیش افتادہ مسائل میں بغداد سے دور بیٹھے ہوئے بھی تحریری طور پر ان کی طرف رجوع کیا کرتے تھے۔ اس طرح حضرت سے ان کی خط و کتابت جاری رہتی تھی حضرت ابو بکر کسائی نیشاپور سے مسائل لکھ بھیجتے تھے اور یہاں سے حضرت جنید کے رسائل جواب میں جاتے تھے۔ اصفہان سے حضرت علی بن بہل تبادلہ افکار کیا کرتے تھے۔ حضرت عمر بن عثمان مکی ارض پاک سے خط لکھتے رہتے تھے اور حضرت جنید بڑی باقاعدگی سے جواب مرحمت کیا کرتے تھے۔ شامی مشایخ کو بھی یہ شرف حاصل تھا کہ انہوں نے کچھ استفسارات کئے تھے جن کے جواب میں حضرت نے ایک رسالہ تحریر کر کے انہیں بھیجا تھا۔ حضرت یوسف بن الحسین رازی، حضرت سبیحی بن معاذ رازی، حضرت عمرو بن عثمان مکی اور دیگر یاران طریقت کو جو خطوط آپ نے تحریر فرمائے تھے ان میں سے بعض خطوط مکتبہ خدیوہ قاہرہ (متحدہ عرب جمہوریہ) میں محفوظہ رسائل کی صورت میں محفوظ ہیں۔ یہ رسائل شہید علی پاشا کے یادگار مجموعے کا ایک حصہ ہیں۔

AL-JUNAID LIFE PERSONALITY WRITINGS ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر مصری نے انگریزی زبان میں
 کے نام سے ایک کتاب لکھ کر ان رسائل کے مندرجات پر سیر حاصل بحث کی ہے اور حضرت جنیدؒ کے تصنیفات
 پہلو کو اجاگر کیا ہے۔ البتہ بعض مقامات پر ان سے کچھ تسامحات بھی سرزد ہوئے ہیں جو غالباً مستشرقین نوازی
 کی رد میں ہو گئے ہیں۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ جناب محمد کالم نے کیا ہے اور مکتبہ جدید لاہور کے زیر اہتمام
 زیور طبع سے آراستہ ہوا ہے۔

تدبیر منزل اور تربیت نسل

بعض صوفیہ کے ہاں مجرد ہنہانگی ہے حالانکہ یہ سراسر رہبانیت ہے جو دین فطرت کے مزاج کے
 خلاف ہے۔ حضرت جنیدؒ کے نزدیک نیکی کا راز اتباع سنت میں مضمر تھا چنانچہ انہوں نے تعلیم و تربیت
 کے بعد احکام سنت کے مطابق نکاح کیا اور خوشگوار ازدواجی زندگی گزاری۔ وہ گھریلو ضروریات اور
 خرچ خوراک کا ہمیشہ خیال رکھتے تھے اور اپنے عائلی فرائض سے کبھی غافل نہ ہوتے تھے۔ غالباً انہوں نے
 ایک شادی کی تھی اور ایک ہی لڑکا تھا جس کا نام قاسم تھا۔ اسی مناسبت سے آپ کی کنیت ابو القاسم
 مشہور ہوئی۔ اولاد کی تعلیم و تربیت والدین کے فرائض میں شامل ہے چنانچہ اپنے بیٹے کی تعلیم و تربیت
 کی طرف پوری توجہ دی اور انہیں علم و فضل میں یکتا بنا دیا۔ جب حضرت جنیدؒ کی وفات ہوئی تو ان کے
 صاحبزادے حضرت قاسم ہی نے نماز جنازہ پڑھائی۔ طریقت میں چونکہ خلافت اور جانشینی وراثت کی
 بنیاد پر نہیں ہٹا کرتی بلکہ اس کا انحصار خصوصی صلاحیت اور اہلیت پر ہٹا کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت جنیدؒ
 نے اپنے بیٹے کی بجائے اپنے تربیت یافتہ مرید حضرت ابو محمد حویریؒ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور اس طرح
 محبت اولاد کی اس آزمائش میں بھی پورے اترے۔

معاندین کی مخالفت و مخالفت

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز چرخ مصطفوی سے سرار بولہبی
 یہ ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے اور شاید ایسا ہوتا رہے کہ کچھ نثر پسند لوگ ہمیشہ داعیان حق کی مخالفت

پر کمر بستہ رہتے ہیں، ان کی راہ میں روڑے اٹکتے ہیں، سب و شتم کے تیر برساتے ہیں اور نقصان پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ یہ سب کچھ وہ کیوں کرتے ہیں اس کی بڑی وجہ حسد اور مفادِ عاجلہ کا مذموم جذبہ ہوتا ہے۔ ہوا و ہوس کے بندے کبھی یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ کوئی اللہ کا بندہ لوگوں کی محبت اور عقیدت کا مرکز بنے۔ تخت و تاج کے وارثوں اور اقتدار کے مالکوں کو بھی بور یہ نشینوں کی مقبولیت کھٹکتی رہتی ہے۔

حضرت مجتبیٰؑ بھی زمانے کی اس رسم کہن سے مستثنیٰ نہیں رہے۔ چنانچہ جب سارا ملک ان کے علم و فضل اور زہد و عبادت کے چرچوں سے گونج رہا تھا وہاں چند حاسدوں کی مکروہ آدابیں بھی بند ہونے لگیں ان میں دو شخص قابلِ ذکر ہیں۔ دونوں حاسد اور طالبانِ دنیا میں سے تھے۔ ایک شخص غلام الخلیل کہلاتا تھا جس کا اصل نام شیخ ابو طالب مکیؒ نے احمد بن غالب بتایا ہے۔ یہ بد بخت شاہ کا مصاحب یعنی خبیثہ مفتقدؒ کا درباری تھا اور ہر وقت مشایخ کی مخالفت پر آمادہ رہتا تھا۔ حسبِ عادت اس نے خلیفہ وقت کے سامنے حضرت جنیدؒ اور ان کے یارانِ طریقت کی جھیلی کھائی لیکن حضرت جنیدؒ کی جلالتِ علم اور محتاط روش کی بدولت منہ کی کھائی اور نقصان پہنچانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ دوسرا شخص ابودانیال کوئی غیر معروف آدمی تھا جو اپنے خبیث باطن کا اظہار مشایخ کرام اور ادیبائے عظام کو گالیاں دے کر کرتا تھا۔ حضرت ابو بکر تلمسانیؒ کہتے ہیں کہ یہ شخص عام طور پر حضرت مجتبیٰؑ اور ان کے ساتھیوں کے خلاف زہر اگلتا رہتا تھا۔ جب کسی کو ان بزرگوں کا ذکرِ ثیر کرتے سنتا تو انکاروں میں لوٹنے لگتا۔ لیکن اس کی ڈار خائیموں اور مخالفت کا نتیجہ بھی وہی ہوا جو حق و باطل کی آمیزش میں ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے۔ مخالفت کرنے والے مرکھپ گئے اور صفحہ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹ گئے جبکہ حضرت مجتبیٰؑ کا نام اور کام صدیاں گزرنے کے بعد بھی زندہ ہے اور قیامِ قیامت تک زندہ رہے گا۔

ہرگز نیر و آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریۃ عالم دوام ما

وفات اور وصال

۵ وعدہ وصل چوں شود نزدیک آتش شوق تیز تر گردد

ماہ و سال گزرتے گئے اور بالآخر وہ وقت آپہنچا کہ حضرت جنیدؒ اپنے عقیدت مندوں کو سوگوار چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی سے جا ملیں۔ نوے یا اکانوے سال کی عمر مبارک تھی کہ بیمار ہوئے اور یہی بیماری جان لیوا ثابت ہوئی۔ زندگی کے آخری لمحات میں ذوقِ جبیں سائی فزوں ہو گیا تھا۔ بار بار نمازیں پڑھنے اور سجدے کرنے کے باوجود ٹھکتے نہ تھے تاہم درد و وظائف کا جو معمول تھا اس میں کوئی کمی نہ آنے دی۔

بستر مرگ پر نماز

مذکورہ نگاریاں کرتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ مرض الموت میں منہ پرورم کی وجہ سے سخت تکلیف میں تھے لیکن اس کے باوجود تکیے پر منہ رکھ کر نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک نوجوان نے عرض کیا حضرت! کیا ایسی حالت میں نماز چھوڑی نہیں جاسکتی؟ سلام پھیرنے کے بعد جواب دیا بھائی! اسی نماز کے ذریعے سے تو میں خدا تک پہنچا ہوں۔ اس لئے اس کو کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟ ۱۷

تلاوتِ قرآن

حضرت ابو محمد جریریؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت کے سر ہانے کھڑا تھا جب آپ دنیا سے رخصت ہو رہے تھے۔ دن جمعہ مبارک کا تھا۔ حضرت کلام پاک کی تلاوت کرتے رہے۔ جب ختم کر چکے تو میں نے عرض کیا آپ اس حال میں بھی تلاوت فرما رہے ہیں؟ یہ سن کر ارشاد فرمایا تلاوتِ قرآن کا اس وقت مجھ سے بڑھ کر کون زیادہ ضرورت مند ہوگا جبکہ میرا نامہ اعمال لپیٹا جا رہا ہے۔ ۱۸

۱۷ تاریخ بغداد ج ۷ ص ۲۲۷-۲۲۸ ۱۸ ابدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۱۱۷ ۱۹ التنظیم ج ۶ ص ۱۰۵ ۲۰ طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۳۵

شذرات النہب ج ۲ ص ۲۲۸ ۲۱ رسالہ شیریہ ص ۱۳۷

حضرت ابو بکر العظیمیؓ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت کے وصال کے موقع پر موجود تھا۔ پہلے انہوں نے سارا قرآن ختم کیا پھر دوبارہ تلاوت شروع کر دی اور سورہ بقرہ کی ستر آیتیں پڑھ پائے تھے کہ پیغامِ اہل آن پہنچا لے

ورد و وظیفہ

جب حضرت مجتبیٰؓ سفرِ آخرت کی تیاری کر رہے تھے اس وقت حضرت ابن عطاءؓ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کیا مگر آپ نے جواب دینے میں کچھ دیر لگا دی۔ جب سلام کا جواب دیا تو معذرت بھی کی کہ بھائی میں ایک ورد میں مصروف تھا اس لئے جواب فوراً نہ دے سکا لے

وسیتیں

حضرت مجتبیٰؓ نے حضرت ابو محمد الجریؓ کو اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا۔ جب وقت قریب ہوا تو انہوں نے قریب بیٹھ کر دریافت کیا حضرت کوئی کام ہو تو حکم دیجئے۔ ارشاد فرمایا ہاں جب میں انتقال کر جاؤں تو تم مجھے غسل دینا اور تمہی میرے کفن کا انتظام کرنا۔ حضرت جریؓ نے یہ بات سنی تو رو دیئے اور ان کے ساتھ دوسرے حاضرین بھی رونے لگ گئے۔ اس کے بعد پھر ارشاد فرمایا کہ ایک کام اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ مجھے دفن کرنے کے بعد میرے ساتھیوں کے لئے کچھ کھانا تیار کر دینا تاکہ جب وہ تجھیز و تدفین سے واپس آئیں تو ان کو کھانا مل سکے اور ان میں پراگندگی واقع نہ ہو۔ یہ بات سنتے ہی حضرت جریؓ اور زیادہ رونے اور آنسو بہانے لگے اور کہنے لگے خدا کی قسم اگر ہم اپنی یہ دونوں آنکھیں بھی کھو بیٹھیں تو بھی ہم میں سے کوئی دو شخص اب اکٹھے ہوتے دکھائی نہیں دیتے۔

حضرت ابو جعفر فرغانیؓ کا بیان ہے کہ بخدا سانحہ ارتحال کے بعد ایسا ہی معاملہ پیش آیا۔ بارانِ طریقت

۱۔ وفيات الاعیان ج ۱ ص ۱۴۶، مرآة الجنان ج ۲ ص ۲۳۲، رسالہ تشریح ص ۱۹، تذکرۃ الاولیاء ص ۳۴۲، تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۳۸
شذرات الذهب ج ۲ ص ۲۲۸، النجوم الزاہرہ ج ۳ ص ۱۴۱، رسالہ تشریح ص ۱۴۷، صفحۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۳۸

کی کثرت اور اتفاق جو حضرت کی موجودگی میں تقاویہ باقی نہ رہا۔ لوگوں کا وہ مثال اجتماع تو بس حضرت اقدس کی کشش اور برکت کی بدولت تھا۔ قدرت نے یہ اتنے سارے لوگ حضرت کے جمال قدسی مثال کی زیارت کی خاطر اکٹھے کر دیئے تھے۔

حضرت علی بن محمد بن حاتم کہتے ہیں کہ حضرت نے بوقت وفات مجھے وصیت فرمائی کہ جو کچھ علم تحریری شکل میں مجھ سے منسوب ہے وہ سب دفن کر دیا جائے۔ عرض کیا گیا حضرت وہ کیوں؟ ارشاد فرمایا کہ میں یہ پسند کرتا ہوں کہ جب اپنے پالنے والے سے ملوں تو اپنے پیچھے کوئی ایسی چیز نہ چھوڑ گیا ہوں کہ جو مجھ سے منسوب ہو جبکہ تمہارے درمیان ہدایت کے لئے اللہ کے پیارے رسول کا علم موجود ہو۔

تلقین کلمہ طیبہ

حضرت جنید پرزاع کا عالم طاری ہوا تو کسی شخص نے کلمہ طیبہ پڑھنے کی تلقین کی اور کہہ دیا حضرت! اب اللہ اللہ کریں۔ یہ سنا تو فرمانے لگے بھائی بھلا وہ مجھے فراموش ہی کب ہوا ہے؟ پھر زبان مبارک پر یہ شعر آگئے۔

حاضر فی القلب بعدہ لست انساہ فاذکرہ
فہو مولای ومعتمدی ونصیبی منہ اذفرہ^۳

ترجمہ:- میرا دل اس ذات حق کی یاد سے آباد اور تروتازہ ہے۔ میں اسے کبھی بھولتا ہی نہیں کہ پھر یاد کرنے کرانے کی نوبت آئے۔

وہی میرا آقا اور وہی میرا سہارا ہے (الحمد للہ) مجھے اس سے (توفیق کا) وافر حصہ نصیب ہوا ہے۔

سجدہ ریزی اور گریہ زاری

حضرت بریری کا بیان ہے کہ وفات سے دو گھنٹی پہلے جب میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا

۱۵ الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۵ ۱۶ الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۵ ۱۷ تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۲۸

۱۸ رسالہ تشریح ص ۱۳۹۔

روتے ہیں اور بار بار سجدے کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا پیر و مرشد! آپ کو تو اس قدر زیادہ تکلیف ہے اور پھر بھی آپ عبادت میں اتنی زحمت اٹھا رہے ہیں۔ فرمانے لگے اے ابو محمد! اسی گھڑی تو مجھے زیادہ عبادت کرنے کی ضرورت ہے کہ اپنے مہبود کے پاس جا رہا ہوں۔ اس کے بعد بھی وہ سجدہ ریزی اور گریہ زاری کرتے رہے حتیٰ کہ اسی حالت میں دنیائے فانی سے گزر گئے۔ اے

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ:

تاریخ وفات

حضرت ابوالقاسم جنید نے بروز ہفتہ ۲۹۶ھ میں وفات پائی اور وہ دن نیروز الخلیفہ تھا لیکن دوسرا قول یہ ہے کہ آپ ۲۹۸ھ میں جمعہ کے روز کی آخری ساعت میں داخل بحق ہوئے اور ہفتہ کے روز سپرد خاک کئے گئے ۲۹

ابن النادوی کی تصریح کے مطابق مہینہ شوال کا تھا۔

نیروز الخلیفہ سے مراد خلیفہ مقتدر باللہ کی خلافت کی سالگرہ کا دن ہے۔

کارنامہ بزرگان ایران کے مؤلف کا کہنا یہ ہے کہ حضرت جنید نے اکانوے سال کی عمر میں ۲۹۶ھ کے آخری دن وفات پائی اور اتوار ۲۹۸ھ کے پہلے دن۔ نوروز۔ کو دفن کئے گئے۔

قطعہ تاریخ وفات (از مفتی غلام سرور لاہوری)

سید الطائفہ ولی زماں
یعنی حضرت جنید عالی شان
رفت چوں از بہاں بلغ جناب
نامور گشت سال رحلت آن
۲۹۶ھ

(خزینۃ الاصفیاء)

۱۵ المع فی التصوف ص ۲۱، صفحہ الصفوحہ ۲ ص ۲۳۸ ۲۵ دنیات الاعیان ج ۱ ص ۱۲۶، طبقات الصوفیہ ص ۱۵۶

۱۵ النجوم الزاہر ج ۲ ص ۱۵۱

غسل و کفن

حسب وصیت حضرت جریریؓ نے اجباب کی مدد سے جسدِ اقدس کو غسل دیا اور کفن پہنایا۔
 شیخ عطارؒ اور خواجہ نظام الدین ادلیاؒ کے بیانات کے مطابق اس وقت کئی کرامتوں اور خوارقِ عادات
 کا ظہور بھی ہوا تفصیل تذکرۃ الاولیاء اور افضل الفوائد میں موجود ہے۔

نمازِ جنازہ

جب جنازہ تیار ہو گیا تو حضرت اقدسؓ کے صاحبزادے (حضرت قاسم) آگے بڑھے اور نمازِ جنازہ
 پڑھائی۔ جنازے کی نماز میں شریک ہونے والوں کی تعداد کم و بیش ساٹھ ہزار تھی۔ ۱۵
 حضور کی روحانی شرکت

روایت ہے کہ اس رات کسی بزرگ نے خواب میں زیارت نبوی کا شرف حاصل کیا اور
 انہوں نے دیکھا کہ آنحضرتؐ تیز تیز کیس تشریف لے جا رہے ہیں، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آپ خلیفہ وقت کے جنازے
 میں شریک ہونے کے لیے جا رہے ہیں۔ اس بزرگ نے معلوم کیا تو تپ چلا کہ خلیفہ تو زندہ ہے البتہ حضرت جنیدؒ کا وصال
 ہوا ہے۔ گویا آنحضرتؐ نے حضرت جنیدؒ کو خلیفہ قرار دیا تھا۔ ص

مدفن مبارک

تدفین بغداد کے مشہور قبرستان شونیزیرہ کی غربی جانب حضرت سرّی سقلیؒ کے مزار مبارک کے
 پاس عمل میں آئی۔ اس طرح یہ استاد اور شاگرد جیسے اپنے دو رجیات میں ساتھ رہتے تھے، مرنے کے بعد
 پھر بھی پہلو بہ پہلو حیات سرمدی کی چادر تانے محو خواب ہیں۔

سوگواروں کا اظہارِ غم

حضرت جنیدؒ کی رحلت کا غم کوئی معمولی غم نہیں تھا۔ لوگ انہیں یاد کر کے مدتوں اظہارِ افسوس
 کرتے رہے۔ ان کے جانے سے علم و عرفان کی محفلیں لٹ سی گئیں اور تصوف و طریقت کی راہیں سونی سونی پڑ
 گئیں۔

۱۵ تاریخ بغداد ج ۲، ص ۲۳۸، المتعلم ج ۶، ص ۱۵۱، النجوم الزاہرہ ج ۳، ص ۱۰، صفحہ ۱۰، ص ۲۳۹

۱۶ طغیات الصوفیہ ج ۲، ص ۱۶۲

یارانِ طریقت کا شیرازہ بکمر گیا اور ایسا بکھر کہ پھر انہیں اکٹھا ہونا کبھی نصیب نہ ہوا۔ مسجد ٹونیز یہ میں جو غفلتہ اذکار اور
 زمزمہ تسبیح و تہلیل بلند ہوتا رہتا تھا وہ ماند پڑ گیا لوگ جب گبھراتے تو مزارِ حنیفہ کا رخ کرتے اور یہ حالت کئی ماہ
 تک قائم رہی۔ حضرت ابوالمحسین المناویٰ کا بیان ہے۔

مَا زال الناس يبتلون قبره في كلِّ يومٍ نحو الشهر أو أكثر^۱

ترجمہ :- لوگ آپ کے مزار پر ہر روز گاتار ایک مہینہ بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصے تک
 آتے رہے۔

مرثیہ مجذوب

حضرت ابو محمد جریری بیان کرتے ہیں کہ حضرت حنیفہ کے پڑوس میں ایک شکستہ حال مصیبت زدہ
 مجذوب سا شخص ایک کھنڈر میں رہا کرتا تھا۔ جب حضرت کی وفات ہو گئی اور ہم انہیں دفن کر کے واپس آ
 رہے تھے تو وہ شخص ہمارے سامنے آیا۔ پھر ایک بلند جگہ پر چڑھ کر اور میری طرف رخ کر کے کہنے لگا
 اے ابو محمد! کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں پھر اس کھنڈر کی طرف لوٹ جاؤں گا جبکہ میں اپنے سردار کو کھو بیٹھا
 ہوں، نہیں ہرگز نہیں۔ اب ایسا کبھی نہیں ہوگا۔ پھر وہ یہ شعر پڑھنے لگا۔

۱- وَأَسْفَى مِنْ فِرَاقِ قَوْمٍ هَمَّ الْمَصَابِيحِ وَالْحَصُونِ
 ۲- وَالْمَدُنِ وَالْمَزُنِ وَالرَّوْاسِي وَالخَيْرِ وَالْأَمْنِ وَالسُّكُونِ
 ۳- لَمْ تَتَغَيَّرْ لَنَا الْبِلْيَالِي حَتَّى تَوْقَتْهُمَا الْمَنُونِ
 ۴- فَكُلُّ جَمْرٍ لَنَا قُلُوبٍ وَكُلُّ مَاءٍ لَنَا عَيْونُ^۲

ترجمہ اشعار

۱- ہائے افسوس! وہ لوگ ہم سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جلا ہو گئے کہ جو گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں
 میں ہدایت کے روشن چراغ تھے اور اہل دین کی حفاظت کے مضبوط پہاڑ تھے۔

^۱ تاریخ بغداد ج ۱، ص ۲۲۸، النجوم الزاہرہ ج ۳ ص ۱۰۰، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۵-۹۶ و

تاریخ بغداد ج ۱، ص ۲۲۹

۲۔ وہ بزرگ (علم و عرفان کے شہر) برکتوں کے (بارانِ رحمت و عزیمت و استقامت کے) پہاڑ اور امن و سکون اظہیر و خوبی کے پکیرتھے۔

۳۔ ہمارے لیل و نہار ٹھیک ہی رہے مگر اس وقت تک جب تک کہ انہیں موت نے ہم سے چھین نہیں لیا۔ ان کی رحلت کے بعد تو نہ وہ راتیں ہیں اور نہ وہ دن رہے ہیں۔

۴۔ اب تو ہمارے دل کیا ہیں؟ یوں سمجھئے کہ (آتشِ فراق میں) جلنے والے انگارے ہیں اور ہماری آنکھیں ہیں کہ بس (غمِ رفتگان میں) بہنے والے دریا ہیں۔

نکیرین سے سوال و جواب

کسی بزرگ نے حضرت مجتہد کوان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ منکر نکیر کے ساتھ کیسے گزری۔ حضرت مجتہد نے جواب دیا کہ جب نکیرین آئے اور انہوں نے مَن رُبَاکَ بِاَ تیرا ب کون ہے؟ کا سوال کیا تو میں مسکرا دیا اور ان سے کہنے لگا کہ جس روز ازل میں خداوند تعالیٰ نے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ؟ دیکھا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ کہا تھا تو اس وقت میں نے یقیناً جواب میں بلی رکیوں نہیں کہا تھا اب تم مجھ سے آکر یہ پوچھتے ہو کہ تمہارا خدا کون ہے۔ بھلا جس نے بادشاہ کو خواب دیا ہو۔ اس کو آخر غلام سے کیا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ میں آج بھی اسی زبان سے وہی جواب دیتا ہوں کہ جو الست کے روز دیا تھا۔ یہ سن کر وہ دونوں فرشتے یہ کہتے ہوئے چل دیئے کہ یہ عاشق الہی ابھی نشہِ محبت میں سرشار ہے یہ

آخرت میں کیا کام آیا؟

حضرت جریری نے حضرت مجتہد سے ان کے وصال کے بعد خواب میں زیارت کی اور دریافت کیا حضرت! فرمائیے کیا حال ہے؟ ارشاد فرمایا۔ طاحت تلك الاشارات و بادت تلك العبارات مانفعنا الا تسبیحات کنا نقولها بالغدوات۔^{۱۵}

ترجمہ ۱۔ وہ اشارات دھرے کے دھرے رہ گئے اور متصوفانہ عبارتیں اور مضامین سب

۱۵ تذکرۃ الاولیاء ص ۳۲۴، افضل الفوائد ج ۱ مجلس علم ۲۵ رسالہ شہر یہ ص ۱۷۸

بے فائدہ رہے۔ اصل فائدہ پہنچایا تو بس ان کلماتِ ذکر اور تسبیحات نے کہ جو ہم راتوں کو پچھلے پہر پڑھا کرتے تھے
 حضرت جعفر مدنی نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا تھا۔ انہیں حضرت نے جو جواب دیا تھا اس کے الفاظ یہ
 تھے طَاحَتْ تِلْكَ الْاِشَارَاتُ وَغَابَتْ تِلْكَ الْعِبَارَاتُ وَفَنِيَتْ تِلْكَ الْعُلُومُ وَنَفَدَتْ تِلْكَ الرُّسُومُ
 مَا نَفَعْنَا اِلَّا رُكِيَعَاتٍ كَمَا نَرَكُهَا فِي السَّحْرِ۔

ترجمہ ۱۔ وہ اشارات بے سود رہے۔ عبارات چھپ چھپا گئیں۔ علوم کچھ زیادہ کام نہ آئے اور رسوم
 بے فائدہ سی رہیں۔ بالآخر صحیح معنوں میں کام آئیں تو صرف وہ تھوٹی سی چند رکعتیں کام آئیں کہ جو ہنگامِ سحر ہم
 ادا کیا کرتے تھے۔

باب دوم

علم و عمل

تبخیر علمی

حضرت مجتہد علوم ظاہرہ و باطنہ کے متبحر عالم تھے اور قرآن و سنت اور فقہ و تصوف کے حقائق و معارف پر جو دسترس انہیں حاصل تھی وہ صوفیہ اور مشائخ میں سے شاید ہی کسی کو میسر ہو۔

۵ ایں سعادت بزورِ بازو نیست تانہ بخشہ خدا کے بخشندہ

استحضار قرآن

قرآن مجید علوم کا سرچشمہ ہے۔ حضرت مجتہد نے نہ صرف اسے حفظ کرنے پر اکتفا کیا بلکہ اس میں اس قدر مشق و مہارت ہم پہنچائی کہ جو آیت جب اور جہاں سے چاہتے وہ فوراً ذہن میں آجایا کرتی۔ یہ استحضار مسائل کے استنباط اور استدلال میں بڑا معاون ثابت ہوا۔ مذاکرہ کی آب و تاب اور فقہ و طریقت کے کارنامے اسی قرآنی استحضار کے مرہونِ منت تھے۔

فہم قرآن

قرآن فہمی کا ملکہ کسی کو نصیب ہوا کرتا ہے۔ قرآن کے اسرار و موزہر کس و ناکس پر نہیں کھلتے کیونکہ اس کے لئے زبان کی مہارت سے زیادہ تقویٰ و طہارت کی شرائط ضروری ہیں۔ حضرت مجتہد کے ہاں ان اوصاف کی کوئی کمی نہ تھی۔ مشائخ کے زیر تربیت رہ کر اور تدبیر و تفکر سے کام لے کر انہوں نے قرآن کے حقائق و معارف اور بصائر و عبرت سے علم و آگہی پائی اور قرآن فہمی کی نعمت سے مالا مال ہو گئے۔

تفہم فی القرآن

کتاب اللہ میں جس قدر زیادہ غور و فکر کیا جائے اتنا زیادہ نور بصیرت ارزانی ہوتا ہے اور مسائل کے حل میں مدد ملتی ہے۔ حضرت مجتہد کو تفہم فی القرآن سے طبعی مناسبت اور اس پر مہارت تھی۔ چند واقعات اس سلسلے میں نذر قارئین ہیں۔

۱ :- حضرت جنیدؒ بیان کرتے ہیں کہ ایک بار میں حضرت سمریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ ان کی مجلس میں ایک شخص بے ہوش پڑا ہے۔ وجہ پوچھی تو حضرت سمریؒ نے بتایا کہ اس شخص نے قرآن کی ایک آیت سنی اور سن کر بے ہوش ہو گیا۔ میں نے تجویز کیا کہ اسے دوبارہ وہی آیت سنوائی جائے چنانچہ جب وہ آیت پڑھی گئی تو اسے آفاقہ ہو گیا۔ حضرت سمریؒ نے اس حکمتِ عملی کی توجیہ دریافت کی تو میں نے جواب دیا کہ یہ کارِ گنہ میں نے حکمتِ قرآن سے سیکھا۔ کیونکہ جب میں نے قرآن میں غور و فکر کیا تو مجھ پر انکشاف یہ ہوا کہ حضرت یوسفؑ کی قمیض جو حضرت یعقوبؑ کی نورِ بصیرت پھینے کا باعث بنی تھی وہی قمیض بنیانی کی بازیافت کا باعث بھی بن گئی۔ حضرت سمریؒ نے یہ سنا تو بڑے خوش ہوئے اور ان کے دل میں میری قدر بہت بڑھ گئی۔

۲ :- حضرت عبداللہ الکالیؒ کا بیان ہے کہ میں حضرت ابوالقاسم جنیدؒ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک عورت آئی اور حضرت سے کہنے لگی کہ میرا بیٹا گم ہو گیا ہے، دعا فرمائیں کہ جلد واپس مل جائے۔ حضرت نے فرمایا جاؤ اور جا کر صبر کرو۔ وہ عورت اس وقت تو چلی گئی لیکن تھوڑی دیر کے بعد پھر آمو جو ہوئی اور دعا کی درخواست کرنے لگی۔ حضرت نے حسب سابق اسے لوٹا دیا لیکن وہ عورت اس کے بعد بھی بار بار آتی رہی اور آپ بھی صبر کی تلقین کرتے رہے بالآخر ایک بار جب وہ آئی تو مانتا کے مارے اس کا برا حال تھا، بڑی بے چین اور پریشان تھی۔ تنگ آ کر کہنے لگی حضرت! اب مجھ میں صبر کی تاب نہیں رہی، خدا کے لئے دعا کیجئے۔

حضرت جنیدؒ نے جب اس کا یہ اصرار دیکھا تو فرمایا ”تم گھر جاؤ انشاء اللہ تعالیٰ تمہارا بیٹا گھر پہنچ چکا ہوگا۔ وہ خاتون گھر گئی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ واقعی اس کا بیٹا گھر آچکا تھا۔ اب وہ خوش خوش آئی اور حضرت کا شکریہ ادا کیا۔ حضرت جنیدؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کو کیسے معلوم ہو گیا کہ اس کا بیٹا واپس آ گیا ہوگا۔ ارشاد فرمایا خدا ہی کا تو فرمان ہے اِنَّ يٰحَبِيْبَ الْمُضْطَرِّ اِذْ دَعَا وَكَيْفَ السُّوءِ ۲۷/۴۲ یعنی اللہ کے سوا اور کون ہے جو بقیقہ کی دعا کو قبول کرتا ہے جبکہ وہ اس کو پکارتا ہے اور اس کی تکلیف کو دور کر دیتا ہے۔“

۱۳۔ حضرت مجتہد سے دریافت کیا گیا کہ مریدوں کو بزرگوں کی حکایات وغیرہ سنانے میں کوئی فائدہ ہے یا نہیں۔ ارشاد فرمایا حکایات یقیناً افادیت رکھتی ہیں کیونکہ الحکایات جُنْدٌ مِّنْ جُنُودِ اللَّهِ يَقْوَىٰ بِهَا قُلُوبَ الْمُرِيدِينَ یعنی بزرگوں کے یہ قصے کہانیاں اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر کا رویہ رکھتی ہیں کہ جن سے مریدوں کے دل تقویت پاتے ہیں۔ اس کی دلیل پوچھی گئی تو آپ نے سند میں یہ حدیث آیت پر مبنی ذکر فرمائی کہ مَا نُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَآدَاكَ ۖ ۱۱ یعنی اور ہم پیغمبروں کے قصوں میں سے یہ سارے (مذکورہ) قصے آپ سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعے سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں۔

۱۴۔ ایک دفعہ حضرت شبلیؒ نے لاهول ولا حول الا باللہ پڑھا۔ یہ کلمہ عموماً کسی ناگوار بات پر ادا کیا جاتا ہے لہذا حضرت مجتہد نے فرمایا تمہارے اس قول کا مطلب تو یہ ہے کہ تمہارا سینہ تنگ ہے تمہوں نے اثبات میں جواب دیا۔ اس پر حضرت نے مزید فرمایا کہ سینے کی تنگی سے یہ پتہ بھی چلتا ہے کہ تم قسمت پر بھی لاضی نہیں ہو۔

حضرت شیخ شہاب الدین بہروردی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حضرت مجتہد نے جو کچھ فرمایا اس میں رضا کی اصل بنیاد کی طرف متوجہ کیا گیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مقام رضا قلب کے انشراح کی بدولت حاصل ہوتا ہے اور شرح صدر ہمیشہ نور قلبین سے میسر آتا ہے جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے اَفَنُ شَرِّحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ ۗ ۲۹ یعنی پس خدا نے جس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیا ہے وہ اپنے پروردگار کے (عطا کردہ) نور پر ہے۔

اسی طرح ایک اور آیت میں یہی حقیقت کھول کر بیان کر دی گئی ہے فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا۔ ۱۱۰ یعنی جس شخص کو اللہ تعالیٰ راہِ ہدایت دینا چاہتا ہے اس کے سینے کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کو گمراہ بننے دینا چاہتا ہے سو اس کے سینے کو تنگ اور بہت تنگ کر دیتا ہے۔

۱۵ رسالہ کشمیر ص ۹۳، تذکرۃ الاولیاء ص ۵، نفحات الانس ص ۲۱ ۱۲ عوارف العارف

اردو ترجمہ ص ۵۶۸

قرآنی مذاکرے

حضرت مجتبیٰ کے اساتذہ و شیوخ کے ہاں مذاکرے روزمرہ کا معمول تھے۔ روحانی مباحث میں کتاب و سنت سے شواہد پیش کر کے گتیاں سلجھائی جاتی تھیں اور ان سے استنباط مسائل کی صلاحیت کو جلا ملتی تھی۔ حضرت مجتبیٰ نے اپنے طالب علمی کے دور میں ان مذاکرات میں سرگرمی سے حصہ لیا تھا اور جب عموماً مسند ارشاد پر بیٹھے تو ان روایات کو نہ صرف قائم رکھا بلکہ ان میں چارچاند لگا دیئے۔ امام قشیری نے اپنے رسالے میں ایک قرآنی مذاکرے کا ذکر کیا ہے جو حضرت مجتبیٰ کی مجلس میں منعقد ہوا تھا۔

موضوع کا عنوان عبارت یہ تھا مَا نَجَّامَنْ نَجَّا إِلَّا (نہیں نجات پائی جس نے بھی نجات پائی مگر) شرکائے مذاکرہ حضرت مجتبیٰ کے علاوہ ان کے مایہ ناز شاگرد حضرت رویم، حضرت جریری اور حضرت ابن عطاء تھے حضرت مجتبیٰ نے بحث کا آغاز کیا اور فرمایا۔

مَا نَجَّامَنْ نَجَّا إِلَّا بِصِدْقِ اللِّجَارِ یعنی نہیں نجات پائی جس نے بھی نجات پائی مگر خدا کی سچی حفاظت کے ذریعے سے پائی۔ انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں یہ آیت بھی پیش فرمائی وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَقُوا، هَتَّىٰ إِذَا ضَاكَّتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحَبَتْ وَضَاكَّتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَنْ لَا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ - الایہ ۱۱۸ یعنی اور ان تین شخصوں پر جو پیچھے رہ گئے تھے۔ یہاں تک کہ جب ان پر زمین باوجود اپنی وسعت کے تنگ ہو گئی تھی حتیٰ کہ ان پر اپنا وجود تنگ ہو گیا تھا اور انہوں نے یقین کر لیا کہ اللہ (کے عذاب) سے ان کے لئے سوائے اسی ذات کے کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔

حضرت رویم لب کشا ہوئے اور فرمایا مَا نَجَّامَنْ نَجَّا إِلَّا بِصِدْقِ التَّقَىٰ یعنی نہیں نجات پائی جس نے نجات پائی مگر تقویٰ کی سچائی کے ساتھ پائی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوءُ وَلَا هُمْ يَجْزُونَ ۳۹ یعنی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا حفاظت کی جگہ پر بچا دے گا، ان لوگوں کو کوئی برائی پیش نہیں آئے گی اور نہ وہ غم کھائیں گے۔

حضرت جریری نے بیان فرمایا مَا نَجَّامَنْ نَجَّا إِلَّا بِمُسْرَعَةِ الْوَفَا یعنی نہیں نجات پائی جس نے بھی نجات پائی مگر وفا کی پوری نگہداشت کے ساتھ۔ اس پر انہوں نے یہ آیت پیش کی الَّذِينَ يُؤْتُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَلَا يَنْقُضُونَ الْإِيثَاقَ ۳۲ یعنی یہ (سمجھدار) لوگ ایسے ہیں کہ اللہ سے جو کچھ انہوں نے عہد

کیا ہے اس کو پورا کرتے ہیں اور اس (عہد کو توڑتے نہیں۔ اس کے بعد کی ایک آیت میں کہا گیا اُولَئِكَ لَهُمْ عَقُوبَى اللّٰهِ اِلٰعِنٰى نِيْكَ اِنْجَامِ اِنْهٰى لُوْكَوْنَ كَلٰى مَقْدَرِ هٰى۔

اب حضرت ابن عطاءؒ کی باری تھی انہوں نے فرمایا ما نجا من نجا الا بتحقيق الجبار، یعنی نہیں نجات پائی جس نے بھی نجات پائی مگر حیا کی تحقیق کے ساتھ۔ انہوں نے تائید میں جو آیت پڑھی وہ یہ تھی اَلَمْ يَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰهَ يَرٰى ۹۶ یعنی کیا اس شخص کو یہ خبر نہیں کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔

اس کے بعد حضرت مجتبیٰ نے بحث کا اختتام کرتے ہوئے اکٹھے دو معرفت بھرے نکتے بیان فرمائے اور یوں گوہر نشاں ہوئے مَا نَجَا مِنْ نَجَا اِلَّا بِالْحَكْمِ وَالْقَضَاءِ، یعنی نہیں نجات پائی جس نے نجات پائی مگر اللہ کے حکم اور فیصلے کے ساتھ۔ اس پر یہ دلیل پیش کی اِنَّ الَّذِيْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُعَذَّوْنَ ۱۱۱ یعنی بیشک جن لوگوں کے لئے ہماری بھلائی مقدر ہو چکی ہے وہ اس (دوزخ) سے دور کئے جائیں گے۔

پھر حضرت نے مزید ارشاد فرمایا مَا نَجَا مِنْ نَجَا اِلَّا بِمَا سَبَقَتْ لَهُ مِنَ الْاِجْتِبَاءِ، یعنی نہیں نجات پائی جس نے بھی نجات پائی مگر محض اس بات کے ساتھ کہ اللہ نے ان کو پہلے ہی سے چن لیا تھا۔ اس موقف کی وضاحت کرتے ہوئے انہوں نے یہ آیت پڑھی وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۶۸ یعنی ہم نے انہیں چن لیا اور سیدھے راستے کی طرف ہمیں نے ان کی رہنمائی کی۔

کتابت حدیث

حضرت مجتبیٰؒ کا زمانہ حدیث نبوی کی جمع و تدوین کا زمانہ ہے چنانچہ انہوں نے بھی اس مقدس کام میں بھرپور حصہ لیا اور کتابت حدیث اور سماعت حدیث کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ کے استاد حضرت سرریؒ کا موقف یہ تھا کہ راہ طریقت پر قدم رکھنے سے پہلے سالک کو سنت سے باخبر ہونا چاہیے اور کتابت حدیث کر لینی چاہیے۔ اس سلسلے میں ان کا مشہور قول ہے اِذَا ابْتَدَا الْاِنْسَانَ بِالنَّسْكِ ثُمَّ كَتَبَ الْحَدِيثَ فَتَرَدَّ اِذَا ابْتَدَا بِلِكْتَبَةِ الْحَدِيثِ ثُمَّ تَنَسَّكَ لَفَدَّ لَه

یعنی جب انسان پہلے طریقت اختیار کر لے اور پھر کتابت حدیث کرے تو وہ خرابی سے محفوظ نہیں رہ سکتا جبکہ پہلے کتابت حدیث کر لینے اور اس کے بعد طریقت شروع کرنے سے وہ یقیناً کامیاب کامران رہتا ہے۔

اپنے شیخ کی طرح حضرت جنیدؒ کی رائے بھی یہی تھی کہ قرآن و سنت کا علم حاصل کئے بغیر طریقت پر گامزن ہو جانا ہلاکت و ضلالت کے سوا کچھ نہیں۔ آپ فرمایا کرتے تھے مَنْ لَمْ يَحْفَظِ الْقُرْآنَ وَلَمْ يَكْتُبِ الْحَدِيثَ لَا يُقْتَدَى بِهِ۔

یعنی جو شخص قرآن حفظ نہیں کرتا اور حدیث نہیں لکھتا اس کی طریقت میں قطعاً پیروی نہیں کی جاسکتی۔

روایت حدیث

حضرت جنیدؒ روای حدیث کی حیثیت سے بھی متعارف ہیں۔ شیخ ابو عبد الرحمن السلمی نے ایک حدیث کی روایت ان اسناد کے ساتھ کی ہے۔ حدیثنا محمد بن عبد اللہ الحافظ قال حدثنا بکیر بن محمد الحداد الصوفی بمكة حدثنا الجنید بن محمد ابوالقاسم الصوفی حدثنا الحسن بن عوفہ حدثنا محمد بن کثیر الکوئی عن عمرو بن قیس الملائی عن عطیة عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم احذروا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله وقرا ان في ذالك لايات للمتوسمين۔

توجہ بخذ ان اسناد حضور رسالت مآب نے فرمایا مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔ پھر ان حضرت نے آیت پڑھی جس کے معنی یہ ہیں بے شک اس میں تاڑنے والے لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

یہ حدیث امام سیوطی کی الجامع الصغیر میں موجود ہے البتہ اہل نظر کی نگاہ میں یہ سند کے اعتبار سے ضعیف ہے لیکن یاد رہے کہ ضعیف حدیث موضوع حدیث سے بالکل مختلف چیز ہے۔ ضعیف حدیثیں

ترغیب و ترہیب اور مناقب کے بیان میں مسئلہ طور پر قابل قبول ہیں۔ حدیث کی اس قسم کو ضعیف اس وجہ سے کہتے ہیں کہ سلسلہ اسناد میں کوئی وجہ ضعف مثلاً کسی راوی کا نقصان حفظ یا کسی راوی کا پتہ نہ چلنا وغیرہ رہ جاتا ہے۔ اس حدیث میں جس راوی کا ضعف پیش نظر ہے وہ یقیناً حضرت جنیدؒ کی ذات بابرکات ہرگز نہیں ہے۔

علامہ ابن جوزی نے صفتہ الصفوة میں بھی اس حدیث کا تذکرہ کیا ہے اور پھر خطیب بغدادی کے اس قول کی تردید کی ہے کہ جس میں انہوں نے کہا تھا کہ حضرت جنیدؒ سے اس کے علاوہ کسی اور حدیث کی روایت ہمیں معلوم نہیں۔ مزید فرمایا ہے کہ میں نے حضرت جنیدؒ سے ایک اور حدیث کی روایت کی ہے۔ جہاں تک سماعت حدیث کا تعلق ہے حضرت جنیدؒ نے بہت سے شیوخ سے کافی حدیث سماعت کی تھی جیسا کہ ابن النادوی کا بیان ہے کان الجنید قد سمع الحدیث الکثیر من الشیوخ لہ یعنی حضرت جنیدؒ نے شیوخ حدیث سے بہت زیادہ حدیث سماعت کی تھی۔ قلت روایت کا باعث ممکن ہے بہت سے اکابر کی طرح ان کی احتیاط ہو۔

علم فقہ

فقہ احکام شریعت کی تفصیل کا نام ہے۔ اس کی مدد سے حلال و حرام، فرض و واجب مودہ وغیرہ مودہ سنت اور مستحب و مباح وغیرہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ نیکی کے ہر کام کا درجہ اس کی اہمیت کی بنا پر متعین کیا جاتا ہے۔ تصوف و طریقت میں فقہ کی ضرورت محققین کے نزدیک محتاج بیان نہیں کیونکہ فقہ ہی اساس طریقت ہے۔ محض جہلا صوفیہ فقہ کو قابل اعتنا نہیں سمجھتے اور اپنی جہالت کی بدولت گمراہی کا شکار ہوتے ہیں۔

امام شعرانیؒ بجا طور پر فرماتے ہیں کہ حق تو یہ ہے کہ فقہ میں مشغولیت بیکاری ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ یہی تو طریقت کی اساس ہے کیونکہ اہل طریقت کی شان بھی یہی ہے کہ ان کی تمام حرکات و سکنات پوری طرح کتاب و سنت کے عین مطابق ہوں اور یہ چیز اس وقت تک معلوم نہیں ہو سکتی جب تک کہ انہیں

حدیث، فقہ اور تفسیر کے علوم میں تبحر حاصل نہ ہو۔

انسان کا مقصد تخلیق عبادت ہے لیکن بلا سوچے سمجھے اور بغیر علم کے عمل و عبادت کرتے رہنا خطر سے خالی نہیں ہوتا اس لئے اہل طریقت کے لئے شریعت کے اسرار و رموز اور اصول و آداب آگاہی ضروری امر ہے۔ طریقت میں صحیح معنوں میں کامیاب وہی ہوتا ہے کہ جو علم و دانش سے کام لے اور پوری طرح اتباع سنت کرے کیونکہ سنت ہی سرِ پائیز و برکت ہے۔

حضرت مجتبیٰ نے حضرت ابو ثورؒ سے علم فقہ باقاعدہ طور پر حاصل کیا تھا اور ان کے حلقے میں ان کی موجودگی ہی میں بیس سال کی عمر میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔

غالباً آپ نے حضرت سفیان ثوریؒ کے فقہی مسلک سے بھی استفادہ کیا تھا۔ اس طرح علم فقہ سے دلچسپی اور اپنی جودت طبع کی بدولت انہیں اس علم پر اس قدر دسترس ہو گئی تھی کہ خود امام اور مجتہد قرار پائے اور یہی فقہی مہارت شیطان کی کارستانیوں اور دشمنوں کی ریشہ و اینوں کے خلاف ان کے لئے مضبوط حصار ثابت ہوئی۔ حضرت مجتبیٰ خود فرماتے ہیں تفقہت علیٰ مذهب اصحاب الحدیث کابی عبید و ابی ثور و صحبت الحارث المحاسبی و سری بن المغلس رحمۃ اللہ علیہم و ذالک کان سبب فلاحی إذ علمنا ہذا مضبوط بالکتاب و السنۃ و من لم یحفظ القرآن و یکتب الحدیث و یتفقہ قبل سلوکہ فاتہ لا یجوز الا تداء بہ۔

ترجمہ :- میں نے اصحاب حدیث مثلاً حضرت ابو عبیدہ اور حضرت ابو ثور کے مسلک پر فقہ حاصل کی اور پھر حضرت حارث محاسبی اور حضرت سریؒ کی صحبت اختیار کی۔ یہی چیز میری کامیابی و کامرانی کا باعث بنی کیونکہ ہمارا یہ علم طریقت کتاب و سنت سے مستفید اور نصوص شریعت سے مضبوط ہے جو شخص سلوک سے پہلے قرآن حفظ نہیں کرتا، کتاب حدیث نہیں کرتا اور علم فقہ نہیں سیکھتا یقیناً ایسے شخص کی پیروی قطعاً جائز نہیں۔

حضرت مجتبیٰ کی فقیانہ مہارت کی جھلک ان کے رسائل اور کتب میں بھی بخوبی دکھائی دیتی ہے۔

۱۔ ایواقیت و الجواہر ج ۲ ص ۹۲ ۲۔ البدایہ و النہایہ ج ۱ ص ۱۱۳، تاریخ بغداد ج ۲ ص ۲۲۲، طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۲۵

رسالہ فقیر ص ۱۱، کتاب الانساب و رقی ص ۱۲ ص ۳۶، طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۳۶

جہاں وہ ایک فقیہ کے انداز میں اپنے احوال اور روحانی واردات کا تجزیہ کرتے ہیں، مباحث کے سلسلے میں پیدا ہونے والے سوالات تریب دیتے ہیں پھر ان کے جوابات دیتے ہیں اور کتاب و سنت سے استشہاد کرتے ہیں۔

علم تصوف و طریقت

فقہ کا تعلق انسان کے عمل کے ظاہری پہلو سے ہے جبکہ تصوف و طریقت کا تعلق عمل کے باطنی پہلو سے ہے۔ فقہ کا مطمح نظر یہ ہوتا ہے کہ حکم کی بظاہر تعمیل ہو گئی ہے یا نہیں۔ اسے اس سے چنداں بحث نہیں کہ اس وقت دل کا کیا حال تھا جبکہ تصوف دل اور باطن کی درستی اور تسلیم و انقیاد کا اہتمام کرتا ہے۔ عبادات میں خشوع و خضوع، اخلاص نیت اور حضور قلب کی کیفیت تصوف و احسان کی مرہونِ منت ہوا کرتی ہے۔ اعمال میں حسن و خوبی پیدا کرنے اور خوشنودی خدا کا التزام کرنے کی خاطر تصوف و طریقت کی ضرورت لازمی و لابدی ہے۔ تزکیہ نفس اور اصلاح باطن کی ضرورت اور اہمیت کا اندازہ اس بات سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ خوارج جو اعمال ظاہرہ کی بجائے اورمی میں مبالغے کی حد تک مستعد اور سرگرم تھے محض اپنے خبیث باطن کی وجہ سے فرمان رسالت کے مطابق دنیا و آخرت کی ہر سعادت سے محروم رہے ہیں۔

ہماری سعادت کا راز اسی میں مضمر ہے کہ فقہ اور تصوف دونوں سے رہنمائی حاصل کرتے رہیں انہی کی بدولت ہمارے اعمال ظاہری اور باطنی طور پر درست ہو جائیں گے۔ فقہ اور تصوف کی ایک دوسرے سے علیحدگی اور ثنویت انسانیت کے لئے ضرور رساں ہے۔

میرا ذاتی مشاہدہ ہے اور یقیناً بہت سے لوگ بھی اس سے اتفاق کریں گے کہ تصوف و طریقت کے بغیر فقہا غرور زدہ ہیں مبتلا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے اور علم فقہ کے بغیر صوفیاء بدعت کی طرف بے تحاشہ لپکتے ہیں۔

حضرت جنید فقہ و شریعت اور تصوف و طریقت دونوں کے جانے پہچانے امام تھے۔ ان علوم میں آپ کا جو مرتبہ ہے وہ اہل نظر سے مخفی نہیں ہے۔ فقہ کے بعد تصوف کی جو اہمیت ان کی نگاہ میں تھی اس کا اندازہ ان کے اس قول سے ہوتا ہے۔ انہوں نے ارشاد فرمایا لو علمت انّ اللہ علمات تحت اديم السما۔

اشرف من هذا العلم الذی تکلم فیہ مع اصحابنا و امتحاننا لسعیت الیہ و قصدتہ۔

۱۰ تاریخ بغداد ج ۲، ص ۲۲۲، کتاب الانساب ورق ۱۲۲

یعنی اگر میں یہ جانتا کہ زیر آسماں اس علم سے کہ جس میں اپنے اجباب کے ساتھ ہم مصروف گفتگو رہتے ہیں، بڑھ کر خدا تک پہنچانے والا کوئی علم ہے، تو میں ضرور اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا اور جہاں کہیں ہوتا وہاں جانے کا قصد کرتا۔

علم لدنی

علم لدنی اس علم کو کہتے ہیں کہ جو اللہ تعالیٰ کی نظرِ کرم کا رہینِ منت ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ ہی بطورِ خاص اس نعمت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ اسے خلوصِ نیت اور حسنِ عمل کا ثمر کہنا بھی مناسب ہوگا کیونکہ قُربِ خداوندی بخشنے والے کام کرنے اور رسولِ پاک کے نقشِ قدم پر چلنے سے جو روحانی بصیرت پیدا ہوتی ہے وہی چیز علم لدنی کہلاتی ہے۔ اس کے ذرائع الہام اور کشف ہوتے ہیں حضرت مجتبیٰ جو اولیائے کرام کے ستراج ہیں اس علم سے مالا مال تھے۔ حافظ ابن کثیر جو خود بہت بڑے محدث، مفسر اور مورخ گزرے ہیں اور اہل حدیث میں بڑے مقبول ہیں وہ حضرت مجتبیٰ کے بارے میں صراحت فرماتے ہیں لا دم التعب ففتم اللہ علیہ بسبب ذلک علوماً کثیراً^۱۔ یعنی انہوں نے اپنے آپ کو عبادت گزاروں کے لئے وقف کر دیا۔ اس کی برکت کے طفیل اللہ تعالیٰ نے ان پر بہت سے علوم کے دروازے کھول دیئے۔

نامور فقیہ حضرت ابن کثیر نے حضرت مجتبیٰ سے کوئی سوال پوچھا تو آپ نے اس کے متعدد جواب دیئے اور جب انہوں نے املا کر دینے کی درخواست کی تو ارشاد فرمایا لئن کنت اجریہ فانا املیہ ای ان اللہ هو الذی یجری ذلک علی قلبی وینطق بہ لسانی و لیس ہذا استفاد من کتب ولا من بالقلم واما ہذا من فضل اللہ یرہمنیہ و یجریہ علی لسانی^۲۔

توجہ :- اگر یہ بات ان خود کہتا تو لکھوا بھی دیتا یعنی یہ جو کچھ ہے خاص اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے وہی میرے دل میں القا کرتا ہے تو میری زبان گویا ہو جاتی ہے۔ اس علم کا تعلق پڑھنے پڑھانے یا قلم و قرطاس سے قطعاً نہیں بلکہ یہ سب کچھ فیضانِ ربانی ہے۔ وہی الہام کرتا ہے اور میری زبان سے یہ باتیں جاری ہو جاتی ہیں۔

^۱ البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۱۱۷ کتاب مذکور ص ۱۱۱

حضرت مجتہد کا معمول یہ تھا کہ جب کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو فوراً خدا کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جاتے۔
حضرت فارس بغدادی بیان کرتے ہیں کہ حضرت مجتہد فرمایا کرتے تھے کہ جب کبھی مجھ سے علم حقیقت کا کوئی مسئلہ
پوچھا جاتا ہے اور مجھے اس کے جواب پر پوری قدرت نہیں ہوتی تو پوچھنے والے سے توقع کرنے کے لئے
کہہ دیتا ہوں۔ حضرت فارس بتاتے ہیں کہ ایسے موقع پر حضرت گھر میں داخل ہو جاتے اور مالک حقیقی سے
معاملہ کرتے اور پھر باہر آ کر جواب دیا کرتے تھے۔

اس اندوادلے معاملے کی کیفیت حضرت محمد بن علی بن حبیش کے بیان سے واضح ہوتی ہے۔ وہ کہتے
ہیں کہ ایک دفعہ حضرت مجتہد سے ایک مسئلہ پوچھا گیا آپ نے فرمایا کہ تھوڑا سا انتظار کریں میں اپنے استاد
سے پوچھ لوں۔ اس کے بعد آپ گھر تشریف لے گئے۔ دو رکعت نماز نافلہ گزار دی اور اس کے بعد باہر آ کر
جواب دیا ۱۵ منکن ہے کہ یہ دو رکعت نماز استخارہ کیا کرتے ہوں اور مراقبے میں جو الفاظ انکشاف ہوتا ہو
وہ جواب میں بیان کر دیتے ہوں۔ لوگ مشکل مسائل لے کر آیا کرتے تھے اور آپ نٹوں میں جواب سے
سرفراز کرتے تھے۔ لوگ جوابات سن کر اور علم کے بحر بیکراں کو دیکھ کر ورطہ حیرت میں پڑ جاتا کرتے تھے۔
تذکرہ نگار لکھتے ہیں کہ حضرت مجتہد سے پوچھا گیا کہ آپ نے یہ علم کہاں سے حاصل کیا ہے تو اپنے گھر
کی ایک سیرھی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا۔ میں پورے تیس سال تک اس سیرھی کے نیچے خدا
کے حضور میں (مراقبے) میں بیٹھا ہوں۔ تب کہیں جا کر یہ کچھ مجھے نصیب ہوا ہے۔

ذوق شعر و شاعری

شعر ابلاغ اور اظہار جذبات کا ایک مؤثر ذریعہ ہے۔ صوفیائے کرام نے اس ذریعہ ابلاغ سے پوری
طرح فائدہ اٹھایا ہے اور عشق الہی، واردات روحانی، موعظت اور معرفت کے مضامین حسن و خوبی کے ساتھ
بیان کئے ہیں۔ قدرت نے حضرت مجتہد میں بھی یہ ذوق شاعری ودلیت کر رکھا تھا چنانچہ ان کے ہاں بھی شعرو
شاعری کے کچھ نمونے میسر ہیں۔ غالباً وہ شعر بہت کم کہتے تھے لیکن جب کہتے درداور سوز میں ڈوب کر

۱۔ تاریخ بغداد، ص ۲۲۶، کتاب مذکور ج ۲، ص ۲۲۵، طبعات الشافعیہ ج ۲، ص ۲۹، رسالہ نشریہ ص ۱۹،

کہتے تھے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اثنائے وعظ میں بیان فرمایا کہ حضرت جنیدؒ کی زبان مبارک پر اکثر یہ شعر رہتا تھا۔

۵ ائی شیء علیٰ منی العبد وما یملک بمولاه

یعنی میرا ہے ہی کیا؟ غلام خود اور جو کچھ اس کے پاس ہے، سب اس کے آقا کا ہے۔
ایک شخص نے حضرت جنیدؒ سے پوچھا کہ کس وقت کے گزر جانے پر اظہارِ افسوس کرنا چاہیے۔ فرمایا
زمانہ بسط کہ جس کے بعد انقباض ہو یا زمانہ انس کہ جس کے جلو میں وحشت آئے۔ اس کے حسب حال یہ
شعر بھی پڑھا۔

۶ قد کان لی مشرب یصفو برؤیتکم فکذرتہ ید الا یام حین صفا

یعنی میرے لئے ایک گھاٹ تھی جو تمہاری دید اور زیارت سے صاف رہتی تھی۔ مگر افسوس گردش ایام
کے ہاتھوں صفائی کے بعد اب تو اس میں کدورت آگئی ہے۔

امام کلاباذی رقمطراز ہیں کہ حضرت جنیدؒ کا یہ شعر ہم تک پہنچا ہے۔

۷ ذکر تک لا اتی تسینک لمحۃً و ایسر ما فی الذکر ذکر لسانی

یعنی اے میرے محبوب خدا، میں تمہیں یاد کرتا ہوں اور تمہیں کبھی لمحہ بھر کے لئے بھی نہیں بھولا۔ مجھے
ذکر میں سب سے آسان ذکر میرا اپنی زبان سے ذکر الہی کرنا ہے۔

شیخ ابو عبد الرحمن السلمیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ اور حضرت نورؒ کی کوئی عارضہ لاحق ہو گیا، حضرت جنیدؒ
نے اس کا اظہار کر دیا جبکہ حضرت نورؒ نے انخفا کو پسند کیا۔ حضرت نورؒ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو
وہ کہنے لگے ہم کسی تکلیف میں مبتلا ہی نہیں ہوتے جس پر حرفِ شکایت زبان پر لائیں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں
نے چند اشعار بھی پڑھے۔ جب یہ شعر حضرت جنیدؒ کو سنائے گئے تو آپ نے وضاحت فرمائی کہ ہم بھی شکوہ و
شکایت نہیں کرتے بلکہ ہم نے تو عینِ قدرت سے پردہ اٹھانا چاہا ہے اور یہ بتایا ہے کہ ہمیں غم بھی ان کا

۱ الفتح الربانی ص ۵۵، ۲ طبقات الصوفیہ ص ۱۶۳، ۳ صفة الصوفیة ج ۲ ص ۲۳۸، ۴ تعرف لذب

اہل التصوف ص ۷۷۔

عزیز ہے کیونکہ انہی کی دمی ہوئی چیز ہے۔ پھر یہ شعر پڑھے۔

- ۱- اجل مامنك يبدو لانه عنك جلا
- ۲- وانت يا انس قلبى اجل من عن تجلا
- ۳- افنيتنى عن جميعى فكيف ارعى المحلا؟

(۱) ترجمہ:- اے خدا! جو کچھ بھی تجھ سے ظاہر ہوتا ہے وہ بلند مرتبت ہے کیونکہ وہ تمہاری ہی طرف سے آیا ہے۔

(۲) اے میرے دل کی راحت! تو اس سے بلند ہے کہ تیری کسی چیز سے اظہار کراہت کیا جائے۔
 (۳) تو نے ہی تو مجھے اپنی ہر چیز سے لا تعلق کر دیا ہے پس میں کیسے اپنی مصیبت کی نگہداشت کروں؟
 حضرت جنیدؒ میں شعر گوئی کے ساتھ ساتھ سخن فہمی کا مادہ بھی وافر تھا۔ جب کوئی اچھا شعر سنتے تو پھر کھٹتے لیکن ان کے نزدیک اچھا شعر وہی تھا جو عشق حقیقی کا ترجمان اور معرفت اور عبرت سے لبریز ہو۔
 حضرت جنیدؒ خود فرمایا کرتے جتنا فائدہ مجھے ان شعروں سے پہنچا شاہد ہی کسی چیز سے پہنچا ہو۔ پوچھا گیا کہ وہ شعر کون سے ہیں تو ایک واقعہ سنایا کہ میں باب الفرائیس سے گزر رہا تھا کہ ایک لونڈی کو یہ شعر پڑھتے سنا وہ کہہ رہی تھی۔

- ۱- اذا قلت اهدى المجرى حلل الابل
- ۲- وان قلت هذا القلب احرقه الهوى
- ۳- وان قلت ما اذنبت قلت مجيبة

(۱) ترجمہ:- جب میں کہتا ہوں کہ ہجر و فراق نے میرے لئے مصیبتوں کے حلقے تحفے میں دیئے ہیں تو جو جواب دیتی ہے کہ اگر ہجر و فراق نہ ہوں تو محبت ٹھیک ہی نہیں رہتی۔

(۲) اور اگر میں کہتا ہوں کہ اس دل کو آتش محبت نے جلا کر رکھ دیا ہے تو کہتی ہے کہ آتش محبت ہی سے تو دل کی عزت حاصل ہے۔

(۳) اور اگر میں یہ کہتا ہوں کہ میں نے کوئی گناہ نہیں کیا تو تم جو اب میں کہتی ہو تمہاری زندگی وجود ہی تو ایسا گناہ ہے کہ جس کے برابر کوئی گناہ نہیں۔

حضرت جنیدؒ مزید فرماتے ہیں کہ شعر پڑھنے کے بعد وہ لونڈی بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ کچھ دیر کے بعد ہوش میں آئی۔ اسی آٹا میں مکان کا مالک اور لونڈی کا آقا باہر نکلا اور اس نے مجھ سے کیفیت دریافت کی۔ میں نے سارا حال کہہ سنایا۔ وہ کہنے لگا کہ یہ میری لونڈی ہے لیکن اب میں اسے آپ کو ہبہ کئے دیتا ہوں۔ میں نے اس لونڈی کو قبول کر لیا لیکن خانقاہ پہنچ کر اسے آزاد کر دیا اور اپنے ایک مرید کے ساتھ اس کی شادی کر دی۔ بعد ازاں اس سے ایک بچہ پیدا ہوا جو بڑا ہو کر بڑا صالح جوان ثابت ہوا۔ اس جوان نے تنہا اور پیادہ پاتیس حج ادا کئے۔

جامعیتِ علوم

حضرت جنیدؒ کے لئے علم متاعِ گم گشتہ تھی لہذا ہمیشہ اس کی تلاش میں سرگرداں رہتے تھے، جہاں سے مل جاتا، پا کر بہت خوش ہوتے۔ ہوتے ہوتے ان کی ذات ظاہر و باطن کے بہت سے علوم کی جامع بن گئی۔ خود فرمایا کرتے تھے مَا أَخَذَ بِي اللَّهُ إِلَى الْأَرْضِ عِلْمًا وَجَعَلَ لِلْخَلْقِ إِلَيْهِ سَبِيلًا إِلَّا وَقَدْ جَعَلَ لِي نَيْبًا وَنَصِيبًا۔

ترجمہ :- اللہ تعالیٰ نے روئے زمین پر جس قدر علم پھیلا یا ہے اور مخلوق کو اس کے حصول کا موقع دیا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس میں میرا ضرور حصہ رکھا ہے۔

ان کی شرف نگاہی اور تبحرِ علمی کا سارا زمانہ معترف ہے۔ بہر علم و فن کا استاد ان کے سامنے زانوئے ادب تہ کرتے اور ان سے خوشہ چینی کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اس سلسلے میں مشہور معترضی فاضل ابوالقاسم الکلبی (المتوفی ۵۲۱۹) کی عینی شہادت اسی حقیقت کی نشاندہی کرتی ہے۔ وہ لوگوں کو مخاطب کر کے کہا کرتے تھے کہ میں نے بغداد میں تمہارا ایک بزرگ دیکھا ہے جنہیں لوگ حضرت جنیدؒ بن محمد کے نام سے یاد کرتے ہیں وہ بزرگ کیسے ہیں؟ خدا کی قسم! میری ان دو آنکھوں نے ان جیسا کوئی بزرگ آج تک نہیں دیکھا۔ ان کے علم و فضل کا یہ عالم ہے کہ ادیبان کی شروتِ الفاظ کے لئے موجود رہتے تھے، فلسفی ان کے ہاں دقیق معانی

۱۔ دنیا ت الایمان ج ۱ ص ۱۲۶، ابدایہ والنہایہ ج ۱ ص ۱۱۵، مرآة الجنان ج ۲ ص ۲۳۲، تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۲۲

بلقات الشانیہ ج ۲ ص ۲۸، صفة الصفوة ج ۲ ص ۲۳۵، المنتظم ج ۶ ص ۱۰۵

اور لطیف مطالب کی خاطر حاضر ہوا کرتے تھے شعرا ان کی فصاحت کی خوش چینی کے لئے ماضی دیتے تھے اور متکلمین ان کے مسکت اور دلائل کی دولت سے مالا مال علم سے استفادہ کے لئے ان کے حضور میں آیا کرتے تھے لیکن آپ کا کلام ان لوگوں کے فہم، علم اور کلام سے کہیں بلند ہوا کرتا تھا۔

حَسَنِ عَمَل

علم کی دولت سے تو بہت سے لوگ مالا مال ہوتے ہیں لیکن علم کے ساتھ عمل کی توفیق بہت کم لوگوں کو نصیب ہوا کرتی ہے اور جس کسی کو یہ توفیق میسر ہو تو وہ شخص نور علی نور ہے۔ حضرت جنیدؒ جہاں اپنے تبحر علم میں بالکمال تھے وہاں حسن عمل میں بھی ان کا کوئی جواب نہیں۔ ان کی عبادات اور اعمالِ صالحہ کا کسی قدر اندازہ حسب ذیل عنوانوں کے مندرجات سے ہو سکتا ہے۔

تلاوتِ قرآن

حضرت جنیدؒ کو کتاب اللہ سے جو وابستگی اور شیفتگی تھی اسی کا اثر تھا کہ انہیں جو عبادت سب سے زیادہ محبوب رہی وہ تلاوتِ قرآن تھی۔ یہ تلاوت ان کا روزمرہ کا معمول بن گئی اور دن رات اسی عبادت میں لگے رہتے تھے۔ رات کے سناٹے میں جب کوئی حجرہ جنیدؒ سے کان لگا کر سنتا تو اسے پرسوز آواز میں الوہی نغمات سنائی دیتے تھے۔ تلاوتِ قرآن ان کا اصل ورد و وظیفہ تھا اور یہی ان کی دعا و مناجات جو وقت اس عبادت میں بسر ہو جاتا اس کو اپنی متاع عزیز سمجھتے اور اسی کو اپنا گوشہ آخرت قرار دیتے تھے۔ حتیٰ کہ جب بستر مرگ پر چند گھنٹوں کے زمانہ پڑتے تھے تو اس وقت بھی تلاوت سے غافل نہیں ہوئے۔ اس وقت پورا قرآن ختم کیا تھا اور دوسری بار سورہ بقرہ کی ستر آیتیں تلاوت کر پائے تھے کہ پیغامِ اجل آہنچا اور اس کے بعد وہ زبان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی کہ جو تلاوت سے ہمیشہ تر رہا کرتی تھی۔

۱۔ تاریخ بغداد ج ۲، ص ۲۲۳، لیلیات الشافعیہ ج ۲، ص ۲۸، نذرات الذهب ج ۲، ص ۲۸، مراۃ الجنان

قرآن پر عمل

علم کے ہوتے ہوئے عمل نہ کرنا یا بغیر علم عمل کرتے جانا دونوں خطرناک چیزیں ہیں۔ ان سے اندر وہ ویشیانی کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ صحیح علم پر حسن عمل ہی وہ چیز ہے جو دین و دنیا میں کامیابی و کامرانی کی ضامن ہے۔ علم پر حسن کارانہ انداز میں عمل پیرا ہونے سے جو مزید علم و عرفان حاصل ہوتا ہے صوفی کی اصطلاح میں وہ علم حقائق کہلاتا ہے۔ حضرت مجتبیٰ علم و عمل کے مجمع البحرین تھے۔ انہوں نے قرآن پڑھا، سمجھا اور پھر اس کی تعلیمات پر پوری طرح عمل بھی کیا۔ قرآن نے جن چیزوں سے روکا وہ رک گئے، جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا وہ کام کئے۔ مختصر یہ ہے کہ کتاب اللہ نے تقویٰ شعار لوگوں کے لئے زندگی کا جو سانچہ تیار کیا وہ اس میں ڈھل گئے۔ تلواریت کے ساتھ ساتھ تدبیر کرتے جاتے اور یہ بھی دیکھتے جاتے کہ کن کن نواہی سے وہ باز رہے ہیں اور کن کن اوامر پر عمل ہوا ہے۔ اپنے نفس کا محاسبہ کرتے رہتے اور جائزہ لیتے رہتے کہ ابھی کتنے ایسے احکام ہیں کہ جو ابھی شرمندہ عمل نہیں ہو پائے۔ جہاں کہیں اپنی کوتاہی محسوس کرتے تو بہرہ و استغفار کرتے اور کامیابوں کو توفیقات الہی کا رشمہ قرار دیتے۔ جتنا علم و عمل زیادہ ہوتا جتنا اتنا عجز و انکسار میں اضافہ ہوتا۔ سچ ہے جو جو شاخ ثمر دار ہوتی ہے وہی زیادہ بھکتی ہے۔

اپنے قول و عمل سے سراپا تبلیغ تھے لیکن جو کچھ کہتے خود اس پر دوسروں سے زیادہ عمل کیا کرتے تھے۔ اپنے علم و عمل پر کبھی نازاں نہیں ہوتے تھے بلکہ اسے بس توفیق الہی کا نتیجہ سمجھتے تھے۔ وما توفیقی الا باللہ ایک بار کسی شخص نے حضرت جنیدؒ کے سامنے یہ آیت پڑھی یا ایہا الذین امنوا لیسئلواکم عن ما لا تدرسونہ۔ یعنی اے ایمان والو! تم وہ باتیں دوسروں کو کرنے کے لئے کہیں کہتے ہو جن پر تم خود عمل نہیں کرتے۔ حضرت جنیدؒ نے یہ آیت سنی تو بارگاہ الہی میں عجیب اعتذار اور بڑے ناز و نیاز کے ساتھ التجا کرنے لگے۔ پالنے والے! تو جانتا ہے کہ ہم نے جو کچھ کہا وہ محض تیری رضا کی خاطر اور تیری ہی توفیق سے کہا ہے اور جو کچھ نیک عمل بن پڑے ہیں وہ بھی بس تیری رضا کے لئے اور تیری توفیق ہی سے سرانجام دے سکا ہوں۔ بار الہا! پھر ہمارا قول، ہمارے فعل کے خلاف کیوں کر تصور ہوگا؟

اتباع سنت

حضرت جنیدؒ نے سنت کا علم حدیث کے ذریعے سے حاصل کیا تھا اور زندگی بھر اس اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا رہے۔ وہ خود بہت بڑے ولی اللہ تھے اور ان کی سب سے بڑی کرامت سنت پر استقامت تھی۔ قرآن کے بعد سنت ہی کو وہ ہدایت کا سرچشمہ اور طریقت کا رہنما سمجھتے تھے۔ ان کے نزدیک سنت ہی عشقِ الہی کی بنیاد اور عبودیت کی معراج تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ عبودیت کی دو خصلتیں ہیں یعنی ظاہر و باطن میں خدا کی رضا پر راضی ہونا اور رسولِ کریمؐ کی کمالِ محبت کے ساتھ پوری اتباع کرنا۔

اقامتِ صلوٰۃ

ناز بلاشبہ اہل اسلام کی امتیازی شان والی عبادت اور اطمینانِ قلب ترقی درجات اور تقربِ خداوندی کا بہترین ذریعہ ہے۔ حضرت جنیدؒ یہ ناز پورے آدابِ کمال کیسوئی اور اس خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کیا کرتے تھے کہ جو خاصانِ خدا کا حصہ ہے یہ ناز انہوں نے اس وقت بھی نہیں چھوڑی جبکہ مرض الموت میں مبتلا اور متورم اعضا کے باعث سخت تکلیف میں تھے۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ اس حال میں بھی تکیے کا سہارا لے کر فریضہِ خداوندی ادا کر رہے ہیں۔ تاریخ نے ان کی پابندیِ نماز کا ایک اور واقعہ بھی اپنے صفحات میں محفوظ کر رکھا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک دفعہ آشوبِ چشم کی نوعیت کی کوئی سخت تکلیف آنکھوں کو لاحق تھی۔ امراضِ چشم کے ایک ماہرِ مجوسی معالج کو بلوایا گیا۔ اس نے مشورہ دیا کہ آنکھوں کو پانی لگنے سے بچایا جائے۔ حضرت جنیدؒ نے یہ سن کر فرمایا وضو کی وجہ سے ایسی احتیاط پر کاربند ہونا تو مشکل ہوگا۔ معالج کہنے لگا کہ اگر آنکھوں کی صحت درکار ہے تو اس احتیاط کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں۔ یہ کہہ کر معالج تو چلا گیا لیکن حضرت نے حسبِ معمول وضو کیا اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو سب مرید یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آنکھیں بالکل ٹھیک ہو چکی تھیں۔ دوسرے روز وہ مجوسی معالج آیا تو وہ بھی بڑا حیران ہوا۔ حضرت جنیدؒ سے شفا یابی کا سبب دریافت کیا تو آپؒ نے ارشاد فرمایا بس میں نے

تو آنکھوں کے مقابلے میں آنکھوں کی ٹھنڈک نماز کو عزیز تر سمجھ کر وضو کر لیا تھا اور نماز شروع کر دی تھی۔ شافی مطلق نے اپنا کریم فرمایا اور آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔ یہ سن کر وہ مجوسی معالج بے اختیار بلول اٹھا۔ یہاں انسان کا کیا کام؟ یہ تو خالق و مالک کا خاص علاج ہے۔ ساتھ ہی یہ کرامت دیکھ کر وہ معالج مسلمان ہو گیا۔
حضرت جنیدؒ بالعموم نماز باجماعت ادا کیا کرتے تھے۔ نماز باجماعت کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ خود ان کا اپنا بیان ہے کہ بیس سال ہونے کو آٹے ہیں کبھی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔

التزام روزہ

کچھ کھائے پئے بغیر ذکر الہی کرنا فرشتوں کا وصف ہے۔ انسان بھی اگر بہیمیت چھوڑ کر ملکوتی صفات کا آئینہ دار بننا چاہے تو اس کے لئے خالی پیٹ رہنا اور مہو کے پیاسے رہ کر ذکر کرنا لازم ہوگا۔ سیرشکمی یقیناً اس راہ کا سنگِ گراں ہے اور اس کے ساتھ روحانی ارتقاء ناممکن الحصول ہے۔ اسلام نے خلوٹے بطن کا ایک مثالی طریقہ روزے کی شکل میں ہمارے لئے مقرر کر دیا ہے۔

رمضان المبارک کے فرض روزوں کے علاوہ انسان بچنے چاہے نفلی روزے رکھ سکتا ہے۔ روزوں سے روحانیت اور نورانیت پیدا ہوتی ہے اور تقویٰ کی تربیت کا بخوبی اہتمام ہوتا ہے۔ حضرت جنیدؒ روزے کی برکات سے فیضیاب ہوئے اور ترقی مدارج کی خاطر سال کے اکثر و بیشتر دن روزے کی حالت میں بسر کیا کرتے تھے البتہ اگر کوئی دوست یا بہمان آجاتا تو نفلی روزہ افطار کر لیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ دوستوں کے ساتھ مل کر کھانا فضیلت و ثواب میں نفلی روزے سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

حضرت جنیدؒ کی روحانیت اور ولایت کا راز زہد، شب بیداری اور گرسنگی میں تھا چنانچہ فرمایا کرتے تھے یہ سب کچھ ہم نے قرطاس و قلم یا قیل و قال سے حاصل نہیں کیا بلکہ اس سلسلے میں ہمیں صحابی رسولؐ حضرت ابو عبد اللہ حارث بن نعمانؒ کی زندگی سے رہنمائی حاصل ہوئی ہے جن کا قول یہ تھا عزقت نفسی عن الدنيا فاسهرت لیلی واطمات نہاری۔ یعنی میں نے لذت دنیا سے منہ موڑ لیا پس میری راتیں شب بیداری میں گزریں اور دن بھوک پیاس میں گزار دیئے تب جا کر کچھ حاصل ہوا۔

۱۔ تذکرۃ الاولیاء ص ۳۲۴ ۲۔ کتاب مذکور ص ۳۲۲ ۳۔ اللع فی التصوف ص ۱۶۵ ۴۔ طبقات الصوفیہ ص ۱۵۸

اہتمام حج

حج اسلام کا ایک رکن ہے جس کا اہم مقصد اخوت و مساوات کو فروغ دینا اور انسان میں بلہیت اور عبودیت کے پاکیزہ جذبات کو پروان چڑھانا ہے۔ مناسک حج ہمیں یہ سبق دیتے ہیں کہ ہم سب ایک خدا کے بندے ہیں اور وہی ایک واحد لا شریک ہم سب کا آقا ہے۔ ہمارا اپنا کچھ نہیں بلکہ سب کچھ حقیقی معنوں میں خدا کی ملکیت ہے۔ اس لئے تقاضائے عبودیت یہی ہے کہ ہمارے جان و مال، آل و اولاد، قربانی و عباد اور حیات و ممات غرضیکہ سب کچھ خدا کے لئے ہو جائیں ہم جو کچھ بھی کریں وہی کریں جو اسے پسند ہو اور اسی کی رضا کی خاطر ہو۔ انہی مقاصدِ جلیلہ کو پیش نظر رکھ کر اور تلہیت کے پر خلوص جذبے کے تحت حضرت جنیدؒ نے متعدد بار حج کی سعادت حاصل کی۔ روض الریاحین اور دیگر تذکروں سے یہ بات پائیدار ثبوت کو پہنچتی ہے کہ آپؒ کو یقیناً کئی بار حج پر جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس لئے حضرت ابن سالمؒ کا یہ بیان محل نظر ہے کہ دیگر مشایخ مثلاً حضرت سہل تشریؒ وغیرہ کی طرح حضرت جنیدؒ نے بھی بالغ ہونے کے بعد ایک فریضہ حج کے سوا کوئی نفل حج نہیں کیا۔ اسی طرح انگریزی انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقالہ نگار کا یہ کہنا کہ حضرت جنیدؒ نے پے در پے تین تہا اور پیاہ تیس حج کئے تھے غلط فہمی کا نتیجہ ہے کیونکہ یہ معین تعداد تذکروں اور طبقات کی کتب میں کہیں درج نہیں ہے۔ غالباً فاضل مقالہ نگار کو درب القراطیس والی لونڈی کے واقعے سے مغالطہ ہوا ہے جس کے لڑکے نے جو ان ہو کر واقعی تیس حج ادا کئے تھے۔ مناسک حج میں سے طوافِ کعبہ سے حضرت جنیدؒ کو بے پناہ رغبت تھی۔ روض الریاحین کی ایک روایت میں ہے کہ جب رات ساری دنیا محو خواب ہوتی حضرت جنیدؒ اٹھ کر طوافِ کعبہ میں مصروف ہو جاتے۔

عزمِ جہاد

عام صوفیہ عام طور پر جہاد سے گریزاں رہتے ہیں یقیناً یہ رہبانی اثر ہے۔ متقدمین کے ہاں قطعاً یہ بات نہ تھی۔ وہ بزرگ دن کے وقت گھوڑوں کی پیٹھوں پر ہوتے اور رات کو مصلیٰ عبادت پر دکھائی دیتے تھے۔

حضرت جنید بذاتِ خود رویوں کے خلاف کئی معرکوں میں حصہ لیا اور اپنے مریدوں کو بھی ہمیشہ ترغیبِ جہاد دیا کرتے تھے۔ انہی تعلیمات کا اثر تھا کہ آپ کے ارادت مند اللہ کی راہ میں سرفروشی بلکہ اپنا سب کچھ لٹا دینے کے جذبے سے سرشار دکھائی دیتے ہیں۔

نوافل

حدیثِ نقیب بانوائف میں قربِ الہی کے ایک بلند درجہ کی نشاندہی کی گئی ہے جو نفلِ عبادات کے ذریعے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشایخِ عظام نے نمازِ نافلہ کی کثرت پر زور دیا ہے۔ حضرت جنید اپنے تجارتی کاروبار اور گونا گوں مصروفیات کے باوجود بقول حضرت فارسؒ کثیر الصلوٰۃ تھے۔ ابتدا میں تین سو رکعات نفل روزانہ پڑھا کرتے تھے۔ بعد میں یہ تعداد بڑھ کر چار سو رکعات تک پہنچ گئی شیخ الاسلام ہرذی فرماتے ہیں کہ جنید اسی نمازِ نافلہ اور کثرتِ عبادت کی وجہ سے طاووس العباد کے لقب سے مشہور ہوئے ہیں۔

حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکرؒ مزید یہ انکشاف فرماتے ہیں کہ حضرت جنید جب کسی بیماری یا مصیبت میں مبتلا ہوتے تو اس رات معمول سے زیادہ نوافل یعنی ہزار رکعت تک ادا کیا کرتے تھے۔

قیامِ لیل

رات کو بیدار رہ کر عبادت کرنے اور نوافل پڑھنے کی بڑی فضیلت ہے۔ حی و قیوم ذات سے سچی محبت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ محبِ شب زندہ دار ہو۔ حضرت جنید عاشقِ صادق تھے اور اسی سنت پر عمل پیرا تھے کہ جو سچے عاشقوں کا شعار ہے۔ رات کو عموماً بہت کم سویا کرتے تھے البتہ دن کو اتباعِ سنت میں کسی قدر قیلو لہ ضرور کر لیا کرتے تھے۔ شب بیداری کا اثر آنکھوں میں خمارِ محبت بن کر جلوہ گرہ رہتا تھا۔ ایک روایت کے مطابق حضرت جنید نے پورے تیس سال اس حال میں گزارے ہیں کہ عشاء کے وضو سے نمازِ فجر ادا کی ہے۔

طبقات الصوفیہ ہرذی ص ۱۶۳ ۱۵۲ اسرار الادیاء ص ۱۱۵ تذکرۃ الاولیاء ص ۳۲

بقول حضرت جعفر خلدیؒ حضرت جنیدؒ نے فرمایا ہے کہ میں نے چالیس سال سے سونے کے لئے کبھی بستر نہیں بچھایا البتہ یہ الگ بات ہے کہ مصلیٰ عبادت پر نیند کا غلبہ ہو گیا ہو اور آپ سولے بوں کیونکہ اسے آپ نعمتِ خداوندی قرار دیا کرتے تھے۔

خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا بیان ہے کہ حضرت جنیدؒ اس قدر قیام کیا کرتے تھے کہ پائے مبارک چھٹ جاتے اور خون رواں ہو جاتا تھا۔

جہاد بالنفس

ضبطِ نفس اور تزکیہ باطن کی خاطر اہل طریقت کے ہاں مجاہدات کا معمول ہے۔ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ نفس اتارہ کے خلاف اس قدر جدوجہد کی جائے کہ وہ نفس مطمئنہ میں تبدیل ہو جائے اور اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر خوشی سے تسلیم خم کر دے۔ صحابہ کرامؓ کو ان مجاہدوں کی چنداں ضرورت پیش نہیں آئی کیونکہ وہ خیر القرون میں تھے اور پیغمبرِ خدا کے فیضانِ نظر سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا تھا۔ مشایخِ عظام نے بعد ازاں لوگوں کی طبیعتوں کا لحاظ رکھ کر مجاہدات کے کچھ طریقے اختیار کئے ہیں۔ متقدمین کی مجاہدات کے سلسلے میں یہ کوشش رہی کہ ہدایت کے روشن ستاروں یعنی صحابہ کرامؓ کے اسوہ عمل سے کسب فیض کیا جائے حضرت جنید صوفیائے متقدمین کے سرگروہ ہیں۔ انہوں نے مخالفتِ نفس کی خاطر مجاہدات کئے ہیں۔ قلتِ طعام ان کے ہاں کلیدِ کامرانی تھی۔ حضرت جعفر خلدیؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ نے بیس سال اس طرح گزارے کہ ہفتے کے ہفتے کھانا کھایا کرتے تھے یہ

حضرت جنیدؒ اصولِ طریقت اور بلاکشی کے باب میں امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰؑ کو اپنا پیشوا قرار دیا کرتے تھے یہ

سیدنا حضرت علی المرتضیٰؑ کی حیاتِ طیبہ کا مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت بخوبی اجاگر ہوتی ہے کہ ان کی

۱۵ البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۱۱۲، تاریخ بغداد ج ۷ ص ۲۲۳، طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۲۹ ۵۲ افضل الفوائد
ج ۱ مجلس ۱۶ ص ۵۳ طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۲۹، صفتہ الصفوة ج ۲ ص ۲۳۵ ۵۴ کارنامہ بزرگان ایران

سیرت و کردار میں نفس کی تہذیب و تزکیہ اور قلب کی نظیر و نویر کے لئے ہمارے لئے رہنمائی کا بہترین سامان موجود ہے۔ جہاد بالنفس کے سلسلے میں ان کے معمولات بلاشبہ مثالی تھے۔ حضرت علی المرتضیٰؑ اپنے نفس کو تکبر سے بچانے اور خاکساری اور فروتنی کے جذبے کے تحت خاک پر سوجایا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے بارگاہ رسالتؐ سے ابواب کالقب ملا۔ جو انہیں دوسری کنیتوں اور سارے لقبوں سے محبوب تھا۔ زہد فی الدنیا اور قلت طعام کا یہ عالم تھا کہ گھر میں کئی کئی روز تک چولہا نہیں جلتا تھا۔ دن رات ناقوں میں کاٹ دیتے تھے۔ ناقوں کے بعد جب کھانا میسر آتا اور کھا رہے ہوتے اور کوئی سائل دروازے پر دستک دیتا تو اسے دے دیتے اور خود صبر و شکر کر لیتے۔ کھانا کھاتے بھی تھے تو مؤمان جویں کے چند روکھے سوکھے نوالوں کے سوا کچھ نہ ہوتا تھا۔ جب کوئی اچھا کھانا لینے کو کہتا تو در دھڑے لہجے میں فرمایا کرتے۔ بھائی! میں اچھا کھانا کھانے سے روک رہا ہوں جبکہ میرے ارد گرد بھوک کے مارے تڑپتے دل اور پیاس سے جلتے ہوئے گلے ہوں۔ شبِ ضربتِ روزہ افطار فرمایا تو ان کی صاحبزادی حضرت ام کلثومؓ نے نانِ شعیر کے ساتھ دودھ اور نمک رکھ دیا۔ یہ دیکھ کر ارشاد فرمایا بیٹی تمہیں تو اچھی طرح معلوم ہے کہ اپنے دستِ خوان پر دو کھانے کبھی جمع نہیں کیا کرتا۔ پھر یہ دو کھانے کیوں موجود ہیں؟ مختصر یہ کہ کھانے کے معاملے میں ان کی خلافت سے پہلے اور خلافت کے بعد ہمیشہ یہی روش رہی تھی کہ اپنے مالکِ حقیقی سے جا ملے۔ آپؐ جو کام بھی کرتے تھے وہ محض رضائے الہی کے لئے کیا کرتے تھے اور اس میں نفسانیت کا شائبہ تک نہ ہوتا تھا۔ اس طرح ضبطِ نفس اور لہبت میں بھی وہ اپنی مثال آپ تھے۔

ذکرِ الہی

ذکرِ واحد عبادت ہے جس کی کثرت اور دوام پر بہت زیادہ زور دیا گیا ہے اور یہ عاشقانِ الہی کا شیوہ خاص ہے۔ ذکرِ الہی کے فائدے بے شمار ہیں۔ ایک حسی فائدہ تو یہ ہے کہ اس کی بدولت سکونِ قلب میسر آتا ہے۔ اولیاء اللہ کے چہروں پر جو طمانیت کا ہالہ رقصاں دکھائی دیتا ہے وہ ذکر ہی کا کرشمہ ہوتا ہے۔ حضرت مجتہد دیگر اولیاء کرامؑ کی طرح ہر وقت یادِ الہی میں مشغول رہتے تھے اور لمحہ بھر کے لئے بھی غافل نہ ہوا کرتے تھے۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ خدا سے غافل ہونا میرے نزدیک دوزخ میں جانے سے سخت تر ہے۔

آپ قلبی اور لسانی دونوں طریقوں سے ذکر کیا کرتے تھے اور کلماتِ ذکر میں سبحان اللہ کے ورد کو آپ کے ہاں زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ ابتدائیں منکوں والی تسبیح کا سہارا لیا تھا مگر تے دم تک اسے اپنے سے جدا کرنا گوارا نہیں کیا۔ حضرت ابو علی الدقاقؒ کی روایت ہے کہ لوگوں نے حضرت کے ہاتھ میں تسبیح دیکھ کر عرض کیا پیر و مرشد! اتنے بلند مرتبے پر پہنچ جانے کے بعد بھی آپ تسبیح ہاتھ میں رکھتے ہیں۔ سن کر ارشاد فرمایا طریقہ بہہ وصلت الی ربی لا افارقه یعنی جس ذریعے سے میں اپنے پالنے والے تک پہنچا ہوں اسے کبھی نہ چھوڑوں گا۔^{۱۹}

کثرتِ تسبیح کا یہ عالم تھا کہ بقول حضرت جعفر خلدی ہر روز تیس ہزار مرتبہ سبحان اللہ کا ورد کیا کرتے تھے۔^{۲۰}

ورد و وظائف

تلاوت، نوافل اور تسبیحاتِ ذکر حضرت جنیدؒ کے روزمرہ کے معمولات تھے۔ ان کی پابندی اور باقاعدگی کا بطور خاص لحاظ رکھتے تھے کیونکہ اپنے شیخ حضرت رومیؒ کی طرح کثیر الشاغل تھے۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ اگر میرا کوئی ورد رہ جاتا ہے تو اس کی قضا ادائیگی کی کبھی نوبت نہیں آتی کیونکہ میرے اوقات میں مصروفیت ہی مصروفیت ہے۔^{۲۱}

ابونعیر السراج کہتے ہیں کہ میں نے ابن علوانؒ کو یہ کہتے سنا ہے کہ حضرت جنیدؒ کبیر سنی میں بھی جوانی کے نماز وغیرہ کے اورد کو ترک نہیں کیا کرتے تھے۔ انہیں اس سلسلے میں لوگوں نے عرض کیا حضرت! اب آپ ضعیف ہو گئے ہیں۔ اس لئے آپ اپنے معمولات اور اورد کم کر دیں۔ ارشاد فرمایا یہی چیزیں تو تھیں کہ ابتدا میں نے جو کچھ پایا انہی کی بدولت پایا۔ اب مجھے یہ زریب نہیں دیتا کہ انتہائے مقام پر انہیں چھوڑ دوں۔^{۲۲}

^{۱۹} وفیات الاعیان ج ۱ ص ۱۲۶، البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۱۱۱، تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۲۵، رسالہ تشریح

^{۲۰} البدایہ والنہایہ ج ۱۱ ص ۱۱۱، المنتظم ج ۴ ص ۱۰۵، تاریخ بغداد ج ۱ ص ۲۲۲، طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۲۸

کتاب الانساب ورق ۲۱۲ ب ۳۵، طبقات الصوفیہ ہروی ص ۱۶۳، کشف المحجوب ص ۳۵۹، ۳۶۰

المبع فی التصوف ص ۵۶ -

خدمتِ خلق

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ بر خود غلط قسم کے زاہد اور عابد بیہوست کے مارے ہوئے ہوتے ہیں۔ ہر وقت تیوری چڑھاٹے رہتے ہیں اور ان کی لغت میں خدمتِ خلق اور حسنِ خلق نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی حالانکہ اسلام اور پیغمبرِ اسلام کا اسوہ حسنہ انہی چیزوں کی تعلیم دیتا ہے۔ خلقِ خدا کی خدمت سے جی چرا کر و در و وظائف میں لگے رہنا عبادت نہیں، رہبانیت ہے۔

حضرتِ جنیدؒ کے ہاں زہد و عبادت کے باوجود ان رہبانی اثرات کا دور دور تک کوئی سراغ نہیں ملتا آپ نلیق محمدی کا نمونہ تھے اور عبادت کے ساتھ ساتھ خدمتِ خلق کو بڑی اہمیت دیا کرتے تھے۔ خود ہمیشہ خدمتِ خلق میں لگے رہتے تھے اور اپنے مریدوں کو اسی بات کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ جب سجادے پر بیٹھ کر یا دہق میں مشغول ہوتے اور کوئی آجاتا تو سب چھوڑ چھاڑ کر اس سے باتیں کرنے لگتے اور جس ضرورت کے لئے وہ آیا ہوتا وہ پوری کر دیتے۔ جب وہ شخص چلا جاتا تو پھر تلاوت یا ذکر میں مصروف ہو جاتے۔ یہی طریقہ ان کے خلیفہ حضرت شبلیؒ کا بھی تھا۔ اس کے بعد حضرت گنج شکرؒ نے نصیحت فرمائی اور ارشاد کیا کہ صاحبِ سجادہ بزرگوں پر واجب ہے کہ تلاوت میں مشغول ہوں اور جب کوئی آجائے تو تلاوت چھوڑ کر اس سے بات چیت کریں کیونکہ مذہبِ سلوک کے مطابق حاجتمندوں کی حاجت روائی، در و وظائف سے افضل ہے۔

عبادت بجز خدمتِ خلق نیست تبسبح و سجاده و دلق نیست
(سعدیؒ)

باب سوم

عبارتنا شتی و حُسْنُكَ وَاخِرُ
وَكُلُّهُ إِلَى ذَاكَ الْجَمَالِ يَشِيرُ

عظمت و فضیلت

لقاب و خطابات

القباب و خطابات اور صفاتی نام فرد کی شخصیت کے آئینہ دار ہوتے ہیں اور ان سے اس شخص کی عظمت کے خدو خال اجاگر ہوتے ہیں۔ زبانِ خلاق کو لغزہ خدا سمجھو۔ ہر زبان پر کسی شخص کی تعریف یقیناً بلاوجہ اور بغیر استحقاق کے نہیں ہو سکتی۔ حضرت جنیدؒ کو یہ شرف حاصل ہے کہ دوسرے مشائخ کے مقابلے میں انہیں سب سے زیادہ القاب و خطابات کا مستحق سمجھا گیا ہے اور یہ سارے القاب بلاشبہ ان کی امتیازی خوبیوں کے عکاس ان کی بزرگی کے نقیب اور ان کی عظمت کے ترجمان ہیں۔

مشہور القاب حسب ذیل ہیں۔

۱۔ تاج العارفین (اہل عرفان کے سرتاج)

یہ خطاب لاجواب حضرت جنیدؒ کو حرم کعبہ کے سلے میں اور سر بر آوردہ مشائخ کے ایک عظیم اجتماع میں عشقِ الہی کے حقائق و معارف بیان کرنے پر دیا گیا تھا۔ یہ خطاب اس عظمت و جلالت کی نشاندہی کرتا ہے جو ان کو علم و عرفان میں حاصل تھی۔

۲۔ سید الطائفہ (طبقہ صوفیہ کے سردار)

حضرت جنیدؒ کا یہ مشہور ترین لقب ہے۔ تمام تذکرہ نگاروں نے اس کا ذکر کیا ہے۔ دنیاۓ طریقت کے تمام حلقوں میں یکساں مقبولیت کا اظہار اس لقب سے بخوبی ہوتا ہے۔ اس لقب میں وہ منفرد و ممتاز ہیں۔

۳۔ امام الائمہ (اماموں کے امام)

علوم ظاہرہ و باطنہ کے ائمہ پر ان کی بزرگی اور سبقتِ علمی کا اعلان اس لقب سے ہوتا ہے۔ حضرت گنج بخشؒ اور شہزادہ داراشکوہ نے اپنی کتب میں ان کو اس لقب سے یاد کیا ہے۔

۴۔ طاؤس العلماء (علماء کے طاؤس)

انسائیکلو پیڈیا آف اسلام کے مقلد نگار مسٹر ہمارا اور صاحب کارنامہ بزرگان ایران نے ان کا یہ لقب بیان کیا ہے اور بلاشبہ یہ ان کے علمی وقار کی جھلک پیش کرتا ہے۔

۵۔ طاؤس العباد (عابدوں کے مور)

اس لقب کا ذکر خواجہ عبداللہ انصاری ہروی کی طبقات الصوفیہ میں آیا ہے اور انہوں نے اس کی وجہ تسمیہ کثرت عبادت بتائی ہے۔

۶۔ طاؤس الربانیین (اہل اللہ کے طاؤس)

طاؤس (مور) خوبصورت پرندہ ہے اور یہ شان و شوکت کی علامت اور وقار کی نشانی ہے حضرت جنیدؒ چونکہ اللہ والوں کی شان تھے اس لئے انہیں اس لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

۷۔ علم الاولیاء (ولیوں کے سرگروہ)

وہ اولیائے کرام کے پیشوا، علمبردار اور سرخیل ہیں کیونکہ سارے روحانی سلسلے ان کو اپنا مستقا سمجھتے ہیں۔

۸۔ لسان القوم (صوفیہ کے ترجمان)

حضرت جنیدؒ نے اسلامی تصوف کا موثر دفاع کیا اور تعلیمات کو فصاحت و بلاغت اور حسن و خوبی کے ساتھ دنیا کے سامنے پیش کیا۔ اس طرح گویا ترجمانی کا حق ادا کر دیا اور اس لقب سے ملتے ہو کر منفرد و ممتاز بنے۔

۹۔ لسان التصوف (تصوف کی زبان)

چونکہ وہ علم تصوف کے منکلمین کے سرگروہ اور اس باطنی علم میں ان کی تحریریں اور تقریریں

سند حیثیت کی حامل ہیں۔ اس لئے ان کو یہ لقب دیا گیا ہے۔ بلاشبہ تصوف کی نمود حضرت ہی کی مرہون منسبت ہے جیسا کہ شیخ عطار نے تذکرۃ الاولیاء میں صراحت کی ہے کہ اول کسے کہ علم اشارت منتشر کر جبئید بغدادی بود

۱۰۔ قطب علوم لدنیہ (لدنی علوم کے مرکز)

علوم لدنیہ میں ان کو جوید طولی میسر تھا اس پر یہ لقب بخوبی روشنی ڈالتا ہے۔ امام یافعی نے روض الریاضین میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔

۱۱۔ اعدالمشاخ (مشایخ میں سب سے زیادہ عابد)

نواب صدیق حسن خاں بھوپالی نے تقصار جمودالاحرار میں اس لقب کا تذکرہ کیا ہے۔ بلاشبہ یہ ناقابل تردید حقیقت ہے کہ وہ تمام مشایخ سے بڑھ کر عبادت گزار تھے۔ نوافل و اذکار کے علاوہ ہر کام کتاب و سنت کے مطابق کیا کرتے تھے۔

۱۲۔ اعدالمشاخ (مشایخ میں سب سے زیادہ عادل)

صوفیہ بالعموم جلد افراط و تفریط کا شکار ہو جاتے ہیں۔ کچھ حقوق اللہ پر اس قدر زیادہ زور دیتے ہیں کہ حقوق العباد نظر انداز ہو جاتے ہیں جبکہ دوسرے اخلاق ہی کو سب کچھ سمجھ لیتے ہیں اور عبادات کے قریب نہیں بھٹکتے۔ حضرت جنید کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ پوری طرح تبع سنت تھے ہمیشہ راہ اعتدال پر چلتے رہے، شریعت و طہریت کو ہم آہنگ رکھا اور استبداد و بندوں کے حقوق برابر متعدی سے ادا کرتے رہے۔

۱۳۔ سلطان المحققین (محقق صوفیاء یا اہل حقیقت کے بادشاہ)

علم حقیقت کے سب سے بڑے دانائے راز اور محقق صوفیہ کے سردار ہونے کی بدولت اس لقب سے شہرت پائی۔ ان کے تحقیقی انداز فکر ہی کا نتیجہ ہے کہ ان کے افکار و آراء در طب و یابس سے پاک اور ان کی تعلیمات سب کے ہاں محبت ہیں۔

۱۴۔ مہلوان العارفين (اہل معرفت کے بطل جلیل)

معرفت کے میدان نازک مراحل پر سے جس حسن و خوبی اور ثابت قدمی سے حضرت مجتہد گزرے ہیں یہ صرف مردان ہمت کا کام تھا۔ بلاشبہ وہ اہل عرفان کے مسئلہ بطل جلیل ہیں۔ شیخ بسکی نے اسی خصوصیت کی بنا پر اس لقب سے انہیں ملقب کیا ہے۔

۱۵۔ سید الحكماء والعارفين (اہل حکمت و معرفت کے سردار)

حضرت یوسف بن حسین رازیؒ نے حضرت مجتہدؒ کی مشہور زمانہ علم و حکمت اور دانش و معرفت کی بنا پر انہیں اس لقب سے یاد کیا ہے۔ یہ لقب بھی دوسرے القاب کی طرح ان کی عظمت و جلالت قدر پر پر دلالت کرتا ہے۔ خواجہ ہرویؒ نے بھی طبقات الصوفیہ میں سید العارفين کا لقب دیا ہے۔

ترجمہ و تعارف

تذکرہ نگاروں نے حضرت مجتہدؒ کے ترجمہ و تعارف میں جو تعریفیں اور توصیفی کلمات سپرد قلم و قلماس کئے ہیں وہ بھی ان کی فضیلت و عظمت کی بخوبی نشاندہی کرتے ہیں۔ چند اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ قاضی ابن خلکان (مصائب و فیات الایمان)

کان شیخ وقته و فرید عصره و کلامه فی الحقیقہ مشہور و مدون لہ ترجمہ۔ حضرت مجتہدؒ شیخ دوران اور یکتائے زمانہ بزرگ تھے۔ علم حقیقت میں ان کا کلام مشہور ہے اور جمع و تدوین کے مراحل سے گزر چکا ہے۔

۲۔ شیخ ابو عبد الرحمن السلمی (صاحب طبقات الصوفیہ)

هو من ائمة القوم و ساداتهم مقبولاً علی جمیع الالسنۃ لہ
ترجمہ۔ وہ صوفیہ کرام اور مشایخ عظام کے اماموں اور سرداروں میں سے ہیں۔ سب
لوگوں کی زبانیں ان کی مقبولیت کی گواہی دیتی ہیں۔

۳۔ خواجہ عبداللہ انصاری ہروی (صاحب طبقات الصوفیہ)

وی از ائمة این قوم است و سادات و مقبول در ہمہ زبانہا لہ
ترجمہ۔ مثل سابق

۴۔ امام ابوالقاسم القشیری (صاحب الرسالہ القشیریہ)

سید ہذہ الطائفۃ و امامہم و کان فقیہاً علی مذہب ابی ثور لہ
ترجمہ۔ وہ صوفیائے کرام کے سردار اور امام ہیں۔ مزید برآں امام ابو ثور کے مسلک فقہ
کے فقیہ بھی تھے۔

۵۔ علامہ ابن تغری برومی (صاحب النجوم الزاہرہ)

الشیخ الزاہد الورع المشہور کان سید الطائفۃ الصوفیہ من کبار القوم و ساداتہم
مقبول القول علی جمیع الالسن لہ
ترجمہ۔ شیخ، زاہد اور متقی حضرت جنید صوفیہ کے گروہ، مشایخ کبار اور صوفیائے کرام کے سرداروں
میں سے تھے۔ ان کے اقوال سب بزرگوں کے ہاں مقبول ہیں۔

۱۵ طبقات الصوفیہ ۱۵۵ لہ طبقات الصوفیہ ہروی ص ۱۴۲ لہ رسالہ قشیریہ ص ۱۹ لہ

النجوم الزاہرہ ج ۲ ص ۱۴۸-۱۴۹

۶۔ شیخ عبدالوہاب الشرنوبی (صاحب الطبقات الکبریٰ)

کان فقیہاً یفتی الناس علی مذاہب ابی ثور صاحب الشافعی وراوی مذاہب القدیم
صحب خالہ السری سقلی والحارث الماسبی ومحمد بن علی القصاب وكان من کبار ائمة
القوم وساداتهم وکلامه مقبول علی جمیع الالسنه۔ ۱۵

ترجمہ ۱۔ وہ فقیہ تھے اور لوگوں کو امام ابو ثور کے مذہب فقہ کے مطابق فتویٰ دیا کرتے تھے
جبکہ امام ابو ثور امام شافعی کے ساتھی اور ان کے قدیم مسلک کے راوی ہیں۔ حضرت مجتبیٰ نے اپنے
ماموں حضرت سمری، حضرت ماسبی اور حضرت قصاب سے فیضانِ صحبت حاصل کیا تھا۔ وہ
اہل تصوف و طریقت کے بڑے اماموں اور سرداروں میں شمار ہوتے ہیں اور ان کے اقوال
سب کے ہاں یکساں شرف قبول رکھتے ہیں۔

۷۔ علامہ عبدالرحمن بن الجوزی (صاحب المنتظم و مفتاح الصغوة)

لازم التعبد و تکلم علی طریقة التصوف ۱۵

ترجمہ ۱۔ انہوں نے عبادت گزاروں کو لازم پکڑا اور مسائل تصوف پر مدلل گفتگو فرمائی۔

۸۔ شیخ تاج الدین اسبکی (صاحب طبقات الشافعیہ)

سید الطائفة و مقدم الجماعة و امام اهل الخرقة و شیخ طریقة التصوف
و علم الاولیاء فی زمانہ و بھلوان العارفين ۱۵

ترجمہ ۱۔ وہ صوفیائے کرام کے سردار، جماعتِ مشائخ کے پیش امام، اہل خرقة کے پیشوا
طریقت تصوف کے مرشد اولیائے وقت کے سرچیل اور عارفوں کے بطلِ جلیل ہیں۔

۱۵ الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۳ ۱۵ المنتظم ج ۶ ص ۱۰۵ ۱۵ طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۲۸

۹۔ علامہ ابن اثیر الجزری (صاحب تاریخ الکامل)

امام الدنیا فی زمانہ وعدۃ العلماء شیخ مذہب التصوف بضبط مذہبہ
بقواعد الکتاب والسنة و لکونه مصوناً من العقائد الذميمة علی الاساس من شبه
الغلاة سالماً من کل ما یوجب اعتراض الشرع علیہ

ترجمہ: وہ اپنے زمانے میں امام جہاں علماء کے سرخیل اور مذہب تصوف کے
سب سے بڑے شیخ تھے کیونکہ انہوں نے تصوف کو کتاب و سنت کے اصولوں پر منضبط کیا
حتیٰ کہ وہ برے عقائد سے پوری طرح محفوظ ہو گیا۔ مزید برآں انہوں نے تصوف کی بنیاد کو غلو
سے کام لینے والوں کی مشابہت سے محفوظ کر دیا اور تصوف ہر طرح کے شرعی اعتراض سے
پاک و صاف ہو گیا۔

۱۰۔ امام یافعی (صاحب مرآة الجنان)

استاذ الطریقة و حامل لواء الحقیقة سید الطائفة تاج العارفين قطب العلوم
کان شیخ و فترید عصرہ و کلامہ فی الطریقة و اسرار الحقیقة مشہور
صدورہ علیہ

ترجمہ: حضرت مجتہد طریقت کے استاد حقیقت کے علمبردار، سردار صوفیہ، عارفوں کے
تاج، علوم کے قطب اور اپنے وقت کے بکثرت روزگار مشہور ہیں۔ ان کا کلام طریقت اور
حقیقت کے اسرار کے بارے میں مشہور اور مدون ہے۔

۱۱۔ علامہ حطیب بغدادی (صاحب تاریخ بغداد)

صاحب جماعة من الصالحين و اشتہر بصحبة الحماسی و سری السقطی

ثُمَّ اشْتَغَلَ بِالْعِبَادَةِ وَلَا زَمَّهَا حَتَّى عَلَّتْ سِنَّتُهُ وَصَارَ شَيْخٌ وَقْتَهُ وَفَرِيدَ عَصْرِهِ
فِي عِلْمِ الْأَحْوَالِ وَالْكَلَامِ عَلَى لِسَانِ الصُّوفِيَّةِ وَطَرِيقَةِ الْوَعظِ وَلَهُ أَنْبَاءٌ مَشْهُورَةٌ وَ
ذِكْرَامَاتٌ مَأثُورَةٌ ۝

ترجمہ ۱۔ وہ بہت سے نیک لوگوں کی صحبت میں رہے خصوصاً حضرت محاسبی اور حضرت سمری
سے فیضیاب ہونے میں شہرت پائی پھر عبادات میں مشغول ہوئے اور اسے جزو حیات بنا لیا
یہاں تک کہ جب عمر مبارک زیادہ ہو گئی تو علم الاحوال، صوفیہ کے انداز پر گفتگو کرنے اور طریقہ وعظ
میں اپنے وقت کے بے نظیر شیخ طریقت کی حیثیت سے منصفہ شہود پر جلوہ گر ہوئے۔ ان کے حالات
مشہور ہیں اور ان کی بہت سی کرامات بھی بیان کی جاتی ہیں۔

۱۲۔ حافظ ابن کثیر (صاحب البیاریہ والنہایہ)

لَا زَمَّ التَّعْبُدَ فَفَقَّرَ اللَّهُ عَلَيْهِ لِسَبَبِ ذَلِكَ عُلُومًا كَثِيرَةً وَتَكَلَّمَ عَلَى طَرِيقَةِ الصُّوفِيَّةِ وَكَانَ
وَرْدَةً فِي كُلِّ يَوْمٍ ثَلَاثِينَ رَكْعَةً وَثَلَاثِينَ الْفَتْ تَسْبِيحَةً وَمَكْتُوبَةً أَرْبَعِينَ سَنَةً لَا يَأْوِي إِلَى فِرَاشٍ
فَقَمَّ عَلَيْهِ مِنَ الْعِلْمِ النَّافِعِ وَالْعَمَلِ الصَّالِحِ بِأَمْرِ لَمْ تَحْصِلْ لغيرِهِ فِي زَمَانِهِ وَكَانَ يَعْرِفُ
سَائِرَ نَوَائِلِ الْعِلْمِ وَإِذَا اخْتَذَ فِيهَا لَمْ يَكُنْ فِيهَا وَقْفَةً وَلَا كِبُورَةً حَتَّى كَانَ يَقُولُ فِي السَّأَلَةِ الْوَلَدَةَ
وَجُوهًا كَثِيرَةً لَمْ تَخْطُرْ لِلْعُلَمَاءِ بِبَالٍ وَكَذَا ذَلِكَ فِي التَّصَوُّفِ ۝

ترجمہ ۱۔ انہوں نے عبادت گزارمی کو اپنے لئے لازم ملزوم قرار دیا اسی کے باعث اللہ تعالیٰ
نے ان پر بہت سے علوم کے دروازے کھول دیئے۔ وہ اصحاب تصوف کے طریقے پر اظہار خیال
کیا کرتے تھے اور روزمرہ کا ورد تین سو رکعات نقل اور تیس ہزار کلمات تسبیح تھا۔ چالیس سال
اس انداز میں گزار دیئے کہ اپنے پہلوؤں کو بستر پر کبھی آشنائے آرام نہیں کیا۔ اسی عبادت کے
طفیل ان سے علم نافع اور عمل صالح کے ایسے کارہائے نمایاں ظہور پذیر ہوئے کہ جو ان کے علاوہ
اس زمانے میں کسی اور شخص کے حصے میں نہیں آئے۔ وہ علوم کے تمام شعبوں میں مہارت تامہ اور

بے پناہ شہرت کے مالک ہیں جس موضوع پر اور جس علم میں بھی وہ گفتگو کرتے تھے تو سب رواں کی طرح ہوتے تھے۔ رہو اور علم نہ کیسے رکھتا تھا اور نہ ٹھوکر کھانا تھا۔ یہاں تک کہ ایک ایک مسئلے پر توجیہات کا انبار لگادیتے تھے اور وہ توجیہات بھی ایسی ہوتی تھیں کہ جو علماء کے خواب و خیال میں بھی نہ آسکتی تھیں اسی طرح تبحرِ علم کا یہی عالم تصوف اور دوسرے علوم میں بھی تھا۔

۱۳۔ حضرت سید علی ہجویری گنج بخش (صاحب کشف المحجوب)

شیخ الشیخ اندر طریقت و امام ائمہ اندر شریعت ابوالقاسم جنید بن محمد القواریری مقبول اہل ظاہر و اہل باطن اور اہل ظاہر دونوں علم کامل و در اصول و فروع و معاملات مفتی و امام انا صاحب ثوری بود ویرا کلام عالیست و احوال کامل تا جملہ اہل طریقت بر امامت وی متفق اند و هیچ مدعی و متصرف را بروی اعتراض نیست

ترجمہ ۱۔ اہل طریقت کے شیخ الشیخ اور شریعت کے اماموں کے امام ابوالقاسم جنید بغدادی ہیں جو اہل باطن اور اہل ظاہر دونوں کے نزدیک یکساں طور پر مقبول تھے۔ وہ اصول و فروع و معاملات میں مفتی اور امام اور حضرت ثوری کے ساتھیوں میں سے تھے۔ ان کا کلام بلند مرتبہ اور ان کے احوال اس قدر کامل تھے کہ تمام اہل طریقت نے متفقہ طور پر انہیں اپنا امام تسلیم کیا ہے اور کسی بھی دعویٰ پر طریقت کو ان کی ذات اقدس پر انگشت نمائی کی جرأت نہیں ہو سکی۔

۱۴۔ شیخ فرید الدین عطار (صاحب تذکرۃ الاولیاء)

آن شیخ علی الاطلاق، آن قطب باستحقاق، آن منبع اسرار، آن مرقع النوار، آن سبق برودہ باسناد سلطان طریقت و ارشاد مجید بغدادی شیخ الشیوخ عالم بودہ امام ائمہ جہاں و در فنون علوم کامل و در اصول و فروع مفتی و در معاملات و ریاضات شامل و در کلمات لطیف و ارشادات عالی برہمہ سبقت داشت و از اقل تا آخر کار پندیدہ و محمود و مقبول ہمہ فرقبہ بود و جملہ برامانت او متفق بودند و

سخن اور درطریقیت حجت است و بہمہ زبانہاستودہ است و بیچکس بزظاہر و باطن او انگشت
 نتوانست نہاد و اعتراض نتوانست کرد بخلاف سنت مگر کسی کہ کور بودے و مقتدای اہل تصوف بود
 و اور اسید الطائفہ گفتہ اند و لسان القوم خواندہ و اعبد المشایخ نوشتہ و طاؤس العلماء دانستہ و
 سلطان المحققین داشتہ کہ در شریعت و طریقت و تحقیقت باقصی الغایت بودہ است و در عشق و زاہد
 بے نظیر بود و در طریقت مجتہد بودیہ

ترجمہ ۱۔ وہ شیخ مطلق، صحیح معنوں میں قطب دوران، منبع اسرار اور مرقع انوار تھے وہ ہی تھے جو
 اپنے استاد طریقت سے بھی براہ گئے۔ طریقت و ارشاد کے بادشاہ حضرت جنید کی ذات بابرکات سے
 جہاں کے مشائخ کے مرشد اور اماموں کے امام کی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ مختلف علوم میں کامل، اصول
 و فروع میں مفتی، معاملات و ریاضات کے جامع ہیں۔ کلمات لطیف اور اشارات عالیہ میں تمام مشائخ
 پر سبقت رکھتے ہیں۔ اول سے لے کر آخر تک تمام فرقوں میں یکساں طور پر مقبول اور پسندیدہ ہیں۔ تمام
 لوگ ان کی امانت پر متفق ہیں۔ ان کا کلام طریقت میں حجت ہے۔ ان کی شخصیت سب لوگوں کے ہاں
 لائق تائیس ہے۔ سوائے کسی کور چشم کے اس آفتاب طریقت کے ظاہر و باطن کے مطابق سنت نہ
 ہونے پر اعتراض نہیں کیا۔ وہ تصوف کے پیشوا تھے۔ لوگ ان کو سید الطائفہ کہتے تھے۔ لسان القوم
 کہہ کر پکارتے۔ طاؤس العلماء جانتے اور محققین کا سلطان قرار دیتے تھے۔ وہ شریعت طریقت اور
 حقیقت میں مقام کمال کو پہنچے ہوئے، عشق الہی اور زہد دنیا میں بے نظیر اور تصوف و طریقت
 میں مجتہد تھے۔

۱۵۔ مولانا عبدالرحمن جامی (صاحب نجات الانس)

وے ازائم و سادات این قوم است و بہمہ نسب بومی درست کنند چوں خراز و رویم و
 نوری و شبلی و غیر ہم

ترجمہ ۱۔ وہ صوفیہ اور مشائخ کے سرداروں اور ائمہ عظام میں سے ہیں اور سبھی بزرگ مثلاً

حضرت نوازؒ، حضرت رویمؒ، حضرت نورمیؒ اور حضرت شبلی وغیرہ انہی سے شرفِ انتساب رکھتے ہیں۔

۱۶۔ شہزادہ داراشکوہ (صاحب سفینۃ الاولیاء)

اکابر مشائخ کی نگاہ میں حضرت جنیدؒ انوارِ سعادت کا مطلع اور حقائق و اسرار کے بحرِ بیکراں تھے۔ طریقت اور حقیقت میں وہ سرگروہِ اہل صفا ہیں اپنے دور کے مقتدا اور مشائخ کے امام تھے طریقت میں ان کا ہر قول سند کا درجہ رکھتا ہے اور متقدمین و متاخرین میں سے کسی کی مجال نہیں کہ ان کے ظاہر و باطن پر انگشت نمائی کر سکے۔ بلاشبہ وہ مرجعِ خاص و عام تھے۔^{۱۶}

۱۷۔ خیر الدین زرکلی (صاحب الاعلام)

من العلماء بالدين وهو اقل من تكلم في علم التوحيد ببغداد.^{۱۷}
ترجمہ: وہ علمائے دین میں سے ہیں اور علمِ توحید پر بغداد میں گفتگو کرنے میں ان کو شرفِ اولیت حاصل ہے۔

۱۸۔ شاہ شعیب فروسی (صاحب مناقب الاصفیاء)

آن بانی مبانی مقتدائی آن مجتہد اوضاعِ طریقی راہنمائی آن واعظِ خلایق آن ناطق بحقائق، آن سیاحِ فلواتِ عشق و محبت، آن سیاحِ بحارِ توحید و معرفت، آن قطبِ بالاتفاق، آن شیخِ علی الاطلاق آن ماہر فنونِ شیخی و استادی خواجہ ابوالقاسم جنید بن محمد بغدادی نور اللہ مرقدہ شیخ المشائخ عالم و امام متفق علیہ بود تا اہل تصوف اور اسید الطائفہ گفتندے و سید المشائخ نوشتندے^{۱۸}
ترجمہ: پیشوائی کے بانی، رشد و ہدایت کے مختلف طریقوں کے مجتہد، خلقِ خدا کے ناصح، مشفق، علمِ حقیقت کے مقرر، دشتِ عشق و وفا کے صحرانورد، توحید و معرفت کے سمندروں کے شناور، متفقہ قطبِ زمان، مسلمہ شیخِ طریقت اور مشیخت اور مرشدی کے قانون کے ماہر خواجہ ابوالقاسم جنید بن محمد بغدادی نور اللہ مرقدہ ہیں کہ جو سارے جہاں کے مشائخ کے پیرومرد اور متفقہ امام

۱۶ سفینۃ الاولیاء اردو ترجمہ ص ۵۲ الاعلام ج ۲ ص ۱۳۸ ۱۷ مناقب الاصفیاء

تھے حتیٰ کہ تمام اہل تصوف انہیں سید الطائفہ کہہ کر اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں اور ان کے نام نامی کے ساتھ سید المشائخ کے لقب کو زینت دیتے ہیں۔

۱۹۔ ڈاکٹر حسن منوچہر (صاحب کارنامہ بزرگان ایران)

جنید از بزرگان صوفیہ و جملہ برامنت او متفق اند و از بنجاست کہ اورا سید الطائفہ و لسان القوم و اعد المشائخ و طاؤس العلماء و سلطان المحققین لقب دادہ اند۔
ترجمہ: حضرت جنید اکابر صوفیہ میں سے ہیں اور سب لوگ ان کی امانت و دیانت پر اتفاق کرتے ہیں۔ ان کا درجہ یہاں تک بلند ہے کہ بزرگوں نے ان کو سید الطائفہ، لسان القوم، اعد المشائخ، طاؤس العلماء اور سلطان المحققین کے القاب عالیہ دیئے ہیں۔

۲۰۔ نواب صدیق حسن خان بھوپالی (صاحب تقصار جیود الاحرار)

سید الطائفہ جنید مذہب ابو ثور داشت و گفته اند مذہب ثوری در میان صوفیہ معروف است بسلطان المحققین و اعد المشائخ و طاؤس العلماء و لسان القوم و لسان التصوف ارادت و توسل اکثر اولیاء با دست ہے

ترجمہ: سید الطائفہ حضرت جنید حضرت ابو ثور یا بقول بعض حضرت سفیان ثوری کے فقہی مسلک پر تھے۔ وہ صوفیائے کرام کے حلقوں میں سلطان المحققین، اعد المشائخ، طاؤس العلماء، لسان القوم اور لسان التصوف کے القاب سے مشہور و معروف ہیں۔ اکثر اولیائے کرام اپنی ارادت مندی اور توسل کا سلسلہ آپ ہی کی ذات والاصفات سے قائم کرتے ہیں۔

مقام جنید زنگاہ مشائخ عظام

حضرت جنید اکبر امت کے ہاں بحیثیت قطب ارشاد ایک مسلمہ شخصیت کے مالک ہیں۔ یہی

۱۰ کارنامہ بزرگان ایران ص ۹۲ تا ۹۳ تقصار جیود الاحرار ص

وجہ ہے کہ ہر دور کے علماء اور مشائخ نے ان کی بارگاہ میں شاندار الفاظ کے ساتھ خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ حتیٰ کہ وہ لوگ بھی کہ جو تصوف و طریقت کے زیادہ قائل نہیں وہ بھی ان کی عظمت کا اعتراف کئے بغیر نہیں رو سکے۔ بعض اکابر کی آراء پر پیش خدمت ہیں۔

۱۔ حضرت سمری سقظیؒ (م۔ ۲۵۱ھ)۔

حضرت سمریؒ حضرت جنیدؒ کے شیخ طریقت تھے۔ ان سے کسی نے ایک بار پوچھا کہ کیا کوئی مرید اپنے پیر سے بھی درجے میں بلند ہو سکتا ہے؟ انہوں نے جواب میں ارشاد فرمایا ہاں سامنے کی مثال ہے کہ میرا مرید جنیدؒ مجھ سے مرتبے میں کہیں بلند ہے۔^{۱۵}

حضرت عبید اللہ السوسیؒ کا بیان ہے کہ جب حضرت سمریؒ کے وصال کا وقت قریب ہوا تو حضرت جنیدؒ ان سے کہنے لگے یا سمریؒ لا یردن بعدک مثلك یعنی اے استادِ مکرم! افسوس دنیا والے آپ کے بعد آپ جیسا کوئی بزرگ نہ دیکھ پائیں گے۔ یہ سنا تو آنکھیں کھول دیں اور فوراً فرمایا ولا اخلف علیہم بعدی مثلك یعنی اور میں بھی اپنے بعد تم جیسا کوئی بزرگ اپنا جانشین نہیں چھوڑ سکوں گا۔^{۱۶}

۲۔ حضرت ابو جعفر الحدادیؒ

حضرت ابو جعفر الحدادیؒ بھی حضرت جنیدؒ کے شیوخ طریقت میں سے تھے۔ انہوں نے حضرت جنیدؒ کی بے نظیر عقل و دانش اور فہم و فراست کی تحسین کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر عقل کسی مرد کی شکل میں تشکل ہو سکتی تو وہ ضرور حضرت جنیدؒ کی شکل و صورت میں ہوتی۔^{۱۷}

^{۱۵} کشف المحجوب ص ۱۶۵، مذکرۃ الاولیاء ص ۲۱۸، ۵۲ تاریخ بغداد ج ۷ ص ۲۲۶ - ۲۲۷

^{۱۶} طبقات الصوفیہ ہر دی ص ۱۶۲، نفحات الانس ص ۱۵۵، خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۸۱

۳۔ حضرت ابو حفص الحداد نیشاپوری (م۔ ۵۲۷۰)

حضرت ابو حفص ممتاز ہمعصر شیخ طریقت اور نیشاپور کے مدرسہ تصوف کے بانی ثانی اور سرگروہ تھے۔ وہ فرمایا کرتے تھے فی الدنيا ثلاثة ادراب لهم ابو عثمان الحیری بنیشاپور والجنید بغداد والوعبد الله بن الجلاء بالشام یعنی دنیا میں تین ہی بزرگ باقی ہیں اور کوئی چوتھا شخص نہیں ہے حضرت ابو عثمان الحیری نیشاپور میں، حضرت جنید بغداد میں اور حضرت ابو عبد اللہ بن جلاء شام میں رونق افروز ہیں۔

۴۔ حضرت ابو سعید الخزاز (م۔ ۵۲۷۹)

سلسلہ خرازیہ کے بانی اور حضرت جنید کے ہمعصر تھے۔ ان کا قول ہے کہ تصوف اخلاق حسنہ کا نام ہے۔ یہ محض انابت نہیں اور میں نے اس کا اہل حضرت جنید اور حضرت ابن عطاء کے سوا کسی کو نہیں دیکھا۔

۵۔ حضرت سہل ترمی (م۔ ۵۲۸۳)

بصرہ کے نامور شیخ طریقت تھے بصرہ میں جب ان کی وفات کا آیا تو کسی نے سوال کیا کہ حقیقت و معرفت کے ان علوم میں گفتگو کرنے والا کوئی شخص اب بھی باقی ہے جو اب دیا ہاں بغداد میں تو ایک جوان ہمت موجود ہے جسے آپ سب جنید کے نام سے جانتے ہیں۔ اس کے بعد فرمانے لگے دیکھو تو وہی کہیں جنید تو نہیں رہے۔ لوگوں نے عرض کیا ہاں وہ تشریف لارہے ہیں۔ یہ سن کر انہوں نے سجدہ شکر ادا کیا اور اپنی جان جانِ آفریں کے سپرد کر دی۔

ع امدان یارے کہ مامی خواستیم

۱۹ رسالہ تشریح صفحہ ۵۲ طبقات الصوفیہ ص ۲۴۵، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۰۵، طبقات الصوفیہ بروی ص ۲۹۵

۳۵ طبقات الصوفیہ بروی ص ۱۶۸

۶۔ حضرت ابوالعباس بن مسروقؒ (م۔ ۲۹۹ھ)

حضرت ابن مسروقؒ خود شیخ طریقت اور حضرت جنیدؒ کے اصحابِ انبیا میں سے تھے۔ ان سے ان کے مریدوں نے دریافت کیا کہ قطبِ زمانہ کون بزرگ ہیں؟ پہلے تو خاموش رہے پھر اشاروں ہی اشاروں میں نشاندہی کر دی کہ حضرت جنیدؒ اس زمانے کے قطب ہیں۔

۷۔ حضرت رویمؒ (م۔ ۲۰۳ھ)

حضرت رویمؒ خلیفہ وقت کے ہاں ملازم تھے۔ ایک بار اتفاق یوں ہوا کہ خلیفہ کسی بات پر ان سے ناراض ہوا اور بے ادب کہہ کر تنبیہ کی۔ حضرت رویمؒ یہ سن کر کہنے لگے بھلا میں بے ادب کیسے ہو سکتا ہوں؟ میں نے تو (ہمیشہ) اُدھان حضرت جنیدؒ کی صحبت میں گزارا ہے۔

۸۔ حضرت ابن عطاءؒ (م۔ ۳۰۹ھ)

ارشاد فرمایا امانا فی هذه العلم و مرجعنا المقتدی بہ الجنید۔ یعنی اس علم تصوف و طریقت میں ہمارے امام اور اقتداء کے مرجع حضرت جنیدؒ ہیں۔

۹۔ حضرت ابوبکر شبلیؒ (م۔ ۳۳۴ھ)

حضرت شبلیؒ حضرت جنیدؒ کے مزار پر انوار پر کھڑے ہوئے تھے کہ کسی شخص نے کوئی مسئلہ دریافت کیا حضرت شبلیؒ نے جواب نہیں دیا بلکہ فرمایا۔

۱۰ اتی لا استحیت فی التراب بیننا کما کنت استحیت و هو یرانی

ترجمہ: میں تو اپنے شیخ کے سامنے جو خاک میں روپوش ہیں، جواب دینے سے اس وقت بھی ضرور حیا

۱۱ کشف المحجوب ص ۱۸۷ طبعات الصوفیہ ہروی ص ۱۶۳، لغات الانس ص ۱۵۵، خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۸

۱۲ طبعات الصوفیہ ہروی ص ۱۶۳، لغات الانس ص ۱۵۵، تذکرۃ الاولیاء ص ۳۴۷

محسوس کروں گا جس طرح کہ میں ایسا کرنے سے ان کی حیاتِ ظاہرہ میں حیا کیا کرتا تھا۔

۱۰۔ حضرت جعفر الخلدیؒ (م۔ ۲۲۲۸ھ)

حضرت خلدیؒ حضرت بنیہؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے انہوں نے مشایخ طریقت کے احوال و اقوال کا بغور مطالعہ کیا تھا اور ایک کتاب حکایات الاولیاء لکھی تھی۔ وہ حضرت بنیہؒ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے۔ لم نر فی شیوننا من اجتماع لہ علم و حال غیر ابی القاسم الجندیؒ والا فاکثرہم کان یكون لہ علم کثیر ولا یكون لہ حال و آخر کان یكون لہ حال کثیر و علم یسیر و الجندیؒ کانت لہ حال خطیر و علوم غزیرة فاذا رایت حالہ رجحتہ علی علمہ و اذا رایت علمہ رجحتہ علی حالہ۔

ترجمہ:- ہم اپنے شیوخ میں حضرت ابو القاسم بنیہؒ کے سوا کسی ایسے بزرگ کو نہیں دیکھتے کہ جس کی ذات میں علم و حال جمع ہو گئے ہوں۔ ان میں اکثر ایسے ہیں کہ کسی میں علم زیادہ ہے تو حال نہیں ہے۔ دوسرے کے ہاں حال کی کثرت ہے تو علم کی قلت ہے۔ حضرت جندیہؒ کا حال بھی بہت زیادہ ہے اور علوم کی بھی بہت بابت ہے جب ان کے حال کو دیکھتا ہوں تو اسے ان کے علم پر ترجیح دیتا ہوں اور جب ان کے حال پر نظر جاتی ہے تو اسے حال پر ترجیح دیتے بغیر نہیں بنتی۔

۱۱۔ حضرت اسمعیل بن نجیدؒ (م۔ ۳۶۶ھ)

ارشاد فرمایا ان فی الدنیا ثلاثۃ من ائمتہ الصوفیہ لا رابع لہم الجندیؒ بغداد ، ابو عثمان بنیسا پور و ابو عبد اللہ بن الجلاء بالشام۔ یعنی تحقیق دنیا میں صوفیاء کے اماموں میں سے تین ہی بزرگ ہیں کوئی چوتھا شخص ہرگز نہیں۔ حضرت بنیہؒ بغداد میں، حضرت ابو عثمان بنیسا پور میں اور حضرت ابو عبد اللہ بن جلاء شام میں۔

۱۔ تاریخ بغداد، ص ۲۲۲، طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۲۸، طبقات الصوفیہ ص ۱۶، النجوم الزاہرہ ج ۳ ص ۱۶

شذرات الذہب ج ۲ ص ۲۳۱

۱۲۔ حضرت ابو عبد اللہ بن خنیفؒ (م۔ ۳۷۱۔ ۴۰۱)

حضرت ابو عبد اللہ بن خنیفؒ فرمایا کرتے تھے۔ اقدوا الخمسة من شیوننا والباقون سلموا احوالهم حارث المحاسبی والجنید ودوم وابن عطا وعمرو بن عثمان مکی لانهم جمعوا بین العلم والحقائق۔ یعنی ہمارے مشایخ میں سے پانچ کی پیروی کیا کرو کیونکہ وہ علم اور حقائق کے جامع ہیں ان کے نام ہیں حضرت عاصمی، حضرت جنیدؒ، حضرت رویم، حضرت ابن عطاء اور حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ۔

ایک دفعہ حضرت علی بن بندار الصوفیؒ شیخ ابو عبد اللہ بن خنیفؒ کے پاس آئے اور وہ دونوں بزرگ چلنے لگے تو شیخ ابو عبد اللہؒ حضرت علی بن بندارؒ سے کہنے لگے حضرت آپ آگے بڑھیں۔ انہوں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا اس وجہ سے کہ آپ نے حضرت جنیدؒ سے شرف ملاقات حاصل کیا ہوا ہے جبکہ میں اس شرف سے محروم ہوں۔

۱۳۔ امام غزالیؒ (م۔ ۵۰۵۔ ۵۰۵)

حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے المنقذ من الضلال میں اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے اپنے روحانی بھران کے دوران میں فلاسفہ، متکلمین اور باطنیہ کی طرف رجوع کیا تھا لیکن کسی کے ہاں انہیں مداوائے غم نہ ملا تو تصوف کے دامان رحمت میں پناہ لی۔ اس وقت انہوں نے حضرت جنیدؒ کے ملفوظات سے بھی استفادہ کیا تھا۔

۱۴۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ نے اثنائے وعظ حضرت جنیدؒ کی للہیت پر روشنی ڈالتے ہوئے ارشاد فرمایا کان سلم نفسه الی ربہ عزوجل وانزل لغتیارہ ومزاحمتہ ورضی بتولی قدرہ له صلح

قلبه واطمأنتُ نفسه فعل بقوله تعالى ان ولي الله الذي نزل الكتاب وهو يتولى الصالحين
 ترجمہ: حضرت جنیدؒ نے اپنے آپ کو اپنے پالنے والے کے حوالے کر دیا، اپنے اختیار و عزت
 کو چھوڑ دیا اور تقدیر الہی کو کارسازمان کر اس پر راضی ہو گئے۔ اس طرح ان کا دل درست ہو گیا اور نفس
 نفس مطمئنہ بن گیا۔ گویا وہ اس آیت کی عملی تفسیر تھے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ بے شک میرا کارساز وہی اللہ
 ہے جس نے کتاب قرآن مجید کو نازل کیا ہے اور وہی نیک بندوں کی ضروریات کا خود کفیل ہے۔
 ۵ رشتہ درگروم انگندہ دوست می بردہر جا کہ خاطر خواہ اوست

۱۵۔ غلامہ ابن الجوزیؒ (م۔ ۵۹۷ھ)

حضرت ابن الجوزیؒ اپنے دور کے نام نہاد صوفیاء اور زباد کا تذکرہ کرتے ہوئے بے اختیار کہہ
 اٹھے ہیں قد بس علیہم ابلیس بان ما یصل الیکم من رزقکم فاسقطوا عن انفسکم
 کلفة الورع فہمہم دودان المطبخ والحمام والاء البیرد فاین جوہ بشر واین ود ۶ سریؒ
 واین زہد الجنیدؒ۔ ۱۵

ترجمہ:۔ شیطان نے ان لوگوں کو یہ فریب دے رکھا ہے کہ جو کچھ تمہارے پاس آئے وہ
 تمہارا ہی رزق ہے لہذا انہوں نے احتیاط و پرہیز اور ورع و تقویٰ کی تکلیف اپنے سے ساقط کر
 دی ہے۔ اب ان کی ساری ہمت اور تگ و دو بس باورچی خانے، حمام اور ٹھنڈے پانی سے
 لطف اندوز ہونے پر مبذول ہو کر رہ گئی ہے۔ اب کہاں ہے بشر سانیؒ کا سا بھوکا رہنا، کہاں ہے
 حضرت سریؒ کا ورع اور کہاں رہا ہے حضرت جنیدؒ کا زہد۔

۱۶۔ شیخ فرید الدین عطارؒ (م۔ ۶۰۷ھ)

شیخ عطارؒ قطراز ہیں۔ جنیدؒ ہمہ درد و شوق و عشق بودہ است و در شیوہ معرفت و کشف توحید
 شانی رفیع داشت و در مجاہدہ و مشاہدہ و فقر آیتی بودہ است ۳

۱۵ الفتح الربانی ص ۵۵ ۲۰ تلبیس ابلیس اردو ترجمہ ص ۲۴۲ ۳ تذکرۃ الاولیاء ص ۳۱۸

ترجمہ: حضرت مجتبیٰ کا وجود سرتاپا درد، شوق اور عشق ہو گیا تھا۔ وہ شیوہ معرفت اور رازِ توحید کے انکشاف میں شانِ بلند کے مالک اور مجاہد، شاہد اور فخر میں وہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی تھے۔

۱۷۔ شیخ اکبر۔ ابن العربیؒ (م۔ ۶۳۸ھ)

حضرت ابن العربیؒ لکھتے ہیں من علماء ہذہ الامۃ یحفظون علیہا احوال الرسول صلی اللہ علیہ وسلم و اسرار علومہ کالجندیٰ و التستریؒ۔^۱

ترجمہ: اس امت کے علماء میں سے جنہوں نے احوال (روحانی تجربات) اور علوم نبوت کے اسرار کو محفوظ کیا ہے، حضرت مجتبیٰ اور حضرت سہل تستریؒ جیسے بزرگ شامل ہیں۔
شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ بیان فرماتے ہیں کہ شیخ ابن العربیؒ نے حضرت مجتبیٰ کے بارے میں فرمایا ہے ہولسان من الالسنۃ الحق یعنی حق کی زبانوں میں سے ایک زبان ہیں۔^۲

۱۸۔ امام ابن تیمیہؒ (م۔ ۷۲۸ھ)

امام ابن تیمیہؒ جو تصوف کے زیادہ جتنی میں نہ تھے انہوں نے بھی حضرت مجتبیٰ کو کتاب سنت کے عالم و عامل مشائخ میں شامل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔^۳
مزید برآں انہوں نے ان کے بارے میں یہ بھی فرمایا ہے فَإِنَّ الْجَنِيْدَ قَدَسَ اللهُ رُوْحَهُ كَانِ مِنَ اُمَّةِ الْهُدٰىٰ يَعْنِيْ بِيْ شِكِّ حَضْرَتِ مُجْتَبِيٍّ (اللہ ان کی روح کو تقدس بخشے) ہدایت کے اماموں میں سے ہیں۔^۴

۱۹۔ امام یافعیؒ (م۔ ۷۶۰ھ)

امام یافعیؒ رقمطراز ہیں انبیا الجندیٰ کثیرۃ و مناقبہ شہیرۃ و سیرتہ حمیدۃ و کراماتہ

^۱ فتاویٰ مکینہ ۱۵۵۱ھ انفاں العارین ص ۱۳۳ رسالہ الفرقان ص ۱۶۰ رسالہ الفرقان ص ۱۶۱

عَدِيدَةٌ۔ لہ یعنی حضرت جنیدؒ کے واقعات بکثرت ہیں، مناقب و فضائل مشہور ہیں، سیرت قابل تعریف ہے اور کرامات بے شمار ہیں۔

۲۰۔ شیخ ابن العماد حنبلیؒ

شیخ ابن العماد حضرت جنیدؒ کی سیرت کا خاکہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں مناقب کثیرہؒ و لو ارسلنا عنان القلہ لسودنا اسفارا من مناقبہ۔ یعنی حضرت جنیدؒ کے فضائل و مناقب بہت زیادہ ہیں۔ اگر ہم رہوارِ قلم کو کھلا چھوڑ دیتے تو ان کے مناقب میں کئی کتابیں سیاہ ہو جاتیں۔

۲۱۔ حضرت ابن الاصلؒ

ان کا قول ہے کان الحارث المحاسبی احد الخمسة الجامعين بين العلمين في واحد هو الجنيد والموحد والوالعباس بن عطاء وعمرو بن عثمان المکیؒ۔
ترجمہ: حضرت محاسبیؒ ان پانچ بزرگوں میں سے ایک ہیں کہ جو علم ظاہر اور علم باطن کے جامع تھے۔ باقی اصحاب حضرت جنیدؒ، حضرت ابو محمد جریریؒ اور حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ تھے۔
نوٹ: ۱۔ یاد رہے کہ حضرت جنیدؒ کے علاوہ باقی چار بزرگوں میں حضرت محاسبیؒ ان کے استاد اور دوسرے سب انہی کے مرید ہیں۔ گویا جامعیت کا اجتماع خانوادہ جنیدؒ پر ہی ہوا ہے۔
ذَالِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَن يَشَاءُ۔

۲۲۔ حضرت المومل الجصاص الشیرازیؒ (م۔ ۳۲۲ھ)

حضرت شیرازیؒ مشائخ طریقت کے اکابر کی نمایاں خصوصیات جو انہیں ودیعت ہوئی تھیں کا جائزہ لیتے ہوئے کہتے ہیں۔

لہ مرآة الجنان ج ۲ ص ۲۳۲ لہ شذات الذہب ج ۲ ص ۲۳ لہ کتاب مذکور ج ۲ ص ۱۳

اعطی الجنید الحکمة واعطی شاه الکرومانی الجود واعطی ابوخصم الاخلاق واعطی

ابو یزید البسطامی الہیمان ^{۱۵}

ترجمہ ۱۔ حضرت جنید کو حکمت، حضرت شاہ کرمانی کو سخاوت، حضرت ابوخصم نیشاپوری کو اخلاق اور حضرت بایزید بسطامی کو نگہداشت عطا کی گئی ہے۔
— ومن یوت الحکمة فقد اوتی خیراً کثیراً۔ القرآن

۲۳۔ امام عبدالوہاب الشعرانی (م۔ ۷۹۷ھ)

رقطراز ہیں ان جمیع ائمۃ الصوفیۃ علی ہدی من ربہم۔ وَاِنَّ طَرِيقَةَ الْاِمَامِ
ابی القاسم الجنید اقوم طریق القوم کلمہا التحریبہا علی الشریعۃ تحریر الجوہر۔ ^{۱۶}

ترجمہ ۱۔ تحقیق تصوف کے سب امام اپنے رب کی جانب سے ہدایت پر ہیں اور بے شک حضرت امام ابوالقاسم جنید کا طریقہ صوفیائے کرام کے تمام طریقوں سے زیادہ صحیح اور درست ہے کیونکہ اس کی بنیاد و تاسیس شریعت مطہرہ پر ہے۔

۲۴۔ شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی (م۔ ۱۰۳۵ھ)

حضرت مجدد بیان فرماتے ہیں کہ نسبت فردیت یعنی رواج ہونا اور نسبت قطب ارشاد یعنی مخلوق خدا کی متوجہ ہو کر ان کی رہنمائی کرنا دو ایسی نسبتیں ہیں جو بزرگان دین میں پائی جاتی ہیں۔ بالعموم ان نسبتوں میں سے کوئی ایک نسبت غالب ہوا کرتی ہے لیکن اگر یہ نسبتیں کسی شخصیت میں اعتدال کے ساتھ جمع ہو جائیں تو وہ بڑی عظیم المرتبہ ہوتی ہے۔ حضرت مجدد مزید تصریح فرماتے ہیں کہ حضرت جنید میں یہ دونوں خوبیاں موجود تھیں اور پورے اعتدال اور توازن کے ساتھ تھیں۔ ^{۱۷}

۱۵ نفحات الانس ص ۶۱، طبقات الصوفیہ ہرزی ص ۹۴ ۱۶ ایواقیب و الجواہر ج ۲ ص ۹۲

۱۷ مکتوبات امام ربانی ج ۱ مکتوب ص ۲۹

۲۵۔ شیخ احمد المنادیؒ

شیخ احمد بن جعفر بن محمد المنادیؒ فرماتے ہیں کان الجنید قد سمع الحدیث الکثیر من الشیوخ وشاهد الصالحین واهل المعرفة ودریق من الذکاء وصراب الجوابات فی فنون العلم ما لم یر فی زمانہ مثله عند احد من قرنائہ ولا ممن ارفع سنامہ ممن کان ینسب منہم الی العلم الباطن والعلما نظاہر فی عفوف وعزوف عن الدنیا وابتائہا۔ لہ

ترجمہ :- حضرت مجتہد نے شیوخ سے بہت سی احادیث سماعت کیں، صلحاء اور اہل معرفت کی صحبت سے فیضیاب ہوئے۔ علم کے مختلف شعبوں اور فنون میں ذکا اور صحیح جواب دینے کا عکد انہیں عطا ہوا تھا۔ ان جیسا علم، فضل ان کے زمانے میں ان کے ہمسر میں سے کسی کے ہاں دکھائی نہیں دیتا اور اسی طرح ان سے زیادہ عمر کے لوگوں میں بھی جن کو علم ظاہر و باطن سے نسبت ہے کوئی شخص ان سے زیادہ پاکیزگی اور دنیا اور دنیا داروں سے کنارہ کشی میں نظر نہیں آتا۔

۲۶۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

مولانا علی میاں دور حاضر میں برصغیر پاک و ہند کے مایہ ناز عالم اور مفکر ہیں۔ وہ صوفیائے کرام کی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔ اس سلسلہ میں سفیان ثوریؒ، فضیل بن عیاضؒ، مجتہد بغدادیؒ، معروف کرخیؒ اور بشرحانیؒ کا نام اور کام سب سے زیادہ نمایاں اور روشن ہے ان حضرات کے اعمال و اخلاق، سچی خداترسی، بے لوث زاہدانہ زندگی، مخلوق سے استغنا، ایثار و بے نفسی، بے غرض خدمتِ خلق اور ایمانی کیفیات غیر مسلم آبادی تک اثر ڈالتی تھیں۔ ان کی ذات سے اسلام کا اخلاقی وقار قائم تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ ان کی تقریریں سن کر اور ان کے اعمال و اخلاق دیکھ کر بکثرت یہودی، عیسائی، مجوسی اور صابی مسلمان ہوتے تھے بلکہ

لہ تاریخ بغداد ج ۲، ص ۲۲۲۔ تاریخ دعوت و عزیمت ج ۱ ص ۵۸

معاصر متحجین کا اعترافِ عظمت

معاصرین میں سے بعض علماء اور فضلاء حضرت جنیدؒ کی خدمت میں ان کے علم و فضل کا امتحان لینے اور ان کی آزمائش کرنے کی خاطر آتے جاتے رہے ہیں۔ ان علماء میں سے جو بھی آیا وہ متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ جب وہ مجلس میں حاضر ہوا تو مخالف یا کم از کم معتقد نہیں تھا جب گفتگو سنی اور تبادلہ خیالات کا موقع ملا اور مجلس سے اٹھا تو وہ معترف و معتقد بن کر اٹھا بلکہ پھر عمر بھر ان کی تعریف و توصیف میں طب اللسان رہا۔ چند قابل ذکر علماء حسب ذیل ہیں۔

۱۔ عبداللہ بن سعید بن کلاب (م۔ ۲۲۰ھ)

عبداللہ بن سعید ایک متکلم اور مناظر تھے اور ان کی عادت ہر شخص پر اعتراض کرنے کی تھی۔ ان سے کہا گیا کہ آپ ہر شخص کے کلام پر اعتراض کرتے رہتے ہیں۔ یہاں پر ایک شخص حضرت جنیدؒ ہیں۔ دیکھیں کیا آپ ان پر بھی اعتراض کر سکتے ہیں یا نہیں۔ یہ سن کر وہ حضرت جنیدؒ کے حلقے میں حاضر ہوئے اور توجید کے موضوع پر ایک سوال کیا۔ آپ نے جواب دیا تو حیران رہ گئے۔ جواب دہرانے کی درخواست کی تو آپ نے وہی مفہوم مختلف عبارت اور انداز میں ادا فرمایا۔ عبداللہ لاجواب ہو کر عرض کرنے لگے۔ حضرت یہ تو بلند پایہ کلام ہے۔ مجھ سے حفظ بھی نہ ہو سکے گا۔ لہذا ایک بار پھر دہرا دیں حضرت نے اس بار پہلے سے بھی زیادہ عالمانہ انداز میں جواب دیا۔ وہ مبہوت ہو کر رہ گیا اور جواب املا کر دینے کی درخواست کی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا ان کنت اجرتہ فانا املیہ یعنی یہ سب کچھ اگر میں خود بیان کر رہا ہوتا تو املا کر بھی دیتا گویا یہ تو الہامی باتیں ہیں اس لئے لکھوانے سے معذور ہوں۔

عبداللہ بن سعید اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے علم و فضل کا اقرار اور ان کی بلندی مرتبہ کا اعتراف کیا۔

شذرات اور مرآة الجنان میں مزید یہ وضاحت ہے کہ عبد اللہ بن سعید نے ایک کتاب لکھی تھی جس میں تمام مذاہب کا رد کیا تھا۔ انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ کوئی گروہ رہ تو نہیں گیا۔ انہیں بتایا گیا کہ ہاں ایک گروہ صوفیہ رہ گیا ہے جس کے امام و مقتدا حضرت مجتہد ہیں۔ اس پر انہوں نے ایک شخص کو بھیج کر حضرت مجتہد سے ان کے مذہب تصوف کی حقیقت دریافت کی۔ حضرت مجتہد نے جواب دیا کہ مذہبنا افراد القدام عن المحدث وھجران الاخوان والادطان و نسیان ما یكون و ماکان (ہمارا مسلک قدیم یعنی خدا کو جدید یعنی مخلوق سے الگ الگ سمجھنا، خدا کی خاطر اپنے بھائیوں اور اپنے وطنوں کو ترک کر دینا اور جو کچھ پہلے تھا اور جو کچھ ہوگا اسے یکسر بھول جانا ہے) انہوں نے یہ جواب سنا تو لا جواب ہو گئے اور کہنے لگے کہ اس کلام میں مناظرہ ممکن ہی نہیں۔ اس کے بعد وہ خود مجلس مجتہد میں حاضر ہوئے تھے۔

۲۔ ابن شاہین

ابن شاہین ایک نحوی عالم اور مفسر تھے۔ انہوں نے حضرت مجتہد سے حرف مع (ساتھ ہونا) کے معنی پوچھے۔ آپ نے فرمایا یہ دو معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ انبیائے کرام سے یہ حرف متعلق ہوتا ہے اس کے معنی نصرت اور حفاظت کے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اتنی معکما اسمع و اری ربے شک میں تم دونوں کی حفاظت اور نصرت کرنے والا ہوں۔ میں سنتا ہوں اور دیکھتا بھی ہوں) جبکہ حرف مع کا تعلق عوام سے ہوتا ہے اس کے معنی علم رکھنے اور احاطہ کرنے کے ہیں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ما یكون من نجوى ثلاثة الا هو رابعهم (تم میں سے کوئی تین سرگوشی نہیں کرتے مگر چوتھا ساتھ خدا ہوتا ہے) ابن شاہین نے یہ جواب سن کر کہا مثلک یصلح ان یكون دالاً بلائمة علی اللہ یعنی آپ جیسا ہی شخص واقعی اس لائق ہے کہ جو افراد امت کی خدا کی طرف رہنمائی کیا کرے۔

۲۔ ابن کیمان نحوی (۲-۲۹۹ ص)

ابن کیمان نحوی نے حضرت جنیدؒ سے تفسیر قرآن کے بارے میں کوئی سوال پوچھا۔ آپ نے بصیرت افروز جواب دیا تو اس کی زبان سے بے اختیار یہ دعائے کل لا یفرض اللہ فاک یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے منہ کو محفوظ رکھے کیونکہ اس سے علم و معرفت کے پھول جھڑتے ہیں ایسے

۴۔ ابن سرتج الفقیہ (۴-۳۰۶ ص)

ابوالعباس ابن سرتجؒ بازائہب کے لقب سے مشہور شافعی فقیہ اور کم و بیش چار سو کتابوں کے مصنف تھے۔ ایک بار انہیں حضرت جنیدؒ کی مجلس میں حاضر ہونے کا اتفاق ہوا۔ معرفت بھرا کلام سنا تو بے حد متاثر ہوئے۔ بعد ازاں ان سے حضرت جنیدؒ کے کلام کے بارے میں ان کی رائے پوچھی گئی تو کہنے لگے لا ادری ما یقول وکنی اری لہذا الکلام صولة لیست بصولة باطل۔^{۵۲} یعنی ان کا کلام تو میری فہم سے بلند و بالا ہے البتہ اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ ان کے کلام میں جو صولت اور زور بیان ہے وہ کسی باطل پرست میں ہو ہی نہیں سکتی۔

شیخ ابن سرتج جب فقہ کے اصول و فروع میں گفتگو کیا کرتے تو لوگ ان کی فصاحت و بلاغت اور نکتہ آفرینی کو دیکھ کر دنگ رہ جاتے۔ اس وقت وہ لوگوں سے فرمایا کرتے تھے جانتے ہو یہ فیض مجھے کہاں سے حاصل ہوا ہے۔ پھر خود ہی جواب دیا کرتے ہذا من بركة مجالستی ابا القاسم الجنید۔^{۵۳} یعنی یہ سب کچھ حضرت ابوالقاسم جنیدؒ کے قدموں میں بیٹھنے کا صدقہ ہے۔

۵۲ تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۲۶ ۵۳ الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۸۱، رسالہ کشمیریہ ص ۱۸۱،

تذکرۃ الاولیاء ص ۳۲۸ ۵۴ وفيات الاعیان ج ۱ ص ۱۴۶، شذرات الذهب ج ۲ ص ۲۲۸،

تاریخ بغداد ج ۴ ص ۲۲۳، مرآة الجنان ج ۲ ص ۲۳۱، رسالہ کشمیریہ ص ۱۹

۵۔ ابوالقاسم کعبیؒ

ابوالقاسم کعبی معز لہ کے سردار اور دانشور تھے۔ وہ صوفیا کو مخاطب کر کے کہا کرتے تھے
 رایت لکم شیخاً بعد اذ یقال لہ الجنید بن محمد مارات عینای مثلہ کان لکتبۃ یحضر ونہ
 لا لفاظہ و الفلاسفۃ یحضر ونہ لدقۃ معانیہ و الشعراء لفصاحتہ و المتکلمون
 یحضر ونہ لزمام علمہ و کلامہ بائن عن نہمہم و کلامہم و علمہم۔

ترجمہ ۱۔ میں نے بغداد میں تمہارا ایک شیخ دیکھا ہے جسے جنید بن محمد کہتے ہیں۔ بخدا میری
 دو آنکھوں نے اس جیسا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ ادیبان کی ثروتِ الفاظ کی خاطر ماضی رہتے ہیں
 فلسفی ان کے ہاں دقیق معانی کے لئے جمع رہتے ہیں۔ شعراء ان کی فصاحتِ لسانی سے استفادے
 کے لئے موجود رہتے ہیں اور متکلم و مناظران کے مسکتِ خصم علم کی خاطر رجوع کیا کرتے ہیں لیکن
 ان کا کلام، ان کی فہم ان کے علم اور کلام سے کہیں بلند ہوتا ہے۔

روایۃ صادقہ

حضرت جنیدؒ تاجدارِ ولایت تھے اس لئے ان کے خواب صداقت پر مبنی ہوتے تھے خود
 فرمایا کرتے تھے کہ مجھ پر ایک زمانہ ایسا بھی گزرا ہے کہ جو کچھ خواب میں دیکھتا، بیداری میں وہی سچ
 ثابت ہوتا۔ ملاحظہ ہو۔

بارگاہ رسالت میں فتویٰ نگاری

کسی بزرگ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور علیہ السلام تشریف فرما

۲۲۳-۲۲۴

۱۔ تاریخ بغداد ج ۲، ص ۲۲۲، طبقات الشافعیہ ج ۲، ص ۲۸، شذرات الذهب ج ۲، ص ۲۲۸، مرآة الجنان ج ۲

۲۔ تاریخ بغداد ج ۲، ص ۲۲۳

ہیں اور حضرت مجتہد حاضر خدمت ہیں۔ اتنے میں کسی شخص نے حاضر ہو کر فتوے طلب کیا حضور نے فرمایا یہ فتوے مجتہد سے لے لو۔ وہ شخص عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! آپ کی موجودگی میں کسی دوسرے سے میں فتوے کیوں کر لے سکتا ہوں۔ ارشاد فرمایا تمہیں معلوم نہیں کہ تمام انبیائے کرام کو جس طرح اپنی اپنی امت پر ناز ہے اسی طرح مجھے اپنی امت میں سے مجتہد پر ناز ہے۔

سیادتِ علم

حضرت عبداللہ بن علیؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت مجتہد کو بیان کرتے سنا ہے کہ مجھے خواب میں زیارتِ نبویؐ نصیب ہوئی اور میں نے دیکھا کہ پیچھے سے حضور سرور کائناتؐ مجھے کندھے سے پکڑے ہوئے ہیں اور مجھے دھکیلتے جا رہے ہیں حتیٰ کہ مجھے خداوند تعالیٰ کے سامنے جا کھڑا کیا۔ میں نے تعجبِ خواب کے ماہرین سے اس خواب کی تاویل دریافت کی تو انہوں نے مجھے بتایا اِنَّكَ رَجُلٌ تَقُوْدُ الْعِلْمَ اِلٰى ان تلقى الله تعالى۔

یعنی بے شک آپ ایسے شخص ہیں کہ علم کی قیادت کرتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملیں گے۔

شیطان کا اعترافِ عجز

حضرت جعفر خلدیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت مجتہد کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ مجھے خواب میں ابلیس کو دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے اسے ڈالتے ہوئے کہا۔ اے راہزن اتیرا یہاں کیا کام ہے؟ کئے گا۔ اگر سارے لوگ آپ جیسے ہو جائیں تو واقعی مجھے یہاں آنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور پھر میری راہزنی عبث ثابت ہوگی۔

اِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ - القرآن

۱۵ تذکرۃ الاولیاء، ۲۲۵، خزینۃ الامفیاج، ۱۲۷، ۱۲۸ تاریخ بغداد، ۲۲۷، ۲۲۸

باب چهارم

انفرادیت و عبقریت

دورها باید که تا یک مرد حق پیدا شود
بایزید اندر خراسان یا اولس اندر قرن

ه

شیخ الطائفہ ابوالقاسم جنید ایک نابغہ روزگار ہستی تھے۔ ان کی ذات بابرکات میں مختلف النوع خویاں یکجا ہو گئی تھیں۔ وہ شریعت و طریقت اور علم و حال میں اپنی مثال آپ تھے۔ تابعین اور تبع تابعین میں بلاشبہ ان کے مقام و مرتبہ کا کوئی شخص ہمیں دکھائی نہیں دیتا۔ وہ بلا مبالغہ تمام صوفیاء اور مشایخ طریقت میں سے سب سے زیادہ مقبول اور مرجع خلافت رہے ہیں وہ علم و عمل کے مجمع البحرین اور شریعت و طریقت کے سنگم تھے انہوں نے ذکر سے معمور اور فکر سے بھرپور زندگی گزار سی ہے۔ وہ منبر و محراب کی زینت بھی تھے اور عرصہ جماد کے مرد میدان بھی۔ انہوں نے دل کے درد کو بھی پھیلایا ہے اور دماغ کے استدلال کو بھی عام کرنے کی جدوجہد کی ہے۔ ان کی طریقت رہبانیت ترک عمل اور شطیبات کی آلودگیوں سے پاک و صاف اور قرآن و سنت کے دھارے سے نکلنے والا دریائے نور ہے۔ انہی خوبیوں اور اسلامی خدمات کی بدولت وہ صوفیاء و مشایخ میں ممتاز و منفرد ہو گئے ہیں اور یہی عبقری خصوصیت ان کے لئے زمان و مکاں کی حدوں سے بے نیاز مقبولیت کی راہ ہموار کرتی ہے۔

حضرت جنید کی شخصیت کا تفصیلی جائزہ مختلف عنوانوں کے تحت نذر قارئین ہے۔

متقی متکلم اور باصفا صوفی

مبادی و معاد کی معرفت کے دو طریقے راجح ہیں علم و استدلال سے کام لینے والے متکلم کہلاتے ہیں جبکہ مجاہدہ و ریاضت کے ذریعے معرفت حاصل کرنے والے صوفی کہلاتے ہیں۔ حضرت جنید کو تیسریں حاصل ہے کہ وہ دونوں طریقوں کے رہنما ہیں کیونکہ ان کی ذات میں یہ دونوں خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ وہ مایہ ناز عالم متکلم ہونے کے ساتھ ساتھ مشہور زمانہ صاحب باطن صوفی بھی تھے۔ وہ لسان القوم اور سید الطائفہ کے القاب عالیہ کے حقدار ہیں۔

عالم شریعت اور شیخ طریقت

حضرت جنید قرآن و سنت اور اسلامی شریعت کے متبحر عالم تھے اور فقہ میں ان کا مقام بہت بلند تھا اسی طرح تصوف و طریقت میں وہ عظیم القدر مقتدا اور پیشوا تسلیم کئے جاتے ہیں شریعت اور طریقت میں یہ عدیم المثال جامعیت بس ان ہی کا حصہ ہے۔ وہ امام الائمہ اور طاؤس العلماء بھی ہیں اور دوسری طرف

سید الطائفہ اور علم الاولیاء بھی۔

۵ در کفے جام شریعت و در کفے سندان عشق ہر ہوسنا کے نداند جام و سندان باختر

وسعت علم اور ثروت حال

حضرت جنیدؒ اپنے علم اور حال میں اپنے مبصروں بلکہ متقدمین و متاخرین سے اس قدر بڑھے ہوئے تھے کہ کوئی شخص ان کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچ سکا۔ ان کے تجربہ علم اور وفور حال کا یہ عالم تھا کہ اندازہ کرنا مشکل ہو جاتا تھا کہ ان میں علم زیادہ ہے یا حال۔ حضرت نعلدیؒ کا بیان مشہور ہے کہ ہم اپنے شیوخ میں سے حضرت جنیدؒ کے سوا کسی کو نہیں پاتے کہ وہ علم و حال کا جامع ہو کیونکہ اکثر ایسے ہیں کہ علم زیادہ ہے تو حال کا فقدان ہے حال کی کثرت ہے تو علم کی قلت ہے جبکہ حضرت جنیدؒ کے پاس علم اور حال دونوں کی فراوانی ہے جب میں ان کے حال کو دیکھتا ہوں تو سمجھتا ہوں کہ وہ علم سے زیادہ ہے اور جب ان کے علم کا مشاہدہ کرتا ہوں تو ان کا علم ان کے حال سے زیادہ معلوم ہوتا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں سچ تو یہ ہے کہ عمل کا خلاصہ پاس حضور و ادب ہے جس کو دوسرے الفاظ میں اعتقاد، خدمت، علم، حال، معرفت، طاعت بھی کہتے ہیں۔ اگر یہ دونوں یعنی علم و حال جمع ہو جائیں اور اعتدال پا جائیں تو اس سے بہترین سعادت اور انتہائی کمال کوئی نہیں۔ یہ بہت کم ہوتا ہے کہ حال و علم میں حقیقی اعتدال میسر آجائے۔ جنہیں یہ میسر ہو جاتا ہے ان کی مثال اور اس مقام کے حضرات حضرت سید الطائفہ جنید بقعدوی قدس سرہ اور ایسے چند اور حضرات ہیں۔

سلامتی افکار اور حسن کردار

حضرت جنیدؒ کے معتقدات و نظریات قرآن و سنت کی تعلیمات پر مبنی ہیں چنانچہ خود فرمایا کرتے تھے علمنا مشیداً بالکتاب والسنة اس میں شک نہیں کہ تصوف میں بھی بیرونی اثرات داخل ہوتے رہے ہیں لیکن حضرت جنیدؒ کا پیش کردہ تصوف ان خارجی اثرات سے بالکل محفوظ ہے۔ انہوں نے سکوت

۱۵ مکتوبات شیخ عبدالحق محدث دوم اردو ترجمہ ص ۱۷۱ الطبقات اکبری ج ۱ ص ۱۷۱

پر کلام کو، حال پر علم کو، عشق پر عقل کو اور غیبت پر حضور کو کوفیت دے کر ان تمام خواہیوں کا سدباب کر دیا ہے کہ جو تصوف کے چشمہ صافی میں کدورت کا باعث بن سکتی ہیں۔ حفظ مراتب کے بارے میں ان کا نقطہ نظر نہایت واضح اور صائب تھا۔ انہوں نے ولایت اور نبوت کے مدارج کا فرق واضح کرتے ہوئے بتلایا کہ ولی خواہ کتنا بلند مرتبہ کیوں نہ ہو وہ کسی نبی کے مقام کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ توحید کے باب میں ان کا مشہور اصول افراد القدم عن المحدث حرف آخر ہے۔ اس اصول کے مطابق مخلوق روحانی ترقی کر کے قرب و وصال کے معراج کمال کیوں نہ پہنچ جائے پھر بھی خدا، خدا ہے گا اور مخلوق، مخلوق رہے گی۔ اس لئے حلول و بزور کے عقیدے سے اسر ضلالت اور باطل ہیں۔ اسی طرح مشیت کے تصور میں بھی بعض صوفیہ غلط فہمی کا شکار ہوئے ہیں۔ ایسے لوگ کہنے لگے کہ ارادہ ہی مشیت ہے یعنی نیکی اور برائی سبھی ایک ہیں۔ حضرت جنید نے اس گمراہ کن عقیدے کی تردید کی اور مشیت کا صحیح تصور دنیا کے سامنے پیش کیا۔ ان صوفیہ کا کہنا یہ تھا کہ تمام امور اللہ کی مشیت اور قدرت سے شہود توحید میں ہیں۔ اس کو وہ الجہ الاول کہہ کر پکارتے تھے حضرت جنید نے ان پر واضح کیا کہ اس معاملے میں الفرق الثانی کے شہود کے سوا اور کوئی چارہ نہیں اور وہ یہ ہے کہ تمام چیزیں مشاہدے میں گو مشترک ہیں، اللہ کی مشیت قدرت اور تخلیق کے لحاظ سے تاہم یہاں یہ فرق کرنا واجب ہے کہ اللہ نے کن باتوں کا حکم دیا ہے، کن چیزوں کو وہ پسند کرتا ہے اور کن باتوں سے وہ راضی ہوتا ہے۔ اسی طرح کن باتوں سے روکا گیا ہے، کن باتوں کو خدا ناپسند کرتا ہے اور کن باتوں سے وہ ناراض ہوتا ہے۔ مزید یہ فرق بھی ضروری ہے کہ کون خدا کے دوست ہیں اور کون دشمن۔ امام ابن تیمیہ حضرت جنید کے اس موقف کو پیش کر کے ان الفاظ میں اس کی صداقت کی توثیق کرتے ہیں فیتہا الجنید رحمۃ اللہ علیہ لہم من اتبع الجنید فیہا کان علی السداد ومن خالفہ غلّ لہ یعنی حضرت جنید نے اس مسئلے کو صوفیہ کے لئے کھول کر بیان کر دیا چنانچہ اس معاملے میں جس کسی نے حضرت جنید کی پیروی کی ہے وہ راہِ راست پر ہے اور جس نے مخالفت کی ہے وہ گمراہ ہوا ہے۔

حضرت جنید جس طرح سلامتی افکار کے اعتبار سے اپنے دور کی نمایاں شخصیت ہیں اسی طرح وہ

سیرت و کردار کی بلندی میں بھی اپنی مثال آپ ہیں۔ وہ اخلاقی خوبیوں سے پوری طرح آراستہ تھے اور برائیوں سے محفوظ و مجتنب۔ ان کی ہر وعزیز کی گوارا باپ اقتدار کو برابر کھٹکتی رہی لیکن ان پر ہاتھ ڈالنے کی کسی کو ہمت نہیں ہو سکی کیونکہ ان کا دامن کردار ہر طرح سے پاک و صاف تھا۔ صوفیاء، شطیحات کی وجہ سے بالعموم الزام لگتے رہے رہے ہیں لیکن حضرت جنیدؒ نے سکر پر صحو کو ترجیح دے کر شطیحات کا امکان ہی ختم کر دیا چنانچہ ان کی ذات سے شطح کی قسم کی کوئی چیز سرزد نہیں ہوئی۔

امام شعرانی رقمطراز ہیں ولہم یبلغنا قط عن الجنیدِ اِنَّہُ تکلّم بشیءٍ من الشطح کما نقل عن ابی یزید وغیر کلّ ذالک لکمالہ۔

ترجمہ: ہم تک حضرت جنیدؒ کے بارے میں یہ بات قطعاً نہیں پہنچی کہ انہوں نے شطح جیسی کوئی چیز کبھی کہی ہو۔ جس طرح کہ حضرت بایزید بسطامیؒ اور دوسرے بزرگوں سے شطیحات منقول ہیں۔ یہ سب کچھ حضرت جنیدؒ کے کمال روحانیت کی بدولت تھا۔

صاحبِ قلم اور صاحبِ سیف

حضرت جنیدؒ کو دیگر صوفیاء کے مقابلے میں یہ اعزاز و امتیاز بھی حاصل ہے کہ وہ تصوف پر بلند پایہ مصنف تھے اور ساتھ ہی میدانِ جنگ کے جانباز غازی بھی تھے۔ اس لحاظ سے وہ بسطہ فی العلمہ لجم کی عملی تفسیر تھے۔ ان کی مصنفانہ شان کے بارے میں ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر رقمطراز ہیں۔ حضرت جنیدؒ کی تصنیفات کے اندر ہمیں اسلامی لٹریچر میں پہلی بار اتنے اعلیٰ صوفیانہ حلقے کی ایسی تحریریں نظر آتی ہیں جن کے اندر ایک نظم و ضبط ہے، طریق ادا کی پختگی اور بہارت ہے۔ اس معاملے میں حضرت جنیدؒ کا کوئی پیشوا یا مرشد نہیں ہے۔ ان کے بعد ہمیں مشکل اس معاملے میں کوئی آدمی ان کے پائے کا نظر آتا ہے جو ایک الہامی کیفیت کے تحت لیکن پورے نظم و انضباط کے ساتھ تصوف کے بہت اونچے مسائل پر لکھ سکے۔ ان کی تحریروں میں ہم منطق و استدلال کا استعمال بھی بخوبی پا سکتے ہیں۔

علامہ صوفیہ اور ادباء و شعرا کا طبقہ بالعموم عافیت پسند اور تن آسان ہوا کرتا ہے جبکہ عزیمت اور

عظمت کی راہ تیر و تفنگ، سنگ و آہن اور دار و رسن سے ہو کر گزرتی ہے۔ حضرت جنیدؒ کی تمام زندگی سراسر ایجابِ حقّی و عمر بھر اپنی زبان اور اپنے قلم سے جہاد کرتے رہے۔ شرک و جہالت کے خلاف اور منکرات و فواحش کی سرکوبی کی خاطر۔ جب جہادِ بالسیف کا موقع ملا تو اقامتِ حقّی اور اعلائے کلمۃ اللہ کی خاطر میدانِ عمل میں نکلنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ وہ رومیوں اور زنگیوں کے خلاف ۲۵۶ھ سے ۲۶۷ھ کی لڑائیوں میں شریکِ جہاد رہے۔ عالمِ ادبِ مجاہدہ کے علاوہ وہ جہادِ بالنفس سے کام لینے والے ایک مثالی عبادت گزار اور شبِ زندہ دار بھی تھے۔ سینکڑوں نوافل اور ہزاروں بار سبحان اللہ کا روزمرہ کا ورد آپ کا معمول تھا۔ علم و عمل کی ان گونا گوں خوبیوں کا فردِ واحد میں مجتمع ہو جانا عام نہیں بلکہ نادر الوجود ہے۔

جمع الشجاعة والخشوع لربہ ما احسن المحراب فی المحراب

دنیا و دین کا امتزاجِ حسین

دیگر مذاہب میں معاشرے سے ہٹ کر اور کٹ کر پوجا پاٹ کرنا اور درود و وظائف میں لگے رہنا ترکِ دنیا کہلاتا ہے۔ اسلام میں ترکِ دنیا کا تصور اس سے مختلف ہے۔ اسلام تعلیم دیتا ہے کہ معاشرے کے اندر رہ کر حقوق و فرائض ادا کرتے ہوئے خدا کی یاد سے غافل نہ ہونا اور فکرِ آخرت کرنا اور سفرِ آخرت کے لئے زادِ راہ جمع کرتے رہنا اصل ترکِ دنیا ہے۔ معاشرے میں رہ کر اللہ کی عبادت اور اس کی مخلوق کی خدمت، قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کرنا دنیا نہیں بلکہ دین ہے۔ دنیا کی صرف وہ زندگی لائقِ مذمت ہے کہ جو یادِ خدا وندی اور فکرِ آخرت سے خالی ہو۔

چہیت دنیا از خدا غافل بدن نے قماش و نقرہ و فرزند و زن (مولانا رومؒ)

حضرت جنیدؒ کے ہاں دین و دنیا کا یہی امتزاجِ حسین پورے آب و تاب کے ساتھ علم و عمل میں جاری و ساری تھا۔ وہ دنیا میں رہتے ہوئے اس کی سہولتوں اور نعمتوں سے متمتع ہونا برا نہیں سمجھتے تھے اور صوفیاء اور زہاد کو معاشرے پر بوجھ بننے کی بجائے مفید افراد بنانا چاہتے تھے چنانچہ انہیں ہمیشہ کسبِ حلال کرنے پر زور دیا کرتے تھے۔ ویسے بغداد کے مدرسہ تصوف کی یہ خصوصیت نمایاں ہے کہ اس کے تمام مشائخ ہاتھ کی کمائی سے کھایا کرتے تھے اور ان کی نسبتیں ان کے پیشوں کے اعتبار سے مشہور ہیں۔ حضرت جنیدؒ اس گروہ کے سرخیل تھے اور ان کا اپنا پیشہ الخبز از یعنی پشمینے اور ریشمی کپڑے کی تجارت کرنا تھا۔ بازار

میں ان کی اپنی دکان تھی جہاں وہ بیٹھ کر انتہائی دیانتداری کے ساتھ اکل حلال کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ گاروباً کی گرم بازاری کے ساتھ یادِ الہی میں بھی سرگرم رہتے تھے۔ دکان پر ہی نوافل ان کا معمول رہا ہے۔

رہبانیت سے اجتناب، فطرتِ اسلام کا انتخاب

حضرت جنیدؒ کا تصوف اور طریقت اسلامی تعلیمات پر مبنی تھا اس لئے ان کی اپنی زندگی اور ان کے افکار پر رہبانیت کی پرچھائیں تک نہیں پڑی۔ نکاح کرنا تقاضائے فطرت اور سنتِ خیر الانام ہے اس لئے حضرت جنیدؒ نے نکاح کیا اور خوشگوار ازدواجی زندگی گزاری۔ وہ خود فرمایا کرتے تھے کہ مجھے بیوی کی اتنی ہی ضرورت ہے جتنی کھانا کھانے کی لہ جبکہ صوفیائے عام بالعموم نکاح اور ازدواجی زندگی کو چنداں اہمیت نہیں دیا کرتے اور تہجد کو اپنے زعمِ باطل میں نیکی تصور کرتے ہیں حالانکہ یہ رہبانیت ہے۔

حضرت جنیدؒ کا معمول یہ تھا کہ دن کو قیلوہ فرمایا کرتے تھے اور رات کو نوافل پڑھتے پڑھتے نیند غلبہ کرتی تو اسی حالت میں مصلیٰ عبادت پر سو جایا کرتے تھے۔ ایک بار حضرت علی بن سہل اصفہانی نے آپ کو ایک خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ حضرت داؤدؑ پر وہ شخص جھوٹا ہے کہ ہماری محبت کا دعویٰ کرے اور جب رات ہو تو سو رہے۔ حضرت جنیدؒ نے خط پڑھا تو اس کی پشت پر یہ جواب لکھ بھیجا۔ ہماری بیداری راہِ حق میں ہمارا معاملہ ہے اور ہماری نیند ہم پر فعلِ حق ہے یعنی محبتِ الہی کے لئے ہر دو کیساں ہیں والستوم موهبة اللہ علی المحسنین (نیند بھی حسن عمل کرنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی عطاؤں بخشش ہے یہ)

اپنا تمام مال و متاع راہِ خدا میں دے دینا نیکی ہے لیکن اپنے نفس پر پوری طرح اعتماد نہ ہو تو ایسا کرنا خطرے سے خالی نہیں ہوا کرتا۔ حضرت جنیدؒ حقیقت پسند تھے اس لئے اپنے مریدوں کو تکلیف مالا یطاق سے بچایا کرتے تھے۔ ایک بار ایک شخص نے حضرت جنیدؒ کے سامنے یہ ارادہ ظاہر کیا کہ وہ چاہتا ہے کہ اپنا تمام مال راہِ خدا میں دے کر ان کے پاس فقیر بن کر بیٹھ رہے۔ حضرت جنیدؒ نے یہ سن کر اسے مشورہ دیا کہ تم اپنا سارا مال خرچ نہ کرو بلکہ اپنے گزارے کے لئے کچھ ضرور رکھ لو۔ صرف وہ مال صرف کرو جو زائد ضرورت ہو۔ تم کسبِ حلال کیا کرو لیکن ساری آمدنی خرچ نہ کیا کرو کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں

تمہارا نفس تم سے مطالبہ نہ کرنے لگ جائے یہ

جامعیتِ علوم اور مہارتِ فنون

حضرت جنیدؒ تمام اسلامی علوم مثلاً تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف اسی طرح تمام عمومی علوم و فنون مثلاً، منطق، علم کلام، علم نحو، انسانی نفسیات اور روحانی واردات وغیرہ پر مہارت تامہ رکھتے تھے اور معدودے چند لوگوں میں اس قدر جامعیت ہوا کرتی ہے جیسی آپ کی ذاتِ اقدس میں ہوا کرتی ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ کا مفصل بیان پہلے گزر چکا ہے۔ جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ آپ سارے علوم و فنون میں یکنٹے روزگار عالم تھے اور ان جیسی جامعیت ان کے زمانے کے علماء کے ہاں کسی میں نہیں ہے۔

اصلاحِ تصوف اور تجدیدِ طریقت

حضرت جنیدؒ کا تصوف کے میدان میں یہ کارنامہ تو رہتی دنیا تک یادگار رہے گا کہ انہوں نے چشمہٴ تصوف سے نکلنے والے منہ زور اور پر شور پہاڑی نالوں کو پابندِ نظم کر کے فیضِ رساں ندی نالوں میں تبدیل کر دیا اور خام صوفیہ کی بے لگامی کو لگام دی۔ مزید برآں اسلامی تصوف میں داخل ہو جانے والے خارجی اثرات کی خرابیوں کی نہ صرف انہوں نے نشاندہی کی بلکہ ان کے خلاف منظم اور بھرپور جہاد بھی کیا۔ انہوں نے ملائیمہ اندازِ فکر کی خامیوں پر تنقیدی نگاہ ڈالی اور اسے تصوف کے دائرے سے خارج کر دیا۔ اسی طرح انہوں نے اصحابِ سکر کے غلبہٴ حال سے پیدا شدہ اثراتِ بد کا جائزہ لیا اور لوگوں کے سامنے سکر کے مقابلے میں صحو (ہوشیاری اور فرزانگی) کی صورت میں راہِ اعتدال رکھی۔ ان کے عہد میں معتزلہ کا زور کسی حد تک ٹوٹ چکا تھا لیکن باطنیہ طاقت پکڑتے جا رہے تھے۔ اس لئے کتاب و سنت سے تمسک، شریعت کی پابندی اور اعمالِ ظاہرہ کی بجا آوری پر زیادہ سے زیادہ زور دیا۔ بعض صوفیاء نے باطنیت کے زیرِ اثر اگر معرفت (علم باطن) کو علم (علم ظاہر) پر فوقیت دینا شروع کر دیا تھا۔ انہوں نے اس کے خطرناک نتائج کا احساس کرتے ہوئے براہینِ قاطعہ کے ساتھ ان پر واضح کیا کہ علم و تحقیق معرفت سے بلندتر، کامل تر اور

جامع تر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ علم کو نسبت دی جاتی ہے نہ کہ معرفت کو۔ ارشادِ ربانی ہے
والذین اتوا العلم... درجات اور پیغمبر آخر الزمان کو خطاب کر کے فرمایا ہے فاعلموا ان لا اله الا الله
جبکہ کہیں یہ نہیں فرمایا فاعرف۔

معرفت کو علم پر ترجیح دینے کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔ قرآن پاک میں ارشادِ قدرت ہوا ہے واعبد
حتى ياتيك اليقين (جب تک یقین یعنی موت نہ آجائے تو عبادت کرتا رہ) اہل علم کے نزدیک یقین
سے مراد یقینی طور پر موت ہے اور اس حکم کا مطلب مرتے دم تک عبادت کرتے رہنا ہے جبکہ مدعیان
معرفت میں سے بعض کا کہنا یہ تھا کہ یقین ایک روحانی مقام ہے جب انسان عبادت کرتے کرتے اس
مقام پر پہنچ جائے تو اس سے اعمال ساقط ہو جاتے ہیں۔ زعم باطل میں پہنچے ہوئے لوگ عبادات سے منہ
کے لئے ایسے ہی لالینی استدلال سے کام لیتے ہیں۔

حضرت بریرؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت جنیدؒ کے سامنے معرفت کا تذکرہ کیا اور کہا کہ اہل
معرفت نیکی اور تقویٰ کے کام پھوڑ کر بھی خدا رسیدہ ہو سکتے ہیں یا خدا رسیدہ ہو جانے کے بعد انہیں
اعمال صالح کی حاجت نہیں رہتی۔ حضرت جنیدؒ نے یہ بات سنی تو فرمایا ان هذا قول قوم تكلموا باسقاط
الاعمال وهذا عندى عزيمة والذى يسرق ويزنى احسن حالا من الذى يقول هذا
وان العارفين بالله، اخذوا لعمال عن الله واليه رجوا فيها ولو بقيت الف عام لكان نقص
من اعمال البر ذرة الا ان يحال بي دونها وانما لا وكدني معرفتي واتقوى في حالى بله

ترجمہ:- بے شک یہ بات ایسے لوگوں نے کہی ہے جو اعمال کے ساقط ہونے کے دلائل دیتے
پھرتے ہیں۔ میرے نزدیک تو ایسا کہنا گناہ کبیرہ سے بڑھ کر بڑا خوفناک گناہ ہے۔ جو شخص چوری یا زنا کرتا
ہے وہ بھی ایسے شخص سے جو ایسی باتیں منہ سے نکالتا ہے اپنے حال میں زیادہ بہتر ہے۔ حقیقت تو یہ ہے
عارفانِ انہی نے یہ اعمال اللہ ہی سے حاصل کئے ہیں اور یہی اعمال سرانجام دیتے دیتے خدا کی طرف لوٹ
گئے ہیں۔ اگر میں ہزار سال بھی زندہ رہوں اور روز بروز میری روحانی ترقی ہوتی رہے تو بھی میں اپنے اعمال
میں سے ایک ذرہ برابر کم نہ کروں گا سوائے اس کے کہ کوئی عذر یا مجبوری لاحق ہو جائے۔ بلاشبہ یہی اعمال خیر تو

میری معرفت کو مضبوط کرتے ہیں اور میرے حال اور روحانی تجربہ میں قوت کا باعث ہیں۔
 بعض صوفیاء میں حسن پرستی اور عشق مجازی کا کسی قدر رجحان پایا جاتا تھا۔ حضرت جنیدؒ نے ہمیشہ
 اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ حضرت ابو عبد اللہ بن الجلاءؒ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے ایک خوب صورت
 آتش پرست نوجوان کو دیکھا اور اس کا حسن و جمال دیکھ کر قدرت خداوندی پر بڑا حیران ہوا۔ مہنگی بانڈھ کر
 اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔ حضرت جنیدؒ پاس سے گزرے تو میں نے عرض کیا استاذ محترم! کیا خدا اس جیسے
 چہرے کو بھی آتش ہیتم میں جلا دے گا۔

حضرت جنیدؒ فرمانے لگے بیٹے یہ تو نفسانی کار و بار ہے کہ تم اسے بار بار دیکھ رہے ہو۔
 ورنہ اگر تم عبرت کی نگاہ سے دیکھنا چاہو تو جہاں کے ذرے ذرے میں عجب سامانِ عبرت موجود ہے۔
 حضرت جنیدؒ صوفیاء کی لباس کی ظاہر داری کو چنداں پسند نہیں کیا کرتے تھے۔ کچھ لوگ رنگ برنگے
 ٹکڑے جوڑ کر خرقے بنا لیتے تھے اور انہیں پہن کر اپنے کو اللہ والا جتلاتے تھے۔ حضرت بالعموم عام آدمی کا
 سایا علامہ کا لباس پہنا کرتے تھے اور خرقہ پہننے سے گریز کرتے تھے۔ ایک بار شاگردوں اور مریدوں نے
 تقاضا کیا اے پیر طریقت! کتنا اچھا ہوتا اگر آپ اپنے ساتھیوں کا دل رکھنے کی خاطر ہی مرقع (خرقہ) پہن لیتے
 سن کر ارشاد فرمایا اگر مجھے یہ یقین ہوتا کہ خرقہ پہن لینے سے کچھ روحانی فائدہ حاصل ہوگا تو میں آتش و آہن کا
 لباس بھی پہن لیتا۔ لیکن کیا کروں مجھے تو ہر دم اپنے باطن سے یہ صدا آتی رہتی ہے لیس الاعتبار بالخرقة
 إنما الاعتبار بالخرقة۔ یعنی خرقہ پہننے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اگر کچھ حاصل ہوتا ہے تو دل جلانے اور
 عشق الہی میں خاکستر ہو جانے سے حاصل ہوتا ہے۔

صاحب صحوا اور مربی اہل سکر

حضرت جنیدؒ کی عبقریت کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ وہ خود تو صاحب صحو تھے لیکن انہوں نے
 بہت سے اصحاب سکر تلامذہ مثلاً حضرت نور مجتبیٰؒ اور حضرت اصفہانیؒ کی تربیت حسن و خوبی
 کے ساتھ کی ہے۔

شیخ عطار بڑے تعجب کے ساتھ حضرت علی بن بہل اصفہانی کے ساتھ خط و کتابت پر تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں، و عجب از جنید آنست کہ صاحب صحو بودہ است و درین نامہ تربیت اہل سکر می میکند تواند بود۔

یعنی حضرت جنید سے یہ عجیب و غریب بات نمودار ہوئی کہ وہ خود صاحب صحو ہیں لیکن اس خط میں وہ اہل سکر کی بھی تربیت کرتے نظر آتے ہیں۔

فردیت اور قطب ارشاد

حضرت جنید ان معدودے چند مشایخ طریقت میں سے ہیں کہ جن میں فردیت اور قطب ارشاد کی نسبتیں بڑے اعتدال کے ساتھ مجتمع ہو گئی تھیں۔ یہ امر بلاشبہ ان کے مرتبہ بلند کی نشاندہی کرتا ہے۔ فردیت یا تجرید و تفرید خدا کی طرف پوری طرح متوجہ رہنے اور مخلوق خدا سے اعراض کر لینے کو کہتے ہیں جبکہ قطب ارشاد کے فرائض منصبی میں مخلوق خدا کی طرف توجہ دے کر انہیں خدا کا راستہ دکھانا اہم کام ہوتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی لکھتے ہیں، باید دانست کہ نسبت فردیت را تمام بحق تعالیٰ است و شیخی و تکمیل دعوت کاری ندارد و اگر آن نسبت با نسبت قطب ارشاد بمقام دعوت و تکمیل خلق است جمع شود باید دید کہ اگر نسبت فردیت غالب است بلکہ ارشاد و تکمیل درین صورت زبون است و الا صاحب آن دو نسبت در حد اعتدال است ظاہرش تمام خلق است و باطنش؛ لکلیہ بات تعالیٰ۔ و تقدس درجہ علیا، در مقام دعوت حق ایں دو نسبت راست ہر چند نسبت قطب ارشاد نیز تھا در دعوت کفایت میکند الا ایں بزرگواران را درین مقام، مرتبہ دیگر است، نظر ایشاں ثانی امراض قلبیہ است، صحبت ایشاں واقع اخلاق نامرضیہ پیدائے جنید بغدادی باین دولت مستعد شدہ بود و باین منزلت کہ شرف گذشتہ نسبت قطب ایشاں را از شیخ سمری سقلی حاصل شدہ بود و نسبت فردیت از شیخ محمد قصاب سے

ترجمہ،۔ جاننا چاہئے کہ فردیت کی نسبت تمام تر حق تعالیٰ سے وابستہ ہے اور اس کا مشیخت اور دعوت

ترجمہ :- طریقت کی اصل سید الطائفہ جنید بغدادیؒ سے نسبت رکھتی ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ طریقت کے اکثر قوانین کے مقنن وہی ہیں۔ ان کے زمانے میں سبھی مشایخ انہی کی طرف اپنی نسبت درست کرتے ہیں اور حقیقت تو یہ ہے جو سلسلہ بھی موجود ہے وہ حضرت جنیدؒ کی ذات تک جا پہنچتا ہے۔

بانی تصوف اور مجدد زبان تصوف

حضرت جنیدؒ اس لحاظ سے تصوف و طریقت کے بانی سمجھے جاتے ہیں کہ انہوں نے تصوف و طریقت کے قوانین وضع کئے اور اسے منظم اور مربوط شکل میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس کے ساتھ ہی انہیں یہ شرفِ تقدم بھی حاصل ہے کہ انہوں نے تصوف کی ایک اصطلاحی زبان کی بنیاد رکھی۔ زبان اگرچہ عربی ہی تھی لیکن اس میں اپنے مسائل تصوف ایک مخصوص انداز اور اسلوب میں بیان کرنے کی طرح ڈالی۔ اس زبان کی نمایاں خصوصیت اشاراتی اندازِ بیاں ہے۔ اس زبان میں احوال و مکاشفات کا تجزیہ مخاطب کے مبلغِ علم و حال کے مطابق کیا جاتا ہے۔ زبان کہیں بلیغ اور کہیں عام فہم لیکن یہ سب کچھ حسبِ ضرورت ہوتا ہے۔ زیادہ تر باتیں پر اسرار انداز میں مخاطب سے کی جاتی ہیں لیکن اشارات و کنایات کے ساتھ ساتھ تشبیہات اور تلمیحات کا دلفریب رچاؤ بھی ہوتا ہے۔ اس طرح یہ عبارتیں از دل خیز و بردل ریز و کی مصداق بن جاتی ہیں۔ بعد میں آنے والے صوفیاء نے اس اشاراتی ذریعہ اظہار کو اپنایا ہے اور ثروتِ فکر عطا کی ہے۔

قلتِ کرامت اور کثرتِ استقامت

حضرت جنیدؒ کے ہاں خارق عادت اور کشف و کرامت کی کثرت نہیں ہے جبکہ استقامت کا غلبہ ہے اور محققین کے نزدیک ان کی عظمت اور کمال کی دلیل ہے۔ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کا نقطہ نظر بھی یہی ہے کہ کثرتِ کرامات، عظمت کی علامت نہیں ہوتی اور اسی طرح قلتِ خوارق کبھی مرتبہ ولایت میں کمی کی دلیل نہیں ہوتی۔ اس کے بعد آپ حضرت جنیدؒ ہی کا حوالہ دے کر فرماتے ہیں کہ وہ ولایت میں اس قدر بلند مرتبہ ہیں کہ سید الطائفہ کہلاتے لیکن اس کے باوجود ان سے دس کرامتیں بھی منقول نہیں۔ ملاحظہ ہو سلسلہ

سلسلہ مکتوبات امام ربانی ج ۱ مکتوب ۷۰۱

کراماتِ ظاہرہ سے زیادہ بڑی کرامت و حقیقت استقامت ہے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جنہیں یہ نعمت
 میسر ہو حضرت جنید بڑے خوش نصیب تھے کہ انہیں استقامت کا بہرہ وافر حاصل ہوا تھا حضرت جنیدؒ
 اپنے شاگردوں اور مریدوں کو بھی استقامت کا آرزو مند بنایا کرتے تھے۔ آپ کا ارشاد ہے کن طالب
 الاستقامة ولا تكن طالب الكرامة فان الرب يطلب منك الاستقامة بقوله تعالى فاستقم كما
 امرت۔ والنفس منك الكرامة۔ یعنی تو استقامت کا طلبگار بن اور کرامت کا طالب نہ بن کیونکہ
 بے شک اللہ تعالیٰ تجھ سے استقامت کا مطالبہ کرتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے پس تو استقامت اختیار
 کر جس طرح تجھے حکم دیا گیا ہے جبکہ نفس امارہ تجھ سے کرامت کی طلب کرتا ہے۔

انورہ درویشہ استقامت کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ استقامت حد و شریعت از قسم
 اوامر و نواہی کا ظاہر میں خیال رکھنا ہے اور استقامت باطن میں ماسوا کی نفی کرتا ہے جیسا کہ فرمان خداوندی
 ہے اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبَّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (بے شک جن
 لوگوں نے کہہ دیا کہ ہمارا پالنے والا اللہ ہے اور پھر اس پر استقامت اختیار کر لی تو ایسے لوگوں پر
 دنیا و آخرت میں) نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

نگاہ تحقیق میں صحیح معنوں میں کرامت دراصل وہ کرامت ہے کہ جو استقامت کے ساتھ رونما ہو۔
 استقامت کے بغیر جو خرق عادت دکھائی دے وہ کرامت نہیں ہوگی بلکہ مکروہ استدراج ہوگا حضرت جنیدؒ
 فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم کسی شخص کو ہو ایسے چوکڑی مارے پیٹھا دیکھو تو بھی اس کی طرف توجہ نہ دو جب تک کہ
 یہ نہ دیکھ لو وہ کتاب و سنت کا پابند ہے یا نہیں۔

خود عظیم القدر اور معترفِ عظمتِ دیگران

دوسروں کی عظمت کا اعتراف کرنا عالی ظرفی اور عظمت کی اہم نشانی ہے۔ حضرت جنیدؒ نے اپنے
 پیش رو اور معاصر مشایخ حتیٰ کہ اپنے تلامذہ کے روحانی مقام و مرتبہ کی جس قدر کثرت کے ساتھ نشانہ ہی
 کی ہے اور ان بزرگوں کی جلالت قدر کا جن شاندار الفاظ میں اعتراف کیا ہے شاید ہی کسی اور بزرگ نے

اتنا اہتمام کیا ہو آپ نے حضرت بایزید بسطامیؒ کے بارے میں فرمایا البویزیدؒ ما بمنزلة جبرائیل من الملائكة۔ یعنی بایزیدؒ ہم میں ایسے ہیں جیسے جبرائیلؑ فرشتوں میں ہیں۔ حضرت عاتمؒ کے بارے میں ان کا ارشاد یہ ہے صدیق زماننا حاتم الاصمؒ لہ یعنی ہمارے زمانے کے صدیق حضرت عاتمؒ ہیں۔ حضرت خیر النساءؒ کی شان میں فرمایا خیر خیرنا لہ یعنی خیر النساءؒ ہم میں سے بہتر ہیں۔ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے متعلق ان کا کہنا یہ تھا مفاتیم العلوم ابراہیمؒ لہ یعنی طریقت کے علوم کی چابیاں حضرت ابراہیم بن ادہمؒ کے ہاتھ میں ہیں۔ حضرت احمد بن ابی الحواریؒ کو آپ ریحانۃ الشام یعنی ملک شام کی خوشبو کہا کرتے تھے۔ اپنے شاگردوں میں سے حضرت شبلیؒ کے بارے میں فرمایا ہر قوم کا تاج ہوا کرتا ہے ہم صوفیاء کے تاج شبلیؒ ہیں۔

محقق اور صاحب نظر

حضرت جنیدؒ تصوف و طریقت میں محقق اور صاحب نظر تھے۔ تمام مشائخ کے احوال و مقامات سے انہیں پوری آگاہی تھی اس لئے مریدوں کی تربیت جیسے انہوں نے کی ہے کسی اور سے ممکن ہی نہ تھی۔ تصوف اور طریقت کے باب میں جو کچھ انہوں نے کہا ہے وہ ان کا قال نہیں تھا بلکہ حال تھا۔

۵ در محبت آنچه گوئیم اول مے کنیم
پارہ بیش است از گفتار ما کردار ما

اس سلسلے میں یہ واقعہ صورت حالات کی بخوبی وضاحت کرتا ہے۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں حضرت سمریؒ سے سنا کرتا تھا کہ بندہ کبھی اس حد تک پہنچ جاتا ہے کہ اگر اس کے منہ پر تلوار ماری جائے تو اس کو خبر تک نہ ہو۔ پہلے میرے دل میں قدرے تردد تھا پھر کچھ عرصہ کے بعد مجھ پر ظاہر ہو گیا کہ بات واقعی ایسے ہی ہے یعنی میں خود عشق الہی میں محویت اور بے خودی کی اسی کیفیت سے گزرا ہوں۔

دیاد تو مائے دست چنناں مدہوشم مدتیغ اگر بزنی سر نخر و شمش

۱۵ کشف المحجوب ص ۱۳۷ ۱۶ کتاب مذکور ص ۱۴۷ ۱۷ کتاب مذکور ص ۱۳۷ ۱۸ کتاب مذکور ص ۱۵۱

۱۹ نفحات الانس ص ۱۳۵ ۲۰ رسالہ تشبیر ص ۲۳

امام شعرانی نے حضرت جنیدؒ کے قول میں یہ صراحت کی ہے کہ ترقی کی کیفیت دس سال تک رہی ہے

حضرت جنیدؒ کے تمام اقوال و افعال تحقیق پر مبنی ہیں اور ان میں شطح تک کا کہیں گزر نہیں۔ انہوں نے بعض مشائخ طریقت کے بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے وہ بھی ان کے تنقیدی شعور کا آئینہ دار ہے۔ حضرت بہل تشریح کے متعلق آپ نے فرمایا ہے صاحب آیات و سباق غایا است و لیکن دل نداشتہ است یعنی ملک صفت بودہ است۔

ترجمہ:۔ وہ حق کی نشانیوں والے اور نیکیوں میں اتہا درجے کی سبقت رکھنے والے بزرگ ہیں۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ وہ دل نہیں رکھتے تھے یعنی فرشتہ صفت ہیں لہذا عملی ہمدردی اور غمخواری سے آشنا نہیں۔

حضرت بایزید بسطامیؒ کے بارے میں حضرت جنیدؒ کا تجزیہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آپ نے فرمایا
 اِنَّ ابایزید مع عظم حالہ و علو اشارتہ لم یخرج من حال البدایة و لم یجمع منہ کلمة
 تدل علی انکمال و النہایة ۳

یعنی حضرت بایزیدؒ اپنے احوال کی عظمت اور بلندئی اشارات کے باوصف ابتدائی حال سے ہرگز نہیں نکلے اور میں نے ان سے کوئی ایسی بات نہیں سنی جو ان کے کمال اور اتہائے احوال پر دلالت کرتی ہو۔

حضرت حسین بن منصور الملاجؒ نے حضرت جنیدؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر صبح اور سکر پر غیر محققانہ اور غیر ذمہ دارانہ قسم کی گفتگو کی تھی۔ اس پر آپ یہ کہے بغیر نہ رہ سکے۔ اے ابن منصور! مجھے تمہاری گفتگو میں بہت سی فضول اور لالچینی چیزیں نظر آتی ہیں

حضرت جنیدؒ نے مزید یہ بھی فرمایا تھا ایسے نظر آتا ہے کہ یہ شخص (سولی کی) لکڑی کو سرخ کرے گا

حضرت مجتہدؒ نے جو پیشین گوئی کی تھی وہ ان کے وصال کے چند سال بعد ہی حوت بحرف پوری ہوئی۔
 حضرت گنج بخشؒ فرماتے ہیں: مجتہد ویرا قبول نہ کرو بدیں سبب جملہ مہجور کردند لہ یعنی حضرت مجتہدؒ
 نے حضرت ابن منصور کو اپنی مجلس میں قبول نہیں فرمایا اس لئے تمام مشایخ نے بھی علاج کو اپنے قریب
 نہیں پھلکنے دیا۔

باب پنجم

تربیت و ارشاد

داروئے تربیت از پیر طریقت بستان

اس باب میں سید الطائفہ حضرت جنیدؒ کا اندازِ تربیت اور موثر طریقہ موعظت بیان کیا جا رہا ہے۔ وہ اصلاح و ارشاد کی غرض سے اپنا زیادہ تر قیام اپنی مستقل قیام گاہ — بغداد میں رکھتے تھے اور اسفار سے سوائے حج و جہاد کے حتی الامکان گریز کیا کرتے تھے۔ ان کی تربیت کی نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ ان کی تربیت کا دستور العمل تمام قرآن و سنت کی روشنی میں مرتب اور منضبط تھا۔

حضرت جنیدؒ کے اپنے مریدوں سے تعلقاً

شفقت و محبت

حضرت جنیدؒ کو اپنے مریدوں سے بے پناہ محبت تھی اور ان سے بڑی شفقت کے ساتھ پیش آیا کرتے تھے۔ ایک بار حضرت نورمیؒ بیمار ہوئے تو حضرت ان کی عبادت کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت جریریؒ کہتے ہیں کہ ایک بار حج سے فارغ ہو کر بغداد آیا تو گھر جانے سے پہلے از خود حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گیا کہ وہ ملنے کے لئے آنے کی زحمت گوارا نہ کریں۔ اس کے بعد گھر آیا دوسرے دن میں نماز فجر پڑھ کر بیٹھا ہی تھا کہ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت جنیدؒ پیچھے کھڑے انتظار کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا حضرت! میں تو سلام کرنے کے آپ کے پاس اسی لئے گیا تھا کہ آپ یہاں تکلیف نہ فرمائیں۔ ارشاد فرمایا بھائی وہ آپ کی مہربانی تھی اور یہ آپ کا حق ہے بلکہ

خود داری کا نخط

حضرت جنیدؒ کو اپنے مریدوں کی عزت نفس اور خود داری کا بڑا الحاظ رہتا تھا چنانچہ فتوح اور مالی امداد کے مواقع پر بطورِ خاص اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ لوگ ان کے مریدوں کو حقیر نہ سمجھیں۔ اغنیان کی امداد کریں تو احسان سمجھ کر نہ کریں بلکہ یہ سمجھیں کہ اگر ان کی امداد قبول کر لی گئی ہے تو یہ راہِ سلوک کے راہروان

کا ان پر احسان ہے ۔

ایک روز حضرت جنیدؒ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ اتنے میں ایک دنیا دار شخص آیا اور اس نے ایک درویش کو بلایا اور ساتھ لے کر چلا گیا۔ جب وہ درویش واپس آیا تو ایک ٹوکرا اس کے سر پر رکھا ہوا تھا جس میں انواع و اقسام کے کھانے تھے۔ اس درویش کے پیچھے پیچھے وہ دوتمند بھی آ رہا تھا۔ حضرت جنیدؒ نے دیکھا تو انہیں غیرت آئی اور فرمایا کہ اس ٹوکرا کے مالدار کے سر پر رکھ دو۔ درویشوں کا کام یہ نہیں کہ دوسروں کا بوجھ اٹھاتا پھرے۔ ساتھ ہی ارشاد فرمایا درویشوں کو اگر دنیاوی نعمت میسر نہیں تو کیا ہوا ہمت تو میسر ہے، اگر دنیا نہیں ملی، آخرت تو ہے بلکہ

احوال پر نظر

حضرت جنیدؒ کی اپنے مریدوں کے احوال اور روحانی واردات پر بذریعہ کشف و فراست نظر رہتی تھی۔ روایات میں ہے کہ ان کے ایک مرید حضرت ابو عمر بن علوانؒ کا چہرہ کسی وجہ سے سیاہ ہو گیا۔ وہ مرید بغداد سے دور مقام رحبہ (بصرہ) پر تھا۔ حضرت جنیدؒ نے دور سے ہی دعا فرمائی اور اس کا چہرہ سفید اور متور ہو گیا۔ شیخ ابوطالب مکیؒ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں و لکن لیس کل عبد یصنع لہ صنع ابن علوان ولا یجد من یلطف لہ بہ مثل ابی القاسم الجنیدؒؒ یعنی ہر بندے کے ساتھ ایسا ہوتا بھی نہیں جیسا کہ حضرت ابن علوانؒ کے ساتھ ہوا اور بندہ ایسا کوئی مرشد پاتا بھی نہیں کہ جو حضرت ابوالقاسم جنیدؒ کی طرح لطف و کرم سے کام لینے والا ہو۔

حضرت شبلیؒ نے ایک بار حضرت جنیدؒ سے عرض کیا پیر و مرشد آپ اس شخص کے بارے میں کیا فرماتے ہیں کہ جس کے لئے اللہ تعالیٰ قول اور حقیقت ہر دو اعتبار سے کافی ہو گیا ہو۔ سن کر فرمایا اسے ابو بکر! تیرے اور اکابر کے درمیان تیرے اس سوال میں دس ہزار مقامات ہیں اور ان میں سے پہلا مقام یہ ہے کہ جو کچھ تم نے ظاہر کیا ہے وہ مخو ہو جائے۔ شیخ ابونصر سراجؒ وضاحت کرتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ اپنی فضیلت علمی اور تکنت احوال کی بدولت حضرت شبلیؒ کے حال پر بلندی سے نگاہ ڈال رہے

تھے اور انہوں نے ان پر اس جگہ کی نشاندہی کی جہاں سے دعوت لے کرنے کا اندیشہ ہوتا ہے کیونکہ جو شخص قول و تحقیق کے لحاظ سے اللہ کے کافی ہو جانے کے مقام بلند پر پہنچ جائے وہ سوال کرنے سے از خود مستغنی ہو جاتا ہے لے

حکیمانہ اندازِ اصلاح

حضرت جنیدؒ ایک مثالی شیخِ طریقت تھے۔ ان کے اصلاح کا طریقہ بڑا موثر اور ہمیشہ پر از حکمت ہوا کرتا تھا۔ ان کا اپنا اخلاق دوسروں کے عادات و اطوار بدلنے اور سنوارنے میں بڑا مددگار ثابت ہوتا تھا۔ ابن سابط کا مشہور واقعہ جو متاخرین نے نقل کیا ہے وہ بھی اسی تحقیق کی شہادت دیتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ابن سابط ایک بدنام زمانہ ڈاکو تھا۔ سزا کے طور پر اس کا ایک ہاتھ کاٹ دیا گیا تھا لیکن چوری چکاری سے باز پھر بھی نہیں آتا تھا چنانچہ کئی سال تک حوالہ زندان رہا۔ ہا ہو کر آیا تو پہلی رات ہی ایک گھر میں نقب لگائی اور یہ گھر حضرت جنیدؒ کا تھا۔ گھر میں کپڑے کے تھان موجود تھے۔ انہیں اٹھا کر جمع کرنے لگا۔ اتنے میں آہٹ پا کر حضرت جنیدؒ جو نوافل و عبادات میں مشغول تھے، اس کے پاس گئے۔ ابن سابط دیکھ کر حیران ہوا پوچھا تم کون ہو تو حضرت نے جواب دیا کہ میں بھی تمہارا بھائی ہوں۔ اس بد بخت نے یہ سمجھ کر کہ یہ بھی ان کا ہم پیشہ ہے حکم دیا کہ کپڑے کی دو گٹھریاں بنا دو۔ پھر بڑی گٹھری حضرت جنیدؒ کو اٹھالینے اور ساتھ چلنے کی فرمائش کی۔ اس نے خود چھوٹی گٹھری اٹھالی۔ راستے بھر حضرت جنیدؒ کو برا بھلا کہتے ہوئے ایک مکان پر لے گیا اور گٹھری رکھ دینے کے لئے کہا۔ انعام کے طور پر انہیں چھوٹی گٹھری دی تو حضرت جنیدؒ نے فرمایا بھائی یہ تکلیف نہ کرو بلکہ آئندہ کوئی ضرورت ہو تو مجھے آکر بتا دیا کرو، وہ میرا ہی گھر تھا تبیں تو نقب لگانے کی تکلیف کی ضرورت ہی نہ تھی۔ ابن سابط نے یہ سنا تو فرط حیرت اور احساسِ ندامت سے زمین میں گر گیا۔ حضرت جنیدؒ یہ کہہ کر واپس گھر آ گئے۔ دوسرے دن ابن سابط کو جامع مسجد کے قریب سے گزرنے کا اتفاق ہوا۔ دیکھا تو حضرت جنیدؒ وعظ و نصیحت فرما رہے ہیں لوگوں سے اللہ تعالیٰ کی رحمت بے پایاں بیان کر رہے اور توبہ کی تلقین فرما رہے ہیں۔ ابن سابط نے حضرت جنیدؒ کی پیاری

پیاری باتیں نہیں تو ان کے اخلاق و گفتار سے اتنا متاثر ہوا کہ اسی وقت چوری چکاری سے توبہ کر لی اور نیک اور شریف لوگوں کی طرح رہنا ہننا شروع کر دیا۔

حضرت جنیدؒ جب کبھی اپنے کسی مرید میں کوئی خرابی دیکھتے تو بروقت اس کی اصلاح و تربیت فرماتے روایت ہے کہ حضرت نورؒ ایک دفعہ تین دن رات تک خروش میں رہے۔ حضرت کو خبر ہوئی تو وہاں پہنچے اور فرمایا اے ابوالحسن! اگر تمہیں اس خروش سے کوئی روحانی فائدہ ہوا ہے تو مجھے بھی بتا دیں تاکہ میں بھی اس میں شریک ہو جاؤں۔ اگر کوئی فائدہ نہیں ہوا اور یقیناً اس سے کچھ حاصل نہیں ہوا تو اپنے دل کو تسلیم و رضا کا خوگر بنا لو تاکہ تمہارے دل کو حقیقی مسرت حاصل ہو سکے۔ حضرت نورؒ یہ سن کر خروش سے باز آئے اور کہنے لگے اے ابوالقاسم! آپ ہمارے خوب استاد ثابت ہوئے ہیں۔

اسی طرح حضرت شبلیؒ کا واقعہ ہے کہ آپ اپنے مرشد حضرت جنیدؒ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ یکایک اٹھ کھڑے ہوئے اور بلند آواز کے ساتھ یا مرادی یا مرادی کا نعرہ لگانے لگے۔ یا مرادی (اے میری مراد) میں مراد کا مقصود حق تعالیٰ تھا۔ حضرت جنیدؒ نے یہ سنا تو فہمائش کی اے ابوبکر! اگر اس نعرہ سے تیری مراد حق تعالیٰ ہے تو تو نے با آواز بلند اعلان کیوں کیا کیونکہ وہ اعلان سے مستغنی ہے اور اگر تیرا مطلب خدا کی ذات سے نہیں ہے تو تو نے ایسا کیوں کہا ہے کیونکہ یہ تو شرک ہوگا۔ حضرت شبلیؒ نادام ہوئے اور انہوں نے اس قول سے توبہ کی۔

ایک دن کا واقعہ ہے کہ حضرت جنیدؒ کے مرید حضرت شبلیؒ کے منہ پر ان کی تعریف کر رہے تھے۔ حضرت جنیدؒ نے دیکھا تو فرمایا تم لوگ اس قدر مبلغے سے تعریف کر کے سخت غلطی کر رہے ہو۔ پھر حضرت نے شبلیؒ کو مجلس سے باہر نکال دیا اور مریدوں سے فرمایا میرا نہیں مجلس سے نکال دینا اس تعریف سے جو تم کر رہے تھے ہزار درجہ زیادہ اچھا ہے۔ تم لوگ تو ان کے منہ پر تلوار کے وار کر رہے تھے میں نے ڈھال سامنے کر دی ہے تاکہ وہ ہلاک نہ ہوں۔

حضرت جنیدؒ سماع سے حتی الامکان اجتناب کرتے تھے۔ وجد و حال کا تو ان کے ہاں گزری نہ تھا خروش اور نعرہ زنی کو نہایت ناپسند فرماتے تھے۔ ظاہر باطن میں سکینت اور بابتی شریعت پر زور دیا کرتے

تھے۔ ایک روز توحید کے موضوع پر گفتگو فرما رہے تھے کہ ایک مرید نے نعرہ مارا آپ نے اسے فوراً ٹوک دیا اور فرمایا اگر تم نے دوبارہ ایسی حرکت کی تو تم سے مجھے ترک تعلق کرنا پڑے گا۔
 غرضیکہ آپ اپنے مریدوں کے لئے ہمیشہ شہم نگران کی حیثیت رکھتے تھے اور طریقت کی پرخطر راہ پر چلتے ہوئے جہاں کوئی مرید ٹھوکر کھاتا آپ بڑھ کر اسے سنبھالا دیا کرتے تھے۔ مریدوں کے علاوہ دوسرے لوگ بھی حضرت کے فیض سے محروم نہیں تھے۔ ابن سابطا کا واقعہ گزر چکا ہے ایک اور چور کا واقعہ بھی کتابوں میں درج ہے کہ ایک دفعہ ایک چور حضرت جنید کے گھر میں گھس آیا وہاں سوائے حضرت جنید کے ایک کڑتے کے اس نے کچھ نہ پایا۔ دوسرے روز اتفاق سے حضرت بازار سے گزرے تو وہ چور کڑتا فرودخت کر رہا تھا لیکن خریدار کا تقاضا یہ تھا کہ کوئی جان پہچان والا شخص لے آوے جو اس بات کی گواہی دے کہ کڑتا واقعی تمہارا ہے۔

حضرت جنید فوراً آگے بڑھے اور فرمایا میں اس شخص سے واقف ہوں، تم یہ کڑتا خرید لو۔ چور اس طرز عمل سے بڑا حیران ہوا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر چوری سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے توبہ کر لی۔

مدافعتِ مریدین

حضرت جنید اپنے مریدوں کے عزت و احترام کا خاص خیال رکھتے تھے۔ جب کوئی شخص ان مریدوں میں سے کسی پر کوئی اعتراض کرتا یا الزام دھرتا جو درست نہ ہوتا تو آپ پر زور الفاظ میں ان کی مدافعت کیا کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ ان سے کہا گیا کہ آپ کے ساتھی کھاتے بہت زیادہ ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ بھوکے بھی بہت رہتے ہیں ۳

حضرت جنید کی بحیثیت شیخ طریقت خصوصیات

کامل و اکمل شیخ

حضرت جنید اپنے معاصر مشایخ میں سے سب سے زیادہ کامل احوال میں صادق اور تربیت میں

۱۔ خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۸۲ ۲۔ خزینۃ الاصفیاء ج ۱ ص ۸۴ ۳۔ الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۵

ماہر تھے۔ بلاشبہ وہ اپنے وقت کے قطب ارشاد تھے اور بغداد میں بیٹھ کر دلجمعی کے ساتھ ترمیمت مریدین کا فریضہ سرانجام دیا کرتے تھے۔ جلقہ درس میں مقناطیس کی کشش تھی۔ لوگ زمین کے دور دراز گوشوں سے کچے چلے آتے جو بھی آتا وہ پھر یہیں کا ہو کر رہ جاتا۔ مشائخ وقت اپنے منہی مریدوں کو آپ کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے اور یہاں آکر وہ بتدی کی حیثیت سے کسب فیض کیا کرتے تھے۔ اس سلسلے میں حضرت نور مئی اور حضرت شبلی قابل ذکر ہیں جنہیں استادوں نے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔

نگاہِ کیمیا تاثر

آناں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند

ع

حضرت جنید کی نگاہ کیمیا تاثر اور تقریر دلپذیر ہوا کرتی تھی۔ روایت ہے کہ ایک روز حضرت جنید جامع مسجد میں وعظ فرما رہے تھے۔ حضرت رودباری جو امیر کبیر شخص تھے وہ پاس سے گزرے۔ چند کلمات کان میں پڑے تو کایاپلٹ ہو گئی۔ سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر حضرت کے قدموں میں آبیٹھے۔ تعلیم و تربیت پائی اور حافظ حدیث عالم و فقیہ اور شیخ طریقت بن گئے۔

حضرت جنید خود فرماتے ہیں کہ میں نے ایک یہودی کو باب الطلق میں دیکھا جو نہایت خوبصورت تھا۔ میں نے خدا سے دعا کی پروردگار! تو اس کو میری طرف متوجہ فرما تا کہ جس طرح تو نے اسے دنیا میں خوب صورت بنایا ہے اسی طرح اس کی عاقبت بھی سنور جائے تو کیا خوب ہو۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ وہ یہودی میرے پاس آیا اور کہنے لگا اے شیخ! مجھے کلمہ شہادت تلقین فرمائیے۔ میں اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ میں نے اسے کلمہ پڑھایا اور وہ مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے اپنے باطنی اثرات اس پر وارد کئے اور اسے اسلام سے ایسا عشق ہوا کہ ولی اللہ بن گیا۔

کشف و فراست

حضرت جنید کشف و فراست کی دولت سے کمال بہرہ ور تھے۔ ان کی فراست ایمانی کا ایمان افروز

مظاہرہ تو پہلے وعظ ہی میں ہو گیا تھا جبکہ ایک عیسائی یا مجوسی نے اسلام قبول کیا تھا ایک اور واقعہ یہ ہے کہ حضرت جنیدؒ نے اپنے ایک مرید کو کسی ناگوار بات پر سخت سست کہا اس نے اس پر برا مانا دراصل وہ اپنے دل میں یہ سمجھے بیٹھا تھا کہ میں بھی ولایت کے کسی درجہ پر پہنچا ہوا ہوں چنانچہ اس نے حضرت سے روگردانی اور مفارقت اختیار کی۔ ایک روز وہ امتحان شیخ کی غرض سے آنکلا۔ حضرت پر اس کا مقصد منکشف ہو گیا۔ اس شخص نے جب ایک سوال کیا تو حضرت نے فرمایا جواب لفظی چاہتا ہے یا معنوی۔ وہ کہنے لگا دونوں جواب مطلوب ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا لفظی جواب تو یہ ہے کہ تو میرا امتحان کرنے اور آزمانے کے لئے آیا ہے حالانکہ تجھے اس کی ضرورت نہ تھی۔ معنوی جواب پر اصرار ہے تو سن میں نے تجھے ولایت سے علیحدہ کر دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ مرید کا ہیرہ اسی وقت سیاہ ہو گیا اور اس نے چلانا شروع کر دیا اور کہنے لگا کہ میرے دل سے علم و ایقان کے اثرات نائل ہوتے جا رہے ہیں۔ جب وہ شخص توبہ و استغفار کرنے لگا تو حضرت نے اسے سمجھایا اور فرمایا کیا تو یہ نہیں جانتا تھا کہ خدا کے دوست اصرار اور غمی کیفیات پر اطلاع رکھتے ہیں اور تجھ جیسے خام کار لوگ ان کی چوٹ کی تاب نہیں لاسکتے۔ اس کے بعد آپ نے ترس کھا کر اس پر دم کیا اور وہ دوبارہ اپنی مراد کو پہنچا لے

تربیت اہل سکر

غلبہ سکر کی وجہ سے انسان کسی قدر قول و عمل میں غیر محتاط ہو سکتا ہے۔ کامل مرشد کا کام یہ ہے کہ وہ اپنے مریدوں کے احوال پر نظر رکھے اور بروقت رہنمائی کرتا رہے۔ حضرت نورؒ اور حضرت شبلیؒ کے جو واقعات بیان ہو چکے ہیں وہ اسی غلبہ سکر کا ثمرہ تھے۔ حضرت جنیدؒ نے ان کی اصلاح کر دی۔ حالانکہ اہل سکر کی اصلاح آسان کام نہیں ہوتا۔ یہ حضرت جنیدؒ کی عظمت اور جلالت قدر کا بین ثبوت ہے کہ صاحب صحو ہو کر آپ نے اہل سکر کی تربیت فرمائی ہے۔ اس ضمن میں یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اہل سکر کی اس امر میں نگہداشت لازم ہے کہ کہیں وہ فرائض کی ادائیگی میں تساہل اور غفلت کا شکار نہ ہو جائیں اور شریعت کی پابندی میں کوئی کوتاہی نہ کرنے لگیں۔ حضرت جنیدؒ کو حضرت الحضرؒ کے بارے میں

بتایا گیا کہ وہ گویا کسی عکس پر کھڑے ہیں اور چکی کے ساتھ چکر کاٹ رہے ہیں اور کھانا پینا بند کر رکھا ہے۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا تم لوگ نمازوں کے اوقات میں ان کی حالت پر نگاہ رکھو۔ ہوش میں آجاتے ہیں یا نہیں لوگوں نے بتایا کہ موذن جب اذان دیتا ہے تو انہیں سکون آجاتا ہے اور فریضہ ادا کر لیتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا پھر کوئی حرج نہیں رہے۔

اہلِ سکر میں سے جو فنا فی اللہ اور اس کے بعد بقا باللہ کے مقام پر پہنچ جاتے ہیں وہ خدا کے فضل و کرم سے حقوق اللہ اور وظائفِ حق کی ادائیگی میں محفوظ ہوتے ہیں اور شریعت کی پوری پوری پابندی کرتے رہتے ہیں۔

حضرت جنیدؒ کو حضرت نوریؒ کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ مسجد شونیزی میں کئی روز سے کھڑے ہیں کچھ کھاتے پیتے نہیں اور نہ سوتے ہیں بس اللہ اللہ کرتے رہتے ہیں البتہ نازیں اپنے مقررہ اوقات پر پڑھ لیتے ہیں۔ اسی اثنا میں کسی نے آکر بتایا کہ اب وہ صوم (ہوش) میں آگئے ہیں۔ آپ نے اس پر فرمایا لا ولكن ارباب الجواہید محفوظون بین یدی اللہ فی مواجیدہ مدلہ یعنی نہیں بلکہ اہلِ جہد اور اربابِ ہمت پیش خداوندی اپنے وجد میں کوتاہیوں سے محفوظ ہی ہوتے ہیں۔

تربیت اور افادہ خلائق کے ذرائع

دارالجنیدؒ

حضرت جنیدؒ کا گھر تربیت کا بہت بڑا مرکز تھا۔ دنیا جہاں کے مشائخ میاں آتے رہتے تھے اور مذاکروں کے ذریعے فیض پہنچاتے تھے۔ اسپین، ترکستان، ایران اور المغرب سے حج کو جانے والے اکثر مشائخ جلتے وقت اور واپس آتے وقت حضرت جنیدؒ کے ہاں ضرور آیا کرتے تھے۔ نیشاپوری مشائخ اپنے وطن سے نکلتے تو ان کا قصد حضرت جنیدؒ کی زیارت، ادائیگی حج اور حواری کعبہ میں رہائش اختیار

کرنا ہوتا تھا۔ ان بزرگوں کے لئے حضرت جنیدؒ کی شخصیت اس وجہ سے جاذبِ توجہ تھی کیونکہ آپ بھی مشائخ نیشاپور کی طرح اخلاصِ عمل پر زور دیا کرتے تھے اور صوفیاء کی ظاہر داری سے اجتناب کرتے تھے حضرت ابو عمرو الزجاجیؒ کا بیان ہے کہ میں حضرت جنیدؒ کے پاس عرصہ تک مقیم رہا۔ جب کبھی انہوں نے مجھے دیکھا مجھے عبادت و نوافل میں مصروف پایا لیکن ان کی نظر خاص کا اہل نہ بن سکا۔ ایک روز ان کا دولت کدہ خالی تھا۔ حضرت اور مرید باہر گئے ہوئے تھے۔ میں نے موقع پا کر سارے مکانات میں جھاڑو سے صفائی کر دی اور خوب چھڑکاؤ کر دیا۔ حضرت واپس تشریف لائے تو مکان کو صاف دیکھ کر بڑے خوش ہوئے اور میرے حق میں دعائے خیر فرمائی اور میری حوصلہ افزائی کرتے ہوئے تین بار فرمایا کہ آپ نے اچھا کام کیا ہے۔

مسجد شونیزیہ

حضرت جنیدؒ کے محلے کی یہ مسجد مرجعِ خلافت تھی۔ طالبانِ حقیقت اور سالکانِ طریقت کا اس میں ہمیشہ اجتماع رہتا تھا۔ یہ مسجد حضرت جنیدؒ کے اساتذہ و شیوخ کے عہد سے باکمال لوگوں کا مسکن رہی ہے اس سلسلے میں یہ روایت اسی حقیقت کی نقاب کشائی کرتی ہے۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار خواب میں شیطان کو رہنہ دیکھا۔ میں نے اس سے پوچھا کیا تجھے انسانوں سے شرم و حیا نہیں آتی؟ وہ کہنے لگا کیا یہ لوگ آپ کے نزدیک واقعی انسان ہیں؟ میں نے کہا ہاں۔ وہ ہنس کر کہنے لگا اگر یہ لوگ انسان اور خدا کے بندے ہوتے تو میں ان کے ساتھ اس طرح نہ کھیلتا جس طرح لڑکے گیند سے کھیلتے ہیں البتہ ان میں سے کچھ لوگ واقعی انسان کہلانے کے مستحق ہیں۔ میں نے دریافت کیا وہ کون بزرگ ہیں؟ کہنے لگا وہ لوگ جو مسجد شونیزیہ میں رہتے ہیں انہوں نے تو میرے جسم کو دبلا کر دیا ہے اور میرے کلیجے کو جلا کر رکھ دیا ہے جب میں ان کا قصد کرتا ہوں تو وہ اللہ تعالیٰ کا اشارہ کرتے ہیں اور میں جلنے کے قریب ہو جاتا ہوں۔

شیخ ابو نصر سراج صاحب اللع (المتوفی ۳۷۸ھ) جب بغداد آئے تو ماہِ رمضان تھا انہوں نے

اسی مسجد کے حجرے میں قیام کیا تھا اور پانچ بار پورا قرآن تراویح میں سنایا تھا۔ خواجہ معین الدین اجمیریؒ نے اپنے شیخ خواجہ عثمان ہرونیؒ سے بیعت کا شرف بھی اسی مسجد میں حاصل کیا تھا۔ گورونانک کو بھی غالباً اسی مسجد میں جانے کا اتفاق ہوا ہے کیونکہ بقول ڈاکٹر احسان الہی رانا شعبہ عربی پنجاب یونیورسٹی اس کے قریب قبرستان میں ان کے نام سے ایک بیٹھک منسوب ہے۔ ڈاکٹر موصوف کو مسجد شو نیزیہ کی زیارت کا اتفاق ہوا ہے۔

مکتوبات و مراسلات

مکتوبات کے ذریعے تربیت کرنا دور افتادہ مریدوں کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ حضرت جنیدؒ اپنے مریدوں اور نفع مشائخ کو مفصل خطوط لکھا کرتے تھے چنانچہ حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ، حضرت علی بن سہل اصفہانیؒ، حضرت یوسف بن حسینؒ، حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ اور حضرت ابراہیم المارستانیؒ وغیرہ بزرگوں کے نام حضرت جنیدؒ کے مکتوبات اور رسائل ملتے ہیں۔ ان خطوط کے متن تصوف کی کتب اہیات مثلاً اللع، حلیۃ الاولیاء اور استبول سے دریافت شدہ مخطوط رسائل میں ہمارے استفادے کے لئے محفوظ ہیں۔ مکتوبات کا یہ وسیلہ اظہار بعد ازاں دیگر مشائخ مثلاً حضرت یحییٰ منیریؒ، جہانگیر اشرف سمنانیؒ، حضرت مجدد الف ثانیؒ اور شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے اختیار کیا ہے۔ والفضل للمتقدم

رہنما کتاب سلوک

حضرت جنیدؒ نے اپنے مریدوں کی رہنمائی کی خاطر ایک کتاب تصبیح الارادات کے نام سے لکھی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ مریدوں کے پاس اس کے قلمی نسخے موجود رہے ہوں۔ حضرت سید علی ہجویریؒ نے کشف المحجوب میں اس کتاب کا تذکرہ کیا ہے لیکن بظاہر اب اس کا کوئی نسخہ کہیں موجود نہیں ہے۔

تربیت کی منزل اولیں کی شرائط

ترمی و شفقت

حضرت مجنیدؒ کے نزدیک جب کوئی شخص حلقہ ارادت میں داخل ہو تو اس کے ساتھ ترمی اور شفقت کا برتاؤ کرنا چاہیے تاکہ وہ اس ماحول سے بخوبی مانوس اور متعارف ہو جائے۔ یہ ترمی اور شفقت ان لوگوں کے ساتھ نہایت ہی ضروری ہے کہ جو دولت فقر سے بہرہ ور ہوں۔

حضرت مجنیدؒ فرماتے ہیں کہ تم کسی فقیر کو دیکھو تو اس سے علم کے ذریعے ابتداء کرو بلکہ ترمی کے ساتھ ابتداء کیا کرو کیونکہ اس وقت اسے علم سے وحشت ہوگی جبکہ ترمی سے وہ مانوس ہو جائے گا۔

حضرت المرعشؒ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا اے ابوالقاسمؒ! کیا فقیر کو علم سے وحشت ہو سکتی ہے؟ ارشاد فرمایا ہاں اگر فقیر اپنے فقر میں صادق ہوگا اور تم اس پر اپنے علم کا بوجھ ڈال دو گے تو وہ اس طرح پگھل جائے گا جیسے کہ سکہ آگ میں گھپل کر رہ جاتا ہے۔

نیت کی نچنگی و خلوص

حضرت مجنیدؒ فرماتے ہیں اکثر مہلکات اور مشکلات ابتداء کی خمبابی سے پیدا ہوتی ہیں لہذا مرید کے لئے ضروری ہے کہ وہ روحانیت کے راستے پر چلنے کے آغاز میں نیت کو نچنگہ کر لے۔ حضرت مجنیدؒ ہی کا قول ہے کہ جو شخص اپنے اوپر نیک نیتی کا دروازہ کھولتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر توفیق کے ستر دروازے کھول دیتا ہے جبکہ اگر کوئی شخص اپنے اوپر بد نیتی کا دروازہ کھولتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر ستر دروازے رسوائی کے ایسی جگہ سے کھول دیتا ہے جس کی اسے خبر تک

بھی نہیں ہوتی لہ

شرائطِ توبہ پوری کرنا

ترتیب کے اولین مرحلے میں توبہ لازمی شرط ہے اور یہ توبہ حضرت جنیدؒ کے نزدیک تین معنوں میں ہے (۱) اپنے پہلے گناہوں پر ندامت (۲) منکرات کے چھوڑ دینے کا عزم (۳) ادائیگی حقوق و مظالم کی کوشش لہ

تیسرے پہلو کی وضاحت یہ ہے کہ انسان نے اگر کسی پر ظلم و زیادتی کی ہو یا کسی کی حق تلفی کی ہو تو ان کے واجبات ادا کر دیئے جائیں اور انہیں دنیا میں ہی راضی کر لیا جائے حضرت شبلیؒ ابتدائی عمر میں خلیفہ وقت کے درباریوں کے افسرِ اعلیٰ رہے تھے لہذا امکان اس بات کا تھا کہ عہدِ ملازمت میں ان سے لوگوں پر کچھ زیادتیاں ہو گئی ہوں گی چنانچہ جب وہ حضرت جنیدؒ کی خدمت میں آئے تو حضرت نے انہیں لوگوں کا حق ادا کرنے اور تلافی کرنے کی تاکید کی اور مختلف مجاہدے تجویز فرمائے۔

اجتنابِ سماع

حضرت جنیدؒ نے اپنے ایک مرید کو اس کی توبہ کے ابتدائی وقت میں تلقین فرمائی کہ اگر تو اپنے دین کو سلامت رکھنا چاہتا ہے اور اپنی توبہ میں ثابت قدمی کا خواہاں ہے تو جب تک تو نوجوان ہے سماع میں ہرگز شامل نہ ہونا اور اس کا منکر رہنا جب تو بوڑھا ہو جائے تو پھر تقوے کو اپنا شعار بنانا اور فقط اللہ والی روحانی چیزوں کی سماعت کرنا لہ

حضرت جنیدؒ نے حضرت عبداللہ بن محمد الرازیؒ سے فرمایا تھا اگر تم کسی مرید کو دیکھو کہ وہ سماع کو پسند کرتا ہے تو جان لو کہ اس میں ابھی فضول باتوں کا کچھ اثر باقی ہے لہ

لہ الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۵ ۵۲ رسالہ شیریہ ص ۴۶ ۳۵ کشف المحجوب ص ۲۸ ۴۷ رسالہ شیریہ

یکسوئی

مرید کے لئے ابتدائے سلوک میں یکسوئی ضروری ہے اسی لئے حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں بتدی مرید کے لئے یہ پسند کرتا ہوں کہ اس کا دل ان تین چیزوں میں مشغول نہ رہے ورنہ اس کے احوال متغیر ہو جائیں گے (۱) کسب و تلاش معاش (۲) طلب و کتابت حدیث (۳) ازدواجی زندگی لے

جہاں تک طلب حدیث کا معاملہ ہے اس سلسلے میں حضرت جنیدؒ کے دوسرے اقوال سے واضح ہوتا ہے کہ راہِ طریقت اختیار کرنے سے پہلے ہی علم حدیث حاصل کر لینا چاہیے۔ مزید برآں نکاح اور کسب کرنا بغدادی مدرسہ تصوف میں پسندیدہ باتیں ہیں البتہ اتنا ضروری ہے کہ کچھ مراحل طے کر لینے کے بعد ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونا چاہیے۔

تجرید دنیا

حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ دل اس وقت تک علمِ آخرت کے لئے صاف نہیں ہوتے جب تک تم دنیا کی آلودگیوں سے انگ تھلگ نہ ہو جاؤ۔ پس تم اپنے معاملہ سلوک کی ابتدا میں اپنے روحانی راز دسر کے دنیا سے خارج ہو جانے کے بارے میں اچھی طرح دیکھ بھال کر لیا کرو اور احتیاط رکھو کہ کہیں خواہش دنیا دہی چھپی ہوئی تمہارے نہاں خانہ دل میں تو نہیں رہ گئی ورنہ یہ تمہارے روحانی سفر میں ایک بوجھ ثابت ہوگی۔ تمہارا مرشد بھی اس کی وجہ سے اپنی تمام تر قابلیت کے باوجود تمہیں ایک قدم آگے لے جانے کے قابل نہیں ہو سکے گا۔ اس لئے اپنے مرشد کا کہنا مانتے رہو اور دنیاوی آلودگیوں سے اپنے آپ کو بچا کر راہِ سلوک پر چلا کرو ۱۵

۱۵ توت القلوب ج ۲ ص ۱۶

۱۵ الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۵

مرید کو کن چیزوں سے بچنا چاہیے

غرورِ زہد اور زعمِ کمال

عبودیت اور طریقت میں سب سے خطرناک چیز غرورِ زہد اور عرفان کا احساس ہے۔ اس سے ساری محنت رائیگاں ہو جاتی ہے، اعمال جبٹ ہو جاتے ہیں اور حاصل شدہ مقامات و مراتب جلتے رہتے ہیں۔ اس سلسلے میں چند واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت جنیدؒ کے ایک مرید کے دل میں یہ خیال پیدا ہو گیا کہ اس نے روحانیت میں کمال حاصل کر لیا ہے اس لئے اس نے حضرت جنیدؒ کی صحبت اور مجلس ترک کر دی اور گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ جب رات ہوئی تو ایک مخلوق اس کے پاس ایک اونٹ لے کر آئی اور کہنے لگی کہ اب آپ کو ہمارے ساتھ چل کر بہشت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہونا چاہیے۔ وہ ہر رات اونٹ پر بیٹھ جاتا، اونٹ چلتا رہتا بالآخر ایک ایسے مقام پر پہنچا جہاں بہشت سا ماحول ہوتا اور ہر طرح کے عیش و آرام کا سامان ہوتا۔ وہ عیش و عشرت میں مصروف رہتا یہاں تک کہ نیند سے اس کی آنکھیں بوجھل ہو جاتیں۔ صبح جب اٹھتا تو اپنے آپ کو اپنے حجرے کے دروازے پر پاپا کرتا۔ اس صورت حالات سے بشریت کی رعونت اس کے دماغ میں سماگئی اور عیش و آرام کا فریب اس پر غالب آ گیا تب اس نے بے سرو پا روحانی دعوے کرنے شروع کر دیئے اور کہنے لگا کہ مجھ پر تو عجیب فوق العادت کیفیت طاری ہوتی ہے۔ حضرت جنیدؒ کو خبر ہوئی تو فوراً اس کے پاس پہنچے۔ اسے دیکھا تو وہ حرص و ہوا کا بندہ بنا ہوا ہے اور غفلت و معصیت میں مبتلا ہے اور تکبر و غرور تو اس کی بات بات سے ٹپکتا ہے۔ حضرت نے اس سے اس کی کیفیت دریافت کی تو اس نے ساری بات بیان کر دی۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا آج رات جب تو اس جگہ پہنچے تو اچھی طرح تین بار لا حول پڑھ کر پھونک مار دینا چنانچہ جب وہ حسب سابق رات کو وہاں پہنچا تو اگرچہ اندرونی طور پر وہ حضرت جنیدؒ کا زیادہ معتقد رہا تھا تاہم تجربے کے طور پر تین بار لا حول پڑھ کر پھونک مار دی۔ پھونک کا مارنا تھا کہ وہ ساری مخلوق شور و غوغا کرتی ہوئی بھاگ کھڑی ہوئی اور عیش و آرام کا سارا ماحول منتشر ہو گیا۔ اس مرید کا بیان ہے کہ

میں نے اپنے آپ کو کوڑے کے ایک ڈھیر پر پایا اور مردار کی ہڈیاں میرے ارد گرد پڑی ہوئی تھیں۔ اس سے مجھ پر یہ ثابت ہو گیا کہ وہ سب نجیث اور نافرمان جنات کی کارستانی تھی۔ اسی وقت میں نے توبہ کی اور اپنے مرشد برحق حضرت جنیدؒ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگی۔ انہوں نے مجھے معاف فرما دیا اور شریک مجلس کر لیا۔

مرشد پر بد اعتمادی

مرشد پر پورا اعتماد اور بھروسہ کرنا ارادت کی شرطِ اولیٰ ہے جسے اپنے پیرو مرشد پر اعتماد نہ ہو تو وہ کچھ حاصل ہی نہیں کر پاتا۔ روایت ہے کہ حضرت جنیدؒ کے ایک مرید نے ایک مسئلہ پوچھا حضرت نے اس کا جواب دیا تو وہ شخص کچھ اعتراض کرنے لگا۔ حضرت جنیدؒ نے اس پر فرمایا اگر تمہیں میری بات کا یقین نہیں تو پھر مجھ سے کنارہ کشی کر لو۔

البتہ یہ اور بات ہے کہ مرید بھی محقق ہو اور وہ اعتراض برائے اعتراض کا خوگر نہ ہو بلکہ اپنی تحقیق و تجربہ اپنے پیر کے سامنے پیش کر رہا ہو تو اختلاف کی گنجائش بھی نکل سکتی ہے۔ بعض اوقات کوئی مرید اپنی باطنی خوبیوں کی وجہ سے اپنے پیر کے ہاں زیادہ منظور نظر ہو جاتا ہے تو دوسرے مریدوں کو اس پر حسد کرنے سے بچنا چاہیے۔ اس سلسلے میں یہ واقعہ روشنی ڈالتا ہے کہ حضرت جنیدؒ اپنے ایک مرید کو تمام مریدوں سے زیادہ پسند کرتے تھے۔ بعض مرید غیرت کرنے لگے تو حضرت نے فرمایا کہ اس مرید میں تم سب سے زیادہ ادب و فہم ہے۔ انہی خوبیوں کی وجہ سے میں اسے زیادہ اچھا سمجھتا ہوں میں آج تم سب کا امتحان لیتا ہوں اس سے پتہ چل جائے گا کہ وہ تم سے کس طرح ممتاز ہے۔ امتحان کی غرض سے حضرت جنیدؒ نے اپنے ہر مرید کو ایک ایک پرندہ اور چاقو دیا اور حکم دیا کہ اسے ایسی جگہ ذبح کرنا جہاں کوئی دیکھ نہ رہا ہو۔ سارے مرید چلے گئے اور اپنے اپنے خیال کے مطابق پوری احتیاط کے ساتھ پرندے ذبح کر لائے لیکن وہ مرید اپنا پرندہ ذبح کئے بغیر آ گیا۔ حضرت نے پوچھا کہ پرندے کو

۱۔ کشف المحجوب ص ۳۹۸ - ۳۹۹ ، تذکرۃ الاولیاء ص ۳۳۲ ، خزینۃ الاسفیاء ج ۱ ص ۸۷ . ۵۲

ذبح کیوں نہیں کیا؟ مرید نے جواب دیا پیر و مرشد جہاں کہیں بھی میں گیا وہاں اگر کوئی انسان، پزند اور پزند نہیں دیکھ رہا تھا لیکن خدا کی ذات تو دیکھ رہی تھی اس لئے میں ذبح نہیں کر سکا۔ یہ سن کر حضرت جنیدؒ نے مریدوں کو مخاطب کر کے فرمایا اب تو تم نے اس کے فہم و ذکا کا مشاہدہ کر لیا ہے۔ تمام مریدوں نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور معافی کی درخواست کی لہ

ترکِ عمل

حضرت جنیدؒ کے تصوف و طریقت میں حرکت اور فعالیت ہے اور اعمالِ صالح پر زور ہے حضرت جنیدؒ کے نزدیک انسان خواہ روحانیت میں کتنا بلند مرتبہ کیوں نہ ہو وہ پابندیِ شریعت اور اوامر و نواہی کی تعمیل سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ ایسی معرفت جو علم ظاہر اور شریعت کا استخفاف کرتی ہو حقیقی معنوں میں وہ معرفت نہیں بلکہ گمراہی ہے۔

فقر و طریقت کے تقاضوں سے عدم توجہ

جو شخص فقر اور طریقت میں قدم رکھے تو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے باطن کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کیا کرے کیونکہ لوگ تو ان کے ظاہر کو دیکھ کر عزت و تکریم کرتے ہیں۔ اگر ان کے باطن آراستہ نہ ہوئے تو استدراج اور ہلاکت یقینی ہے حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے یا معشر الفقراء انکم تعرفون باللہ و تکرمون باللہ فانظروا کیف تکولون مع اللہ اذا خلوتم بہ یعنی اے درویشوں کے گروہ! تمہیں لوگ اللہ والے سمجھتے ہیں اور اسی تعلق سے تمہاری عزت و توقیر کرتے ہیں پس جب تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوت میں ہوتے ہو تو خود سے دیکھا کرو کہ تمہارے تعلق مع اللہ کی کیفیت کیسی ہے؟ رشتہ مضبوط بھی ہے یا نہیں۔

حضرت سید علی ہجویریؒ اس قول کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب خلق خدا تمہیں رویش

۱۔ تذکرۃ الاولیاء ص ۱۳۴ ۲۔ کشف المحجوب ص ۴۳، مفتاح الصفوۃ ج ۲ ص ۲۳۶

کہتی ہے اور تمہارا حق ادا کرتی ہے تو تمہیں بھی غور کرنا چاہیے کہ تم درویشی کی راہ کے تقاضے کس طرح
 بجالاتے ہو۔ مخلوقات میں سے وہ شخص بہت کمینہ اور بدویانت ہے کہ مخلوق تو اسے خدا کی طرف
 سے خیال کرتی ہو لیکن وہ خدا کی طرف سے نہ ہو جبکہ بہت ہی خوش نصیب ہے وہ شخص کہ مخلوق
 بھی اسے خدا کی طرف سے جانتی ہو اور وہ خود بھی اعتقاداً اور عملاً اپنے آپ کو خدا کی طرف سے
 ثابت کر دکھائے۔

باب ششم

تصوف و طریقت

تصوفِ جنید کی خصوصیات

۱۔ قرآن و سنت پر بنیاد

سید الطائفہ حضرت جنیدؒ نے جو تصوف پیش کیا ہے وہ قرآن و سنت کی تعلیمات پر مبنی ہے۔ حضرت جنیدؒ خود ایک مستند فقیہ تھے اس لئے ان کے افکار تمام تر شریعت کی حدود میں اور اسلام کی روح کے عین مطابق ہیں۔ وہ مونیاء کے لئے قرآن، سنت اور فقہ کے علوم سے واقفیت ضروری قرار دیا کرتے تھے تاکہ اہل سلوک اپنے احوال و مقامات میں راہِ راست پر گامزن رہ سکیں۔ حضرت علی بن ہارون الحرینیؒ اور حضرت محمد بن احمد الوراقؒ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت جنیدؒ کو کئی بار یہ فرماتے سنا ہے علمنا مضبوط بالكتاب والسنة من لم يحفظ الكتاب ويكتب الحديث ولم يتفقه لا يقتدای بہ لہ یعنی ہمارا علم تصوف و طریقت قرآن و سنت سے مضبوط ہے جو شخص کتاب اللہ کو حفظ نہیں کرتا، کتابتِ حدیث نہیں کرتا اور فقہ نہیں سیکتا وہ اس لائق ہی نہیں کہ اس کی اقتدا کی جائے۔

۲۔ عوام و خواص میں قبولِ عام

حضرت جنیدؒ کا پیش کردہ تصوف احسان کی تفسیر تھا اور یہ سب خداوند تعالیٰ کی تائید و توفیق کا مہرہ بن گیا تھا اس لئے اسے بے پناہ مقبولیت نصیب ہوئی۔ شیخ نور الدین شریبہ استاد جامع ازہر بجا طور پر لکھتے ہیں کان مذهب الجنید ان یعرض امرہ علی الكتاب والسنة فما وافقها قبلہ وما خالفها رفضہ۔ وكان له فی بغداد مدرسة تبحر اتجاهه و تسمع لرائیه والحق ان الاتجاه قد صادف قبولاً عند المسلمين عامتهم وخاصتهم

فلحبوا الجنید وعظموہ ۱۵

ترجمہ: حضرت جنید کا مسلک یہ تھا کہ اپنے ہر معاملے کو کتاب و سنت کی کسوٹی پر پرکھا جائے جو کتاب و سنت کے مطابق ہو اسے قبول کر لیا جائے اور جو مخالف ہو اسے چھوڑ دیا جائے۔ تصوف کے مدرسہ بغداد میں ان کی ذات لوگوں کی توجہات کا مرکز تھی اور ان کی رائے سننے کے لئے لوگ گوش برآواز رہا کرتے تھے۔ حقیقی تو یہ ہے کہ ان کی مرجعت نے ملت اسلامیہ کے عوام و خواص میں خوب قبول عام حاصل کیا تھا چنانچہ لوگ حضرت جنید سے محبت کرتے تھے اور ان کی عزت و تکریم کیا کرتے تھے۔

۳۔ عقل و وجدان کا متوازن استعمال

حضرت جنید کے پیش کردہ تصوف کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس میں عقل و استدلال اور وجدان و حال سے کام لے کر اصول و نتائج اخذ کئے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے صوفیہ افکار کا نظام منظم، مربوط اور مدلل ہے۔ پروفیسر ماسینوں نے اپنی کتاب *ESSAEI* میں جنید اور علاج کے نظریات کا جہاں جہاں موازنہ کیا ہے وہاں علم منقول کی شہادت اور استدلال کی قوت حضرت جنید کا ساتھ دیتی نظر آتی ہے۔

۴۔ جامعیت اور ہمہ گیری

حضرت جنید سلوک کے تمام مراحل سے بذات خود گزرے تھے اور بالآخر طریقت کے معراج کمال پر پہنچے تھے ساتھ ہی ساتھ انہیں اپنے سینکڑوں مریدوں کو بھی کامیابی کے ساتھ ان مراحل سے گزارنے کا تجربہ حاصل تھا۔ مزید برآں انہیں اصحاب جذب و سکر کی تربیت کا شرف بھی میسر تھا یہی وجہ ہے کہ انہوں نے تصوف و طریقت کے باب میں جو کچھ فرمایا ہے اس میں وسعت اور جامعیت ہے۔ ان کے ہاں بلاشبہ تصوف کے تمام مسائل پر بلند پایہ خیالات

اور عقائد نظریات موجود ہیں۔ تصوف کا شاید ہی کوئی مسئلہ ہو جس پر انہوں نے اظہار خیال نہ کیا ہو۔

۵۔ مسائل تصوف پر تہی رائے

حضرت جنیدؒ کے صوفیہ افکار و آراء نہایت اعلیٰ اور رفیع نوعیت کے ہیں بلکہ وہ اپنے موضوع پر حرف آخر ہیں۔ تصوف کی دنیا میں حضرت جنیدؒ کے نتائج فکر اور لائحہ عمل کو ہمیشہ سند اور حجت کے طور پر پیش کیا جاتا رہا ہے۔ حضرت جنیدؒ کے ہاں عارف کا ہوتو تصور ہے وہ عارفِ کامل اور عرفاں میں غنہی شخص کا تصور ہے۔ اسی طرح ہر موضوع پر ان کے افکار کمال کی نمونہ دیتے ہیں۔

حضرت سمریؒ کا یہ واقعہ بھی اسی پر روشنی ڈالتا ہے۔ حضرت جنیدؒ کہتے ہیں کہ ایک روز میں حضرت سمریؒ کے پاس گیا تو انہیں بدلا بدلا پایا۔ میں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ آج ایک نوجوان آیا تھا اور اس نے مجھ سے توبہ کے بارے میں پوچھا تھا۔ میں نے بتایا کہ توبہ یہ ہے کہ تم اپنے گناہ کو نہ بھولو۔ وہ کہنے لگا نہیں بلکہ توبہ یہ ہوگی کہ گناہ کو بھلا ہی دیا جائے۔ حضرت جنیدؒ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ جو کچھ نوجوان نے کہا ہے میرے نزدیک بھی وہی بات زیادہ صحیح ہے وجہ دریافت فرمائی تو میں نے بتایا کہ توبہ سے پہلے میں حالتِ جفا میں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے توفیق توبہ دے کر مجھے حالتِ وفات تک پہنچا دیا لہذا اب حالتِ صفا میں جفا کا تذکرہ جفا ہو گی۔ یہ سن کر حضرت سمریؒ خاموش ہو گئے۔

شیخ ابونصر سراج تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں حضرت جنیدؒ نے یہاں بے شک محققین کی توبہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ جو اپنے گناہوں کو توبہ کے بعد یاد نہیں کرتے کیونکہ ان کے دلوں پر اللہ کی عظمت کا غلبہ ہوتا ہے اور ہمیشہ یادِ الہی میں مگن رہتے ہیں لہ

۶۔ مشائخ کی آراء کا حسن انتخاب

تیسری صدی ہجری میں تصوف کے دو مکتب مکمل یعنی نیشاپوری اور بغدادی زیادہ مشہور اور متعارف تھے۔ حضرت جنید گمان دونوں مدرسوں کے اکابر سے خوشگوار تعلقات تھے۔ نیشاپوری مشائخ کی اکثریت حج پر آتے جاتے وقت بغداد میں حضرت جنید سے ملا کرتی تھی اور ان بزرگوں کے درمیان تبادلہ افکار جاری رہتا تھا۔ مزید برآں خطوط و رسائل کے ذریعے سے بھی حضرت جنید اپنے روحانی تجربات دوسروں تک پہنچا کرتے تھے اور خود بھی دوسروں کے خیالات اور تجربات سے آگاہ رہا کرتے تھے۔ اس کا قدرتی نتیجہ یہی تھا کہ حضرت جنید کے سامنے معاصرین کے قریب قریب تمام صوفیانہ خیالات موجود تھے اور انہوں نے بعض اوقات جب کبھی کسی موضوع پر اظہار خیال کیا ہے تو انہوں نے دوسرے مشائخ کی آراء کو پیش نظر رکھا اور ان کا نچوڑ اور انتخاب پیش کیا ہے۔

۷۔ خارجی اثرات سے محفوظ

حضرت جنید کا نقطہ نظر تمام مسائل تصوف میں نہایت صائب، صحت مند اور غیر اسلامی اثرات سے پاک ہے حالانکہ اس دور کے بعض صوفیاء ہنہمی، یونانی اور عجمی خیالات سے کسی حد تک متاثر ہو چکے تھے اور ان صوفیاء کے ہاں حلول، تناسخ، رہبانیت اور ترک عمل تک کے اثرات ملتے ہیں۔ حضرت جنید کا یہ کارنامہ یادگار رہے گا کہ انہوں نے بطور خاص شریعت اور قرآن و سنت کی پیروی پر زور دیا اور تصوف کو غیر اسلامی اثرات سے پاک صاف رکھنے کے لئے مقدور بھر کوشش کی۔ حضرت جنید کے ہاں تو وحدت الوجودی تصور کی پرچھائیں تک نہیں پائی جاتیں حالانکہ بعض صوفیاء تصوف سے مراد ہی تزکیہ نفس اور تطہیر قلب سے زیادہ یہی وحدت الوجودی فلسفہ تھا۔

شیخ نور الدین شریبہ رقمطراز ہیں قد جہد المحر یصون من شیوخ الصوفیہ ان یردوا الناس الی الطریق السوی و اوضح من بذل فی ذالک جہداً من تصوفہ

المشرق هو الجنید فی بغداد اذ لہ معنی قرآن و سنت کے شیدائی مشایخ تصوف برابر گوشش کرتے رہے ہیں کہ لوگوں کو واضح اور ہموار راہ کی طرف لوٹا دیا جائے اور اس امر میں صوفیاء مشرق میں سے جس شخص نے زیادہ سنی فرمائی وہ بغداد کے حضرت جنید ہیں۔

۸۔ اجزائے تصوف

حضرت جنید فرماتے ہیں کہ تصوف آٹھ اوصافِ حمیدہ پر مبنی ہے (۱) سخاوت (۲) رضا (۳) صبر (۴) اٹناہ (۵) غربت (۶) اونی لباس (۷) سیاحت (۸) فقر۔ سخاوت حضرت ابراہیمؑ کا وصف ہے۔ انہوں نے مالکِ حقیقی کی خوشنودی کی خاطر اپنے بیٹے تک کو قربان کر دیا یہ اور بات ہے کہ تعمیلِ حکم پران کے صدق و اخلاص کی قدر کرتے ہوئے پروردگار نے انہیں بچالیا۔ رضا الہی کے تقاضے حضرت اسماعیلؑ بجالائے اور حکمِ الہی سن کر تعمیل میں کسی طرح تامل نہ کیا صبر حضرت یونسؑ کا وصف ہے۔ تمام جسم میں کٹرے پڑ گئے مگر اتہاکے تسلیم و رضا میں صبر سے کام لیا اور اُن تک نہ کی جس کے عوض اللہ تعالیٰ نے نہ صرف انہیں صحتِ کاملہ عطا کی بلکہ از رہِ خوشنودی بالانِ سیم و زہ فرمائی۔ اشارہ حضرت زکریاؑ کے لئے مختص ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے عین روز تک اشارات کرنے کا حکم دیا۔ غربت یعنی بیگانگی اور بے تعلق حضرت یحییٰؑ کے لئے ہے کہ ساری عمر غربت میں رہے۔ ان کی غربت یہ تھی کہ انہوں اور بیگانوں میں رہ کر بیگانہ رہے۔ لباسِ صوف حضرت موسیٰؑ کا ہے جسے پہن کر وہ دربارِ فرعون میں گئے۔ سیاحت حضرت عیسیٰؑ کے لئے ہے کہ عمر بھر سیر و سفر میں رہے اور بندگانِ خدا کی خدمت و اصلاح کو اپنا نصب العین بنائے رکھا۔ فقر حضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے مخصوص ہے کہ ربِّ واحد کی درگاہ سے وابستگی اور وفاداری اختیار کی اور فقر کو دنیا کی بادشاہت پر ترجیح دی جس کا ادنیٰ کرشمہ تھا کہ دنیا کے خزانے آپ کے قدموں میں ڈھیر ہو گئے اور ذکوۃ لینے والا کوئی نہیں ملتا تھا لیکن رسولِ پاکؐ کے گھر میں کئی کئی روز تک چولہا تک

نہیں سلگتا تھا

۹۔ ذرائع تصوف

حضرت جویریؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جنیدؒ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ہم نے تصوف، قیل و قال اور بحث و مباحثہ سے حاصل نہیں کیا بلکہ بھوک، ترک دنیا، قطع مالوفات و مستحبات کے ذریعے اسے حاصل کیا ہے۔

تصوف جنیدؒ کا اہم موضوع — تفہیم توحید

تیسری صدی کے روح عصر

اس صدی میں علماء و فقہاء اور مشائخ و متکلمین کے حلقوں میں جو مسئلہ سب سے زیادہ زیر بحث رہا وہ توحید و تنزیہ کا مسئلہ تھا۔ معتزلہ عرصے سے اس مسئلے میں بڑے سرگرم تھے لیکن انہوں نے محض عقل کے بل بوتے پر اس کو سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی اس لئے قدم قدم پر ٹھوکریں کھائیں۔ ان کے برعکس صوفیائے کرام نے اپنے علم و حال کو مشعلِ راہ بنا کر توحید کو سمجھنے اور سمجھانے کی کامیاب کوشش کی ہے اور اس سلسلے میں مکمل کامیابی کا سہرا بلاشبہ حضرت جنیدؒ کے سر ہے۔

تعریف توحید

حضرت جنیدؒ نے توحید کی یہ تعریف بیان کی ہے التوحید اِنْفَادُ الْمَوَاحِدِ بِتَحْقِيقِ وَحْدَانِيَّتِهِ بِكَمَالِ اِحْدِيَّتِهِ اِنَّهُ الْوَاحِدُ الَّذِي لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ بِنَفْيِ اَضْدَادِ وَاَنْدَادِ وَالْاَشْبَاهِ بِالْاِتْسَابِ وَالْاَتِكِيفِ وَلَا تَصْوِيرِ وَلَا تَمَثِيلِ لَيْسَ كَشَيْءٍ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ

۱۔ کشف المحجوب ص ۴۷، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۴-۹۵ ۲۔ انجم الزاہرۃ ج ۳ ص ۱۶۹ ۳۔ رسالہ تشریح ص ۱۳۵

توجہ۔ توحید، موحدا کا اپنے آپ کو خدا کی تحقیق، وحدانیت اور کمالِ احدیت کے ساتھ الگ اور جدا کرتا ہے۔ بے شک وہ ایسا کتاب ہے کہ جس نے نہ کسی کو جتنا ہے اور نہ اسے کسی نے جتنا ہے۔ ذاتِ حق کے اضداد، انداد اور اشبہ و نظائر ہو ہی نہیں سکتے۔ وہ تشبیہ، کیفیت، تصویر اور تمثیل وغیرہ سے پاک ہے کوئی چیز بھی اس جیسی نہیں ہو سکتی۔ وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

صوفیاء کے ہاں توحید محض ایک مسئلہ علم کلام نہیں تھا بلکہ وہ ان کا ایمان اور حال تھا۔ توحید کی معرفت ایک صاحبِ حال صوفی کے روحانی تجربہ میں جس طرح آسکتی ہے اور آتی ہے اس کی کیفیت اور نوعیت حضرت جنیدؒ کے اقوال و احوال کی روشنی میں حسب ذیل ہے۔

فنا کے تین مدارج

جو شخص توحید کا کامل درجہ حاصل کرنا اور پورا توحید پرست بننا چاہتا ہے اسے چاہئے کہ موتوا قبل ان تموتوا پر عمل کرتے ہوئے مرنے سے پہلے مر جائے۔

۱- فنا کا پہلا مرحلہ یہ ہوگا کہ انسان اپنی صفات، عادات اور مزاج کی قید سے آزاد ہو جائے اور اس امر کا ثبوت اپنے اعمال و افعال سے بہم پہنچائے یعنی خواہشاتِ نفس کے خلاف عمل کیا کرے۔ نفس جو کچھ چاہے اس کی بجائے اسے وہ چیز دی جائے جس کو وہ ناپسند کرتا ہے۔ ساتھ ہی اپنی تمام خواہشات، شریعت اور مرضاتِ الہی کے عین مطابق بنالی جائیں یعنی آدمی وہی چاہے جو خدا چاہتا ہے۔ وہی کچھ کرے جو خدا کو پسند ہو۔

۲- نفس کشی کے اس تجربے کے بعد دوسرا مرحلہ فنا یہ ہے کہ انسان اپنے حظِ نفس سے بھی دستبردار ہو جائے حتیٰ کہ طاعات میں جو روحانی لذت اور کیفیت و سرور حاصل ہوتا ہے اس کا احساس بھی جاتا رہے پھر انسان خدا کا اور بس خدا کا ہو کر رہ جائے۔ انسان اور ذاتِ حق کے درمیان کوئی اور واسطہ باقی نہ رہے۔

اس کیفیت کو حضرت جنیدؒ نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے التصوف۔ ہوان تکون مع اللہ بلا علاقۃ لہ

۳- اس کے بعد فنا کا تیسرا مرحلہ آتا ہے جہاں پہنچ کر انسان اپنی انفرادیت کھودیتا ہے۔
تجلیات کا اتنا غلبہ ہوتا ہے کہ انسان اپنے آپ کو بھلا دیتا ہے اور اسے یہ احساس بھی نہیں رہتا
کہ وہ فنا کے مقام پر پہنچ گیا ہے۔ اس کا وجود مردہ ہو جاتا ہے اور وہ اپنی ابدی زندگی کی طرف
لوٹ جاتا ہے۔ حق تعالیٰ کے ساتھ رہنے لگتا ہے اور اس طرح بقا کا مرتبہ پا کر زندہ جاوید
ہو جاتا ہے۔

بقا باللہ کی حالت

فناء فی اللہ کے بعد بقا باللہ کی کیفیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تصوف کی یہ تعریف بیان
فرمائی ہو ان یمیتک الحق عنک ویمیتک بہ لہ یعنی حق تعالیٰ تمہیں نفس کے اعتبار سے مار ڈالے
اور پھر اپنے ساتھ تمہیں زندہ کر دے۔ ۵
صاحب دلاں کہ پشتیر از مرگ مردہ اند آب حیات از قدح مرگ خوردہ اند

نازک مرحلہ

فنا اور بقا کے مقامات پر یہ حقیقت پیش نظر رہنی ضروری ہے کہ بندہ ہمیشہ بندہ رہتا ہے اور
معبود ہمیشہ معبود۔ قدیم انبی اور محدث مخلوق کے درمیان جو فرق ہے وہ ہمیشہ برقرار رہنا چاہیے۔ کئی
صوفیاء اسی مقام پر پہنچ کر بھٹک گئے ہیں اور وہ حلول و اتحاد کا اعلان کرنے لگ گئے حالانکہ یہ ناممکن العمل
بلکہ شرک ہے۔

اس مرحلے پر حضرت جنیدؒ کا سب سے مشہور قول ہذا لکوں اور اہل جذب کے لئے رہنا ہے
التوحید انفراد القدم من الحدیث لہ یعنی توحید قدیم ذات (خداوند تعالیٰ) کو حادث مخلوق
سے جدا اور تمیز کرنے کا نام ہے۔
حضرت جنیدؒ کے فرمان کے مطابق حقیقت یہی ہے کہ بندہ جب فنا کے آخری مقام پر ہوتا ہے

اور اپنی انفرادیت اور خودی کھودیتا ہے تو بھی بے خودی میں اس کا ایک الگ وجود برقرار رہتا ہے بہت سے پردے اگرچہ دور ہو چکے ہوتے ہیں لیکن ایک پردہ بھی خالق اور اس کے بندے کے درمیان ضرور حائل رہتا ہے۔

فنا و بقا کی کیفیتِ حال

موجد کی توحیدِ کامل کی معرفت کی کیفیت کچھ ایسی ہوتی ہے جیسا کہ حضرت جنیدؒ نے توحیدِ خالص پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا اَنْ يَكُونَ الْعَبْدُ شَبْحًا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ تَجَرِي عَلَيْهِ نَصَارُ لَيْفَ تَدْبِيرِهِ فِي مَجَارِي احكامِ قَدَرَتِهِ فِي لَجَجِ بَحَارِ تَوْحِيدِهِ بِالْفَنَاءِ عَنِ نَفْسِهِ وَعَنِ دَعْوَةِ الْحَقِّ وَعَنِ اسْتِجَابَتِهِ بِحَقَائِقِ وجودِ وَحْدِ انيَّتِهِ فِي حَقِيقَةِ قَرِيبِهِ بِذَهَابِ حَسَمِهِ وَحَرَكَتِهِ لِقِيَامِ الْحَقِّ لَهُ نِيْمًا اِلَّا مِنْهُ وَهُوَ اَنْ يَرْجِعَ اَخْرَ الْعَبْدَ اِلَى اَوَّلِهِ فَيَكُونَ كَمَا كَانَ قَبْلَ اَنْ يَكُونَ لَهُ

ترجمہ ۱۔ توحیدِ خاص یہ ہے کہ بندہ (اپنے وجود سے عاری ہو کر) ایک پتلے اور خیالی وجود کی صورت میں پیشِ خدا حاضر ہو۔ اس پر خدا کے احکامِ قدرت اس کی مشیت کے مطابق چلتے رہیں اور بندہ اپنے اختیار سے قطعاً کام نہ لے۔ جو کچھ خدا کرتا ہے وہ بندہ اس پر راضی رہے۔ خدا سے اپنے بحرِ توحید میں ایسا غرق کر دیتا ہے کہ وہ اپنے نفس، لوگوں کی پکار اور لوگوں کو جواب دینے سے فنا ہو جاتا ہے۔ وجود و وحدانیت اور قربِ خداوندی کی حقیقتوں کے پیشِ نظر بندے میں حس و حرکت ختم ہو جاتی ہے تاکہ اس کے ساتھ حق کا قیام ہو سکے جیسا کہ خدا اس سے چاہتا ہے۔ مزید برآں یہ کہ بندہ آخر میں پھر اپنے حال کی طرف لوٹ جائے اور اسی طرح ہو جائے جیسے کہ وہ ہونے سے پہلے تھا۔

عہدِ میثاق کی طرف رجعت

مندرجہ بالا قول کی شرح کرتے ہوئے حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ مروجہ موجد کو خدا کے اختیاراً

میں اختیار نہیں رہتا اور وہ خدا کی وحدانیت میں اپنے ذاتی اہمادوں کو بھول جاتا ہے کیونکہ قرب کے محل میں اس کا نفس فانی ہوتا ہے اس کی حس ختم ہو جاتی ہے اور خدا کے احکام اس پر جاری ہوتے رہتے ہیں جنہیں وہ بلا یوں و چرا قبول کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس طرح چاہتا ہے اس پر تصرف کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے آپ کو ایک ذرہ حقیر سمجھتا ہے جیسا کہ وہ روزِ اقل اور یومِ الست تھا۔

شیخ سراج حضرت جنیدؒ کے قول یرجع آخر العبد الی اقلہ فیکون کما کان قبل ان یکون کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ اشارہ ہے عہدِ میثاق کی طرف جس میں اللہ تعالیٰ نے عالم ارواح میں روز الست روحوں سے عہد و پیمان لیا تھا۔ اس وقت انسان کا وجود کچھ ایسا تھا کہ وہ الفاظ میں بیان نہیں کیا جاسکتا بس خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ یوم الست کی طرح خدا کے سامنے حاضر ہونا اور حقیقتِ موحد کی توحید کی حقیقت کی غایت ہے جو حضرت جنیدؒ کے الفاظ میں ان یکون العبد کما لم یکن و یتقی اللہ تعالیٰ کما ینزل یعنی بندہ ایسا ہو جائے کہ جیسے پہلے لم یکن (نیست و نابود) تھا اور خدا کی ذات کا مشاہدہ ایسا ہو کہ جیسے وہ اس وقت بھی لم یزل تھی۔

حضرت جنیدؒ کا یہ مختصر قول اس طویل بحث کا خلاصہ ہے النہایۃ ہی الرجوع الی البدایۃ ۳۱۰ یعنی طریقت کی انتہا، ابتداء (عہدِ میثاق) کی طرف رجوع کرنے میں ہے۔

نازک تر مرحلہ

توحید کی صورتِ کامل میں موحد حالتِ سکر اور عالم مدہوشی میں چلا جاتا ہے۔ یہ روحانیت کا نازک تر مرحلہ ہے۔ اس مقام پر اگر اہل طریقت کامل، محقق اور صاحبِ ہمت ہے تو وہ سکر کے غلبے سے محفوظ رہتا ہے اور فرانس و واجبات کی ادائیگی میں سرگرم رہتا ہے لیکن اگر غلبہ سکر ہو جائے تو کم از کم اتنا ضرور ہوتا ہے کہ انسان شیطیات سے نہیں بچ سکتا گوشلیات ان بزرگوں کے لئے قابلِ مواخذہ نہیں ہوتیں تاہم معتقدین کے لئے ضرور وجہ آزمائش بنتی ہیں۔ دنیاۓ طریقت میں بہت سے بزرگ غلبہ سکر کے حادثے سے دوچار ہوئے ہیں۔

توحید کی اکمل صورت صحو اور بحالی ہوش

حضرت جنیدؒ کے نزدیک توحید خاص کاروحانی تجربہ نہیں پختہ نہیں ہو جاتا کہ انسان سکر اور سرمستی کے عالم میں رہ جائے بلکہ ان کی تحقیق میں توحید خاص کی اکمل صورت یہ ہے کہ انسان عالم مدہوشی سے نکل کر صحو (بحالی ہوش) فضائے حقیقت میں آجائے۔ فرائض و واجبات ادا کرے اور رشد و ہدایت کا فریضہ سرانجام دے۔ اصطلاحات صوفیہ میں یہ کیفیت صحو (بحالی ہوش) الفرق الثانی (دوسری جدائی) الفرق الطبیعی (قدرتی علیحدگی) اور جمع الجمع (ملاپ درملاپ) کہلاتی ہے۔ یہ حالت عارفین، صوفیا اور اولیاء کے روحانی ارتقاء اور مشاہدہ توحید کی منزلِ آخری ہے۔ اس حالت میں انسان اپنی رضا کو رضائے الہی میں گم کر کے خود رضا الہی بن جاتا ہے۔ ایک طرف خدا کے حضور میں بھی رہتا ہے دوسری طرف مخلوق خدا کی فیض رسانی میں بھی سرگرم ہوتا ہے۔ فردیت اور قطب ارشاد کی کیجائی اسے میسر ہوتی ہے اس وقت اس موجدِ خاص اور صوفی باصفا کا وجود سراپا خیر و برکت ہوتا ہے حضرت جنیدؒ کا یہ قول اسی حقیقت کا انکشاف کرتا دکھائی دیتا ہے کہ صوفی زمین کی مانند ہوتا ہے جسے نیک و بد رونڈتے ہیں اور سب کے لئے بچی رہتی ہے۔ یا وہ بادل کی طرح ہوتا ہے کہ سب پر سایہ کرتا ہے یا پھر بارش کی صورت ہوتا ہے کہ پسند و ناپسند سے بالا ہو کر ہر چیز کو وہ سیراب کرتی ہے لہ

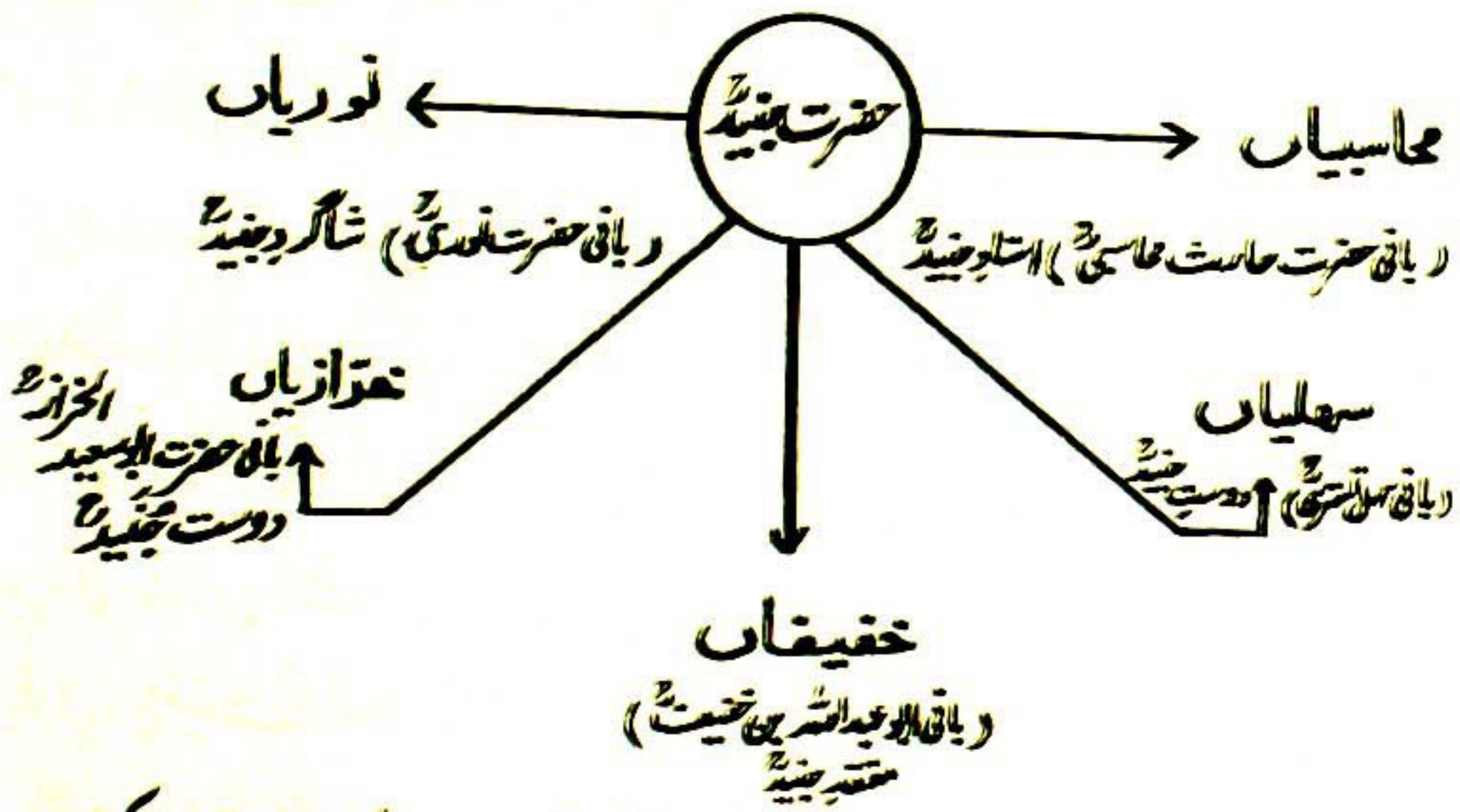
روحانی سلاسل اور حضرت جنیدؒ کی شانِ مرکزیت

۱۔ سلاسلِ عشرہ

حضرت سید علی ہجویری گنج بخشؒ نے کشف المحجوب میں صوفیہ اور اہل طریقت کے دس سلسلوں کو حق پر قائم قرار دیا ہے اور وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) محاسباں (۲) قساریاں (۳) طینغوریاں (۴) جنیدیاں (۵) نوبیاں (۶) سہلیاں
(۷) حکیمان (۸) خرازیاں (۹) خنیفیاں (۱۰) سیاریاں۔

ان سلسلوں میں سے جنیدیاں یا جنیدیس کے تو موسس ہی حضرت جنیدؒ ہیں جبکہ باقی نو
سلسلوں میں سے پانچ ایسے سلسلے ہیں جن کے بانیوں کا حضرت جنیدؒ سے گہرا قریبی اور روحانی
تعلق ہے جیسا کہ نقشہ ذیل سے واضح ہوتا ہے۔



حضرت مجبور مٹی بیان کرتے ہیں کہ سلسلہ نوریاں کا مسلک یہ ہے کہ وہ فقر و تصوف کی فضیلت
دیتے ہیں اور ان کے تمام معاملات حضرت جنیدؒ کے موافق ہیں۔

۲۔ سلاسل اربعہ

تصوف اور طریقت کے چار سلسلے بہت مشہور اور متعارف ہیں اور وہ (۱) چشتیہ،
(۲) قادریہ (۳) سہروردیہ اور (۴) نقشبندیہ ہیں۔ ان چار سلسلوں میں سے دو سلسلوں یعنی قادریہ
اور سہروردیہ کا حضرت جنیدؒ کی ذات گرامی سے بلا واسطہ تعلق ہے اور وہ ان سلسلوں کی اہم اور
نمایاں شخصیت ہیں۔ سلسلہ قادریہ عرب ممالک اور برصغیر میں بہت مشہور اور مقبول رہا ہے۔ اس
سلسلے میں حضرت محبوب سمانی شیخ عبد القادر جیلانیؒ عرب میں اور پاکستان میں حضرت موسیٰ پاکؒ
حضرت شاہ مخیم جھڑویؒ حضرت سلطان باہوؒ اور حضرت بلے شاہ جیسی بستیاں گزری ہیں۔
سلسلہ سہروردیہ خراسان پنجاب سندھ اور کشمیر کے نواح میں مقبول رہا ہے۔ اس کے اکابر

میں سے برصغیر میں حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی اور شاہ رکن عالم ملتانی قابل ذکر ہیں۔
حضرت جنید کی اہمیت ان شجروں سے بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔

شجرہ سلسلہ قادریہ

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ

حضرت علی المرتضیٰ
(۶۰۰-۶۶۱)

حضرت حسین سید الشہداء
(۶۲۶-۶۸۰)

حضرت علی زین العابدین
(۶۵۹-۷۴۰)

حضرت محمد باقر
(۱۱۲-۱۷۰)

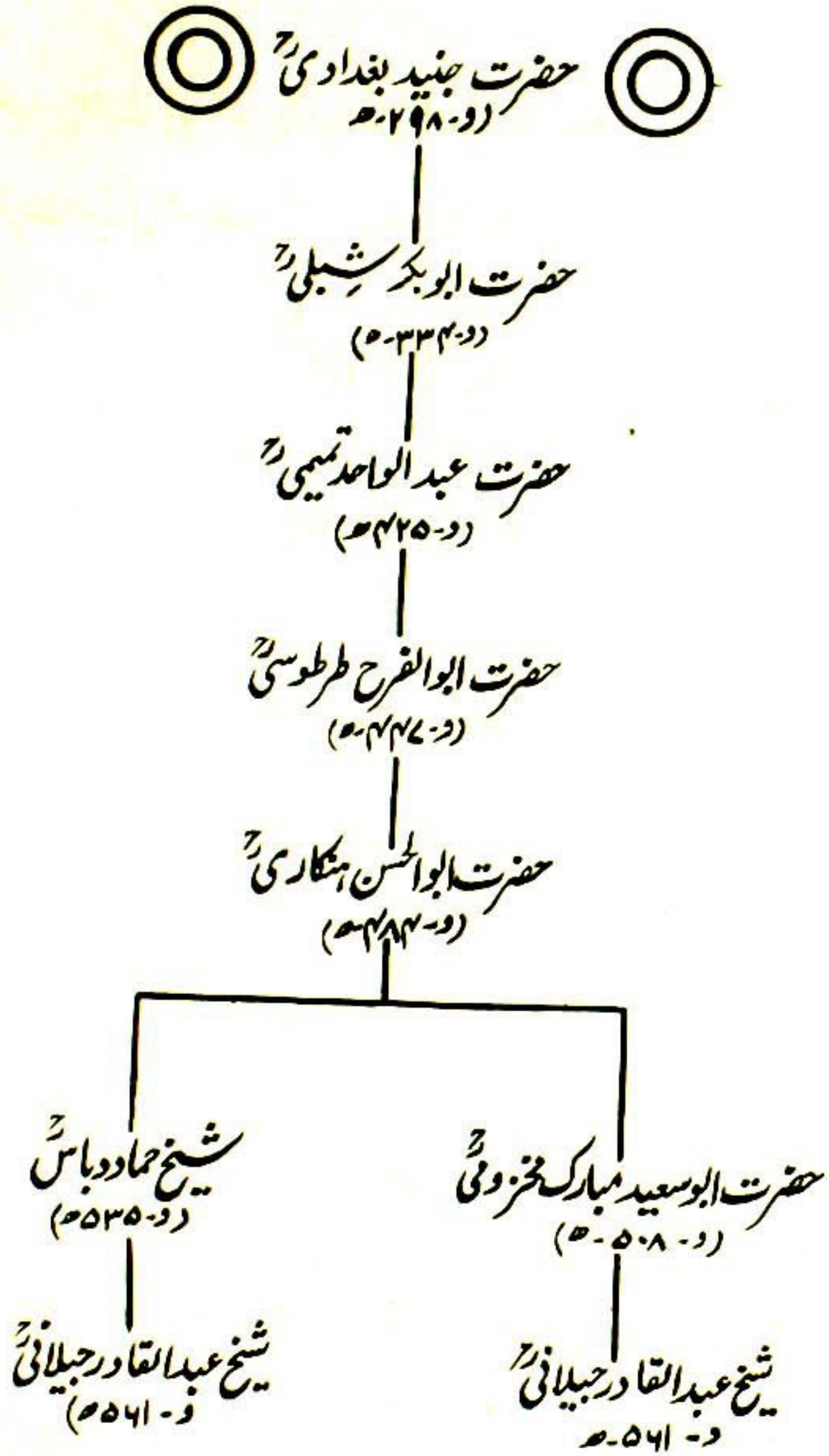
حضرت جعفر صادق
(۱۲۰-۱۴۸)

حضرت موسیٰ کاظم
(۱۸۴-۲۰۶)

حضرت علی رضا
(۲۰۸-۲۳۰)

حضرت معروف کرخی
(۲۳۰-۲۶۰)

حضرت سرری سقلی
(۲۶۰-۲۹۰)



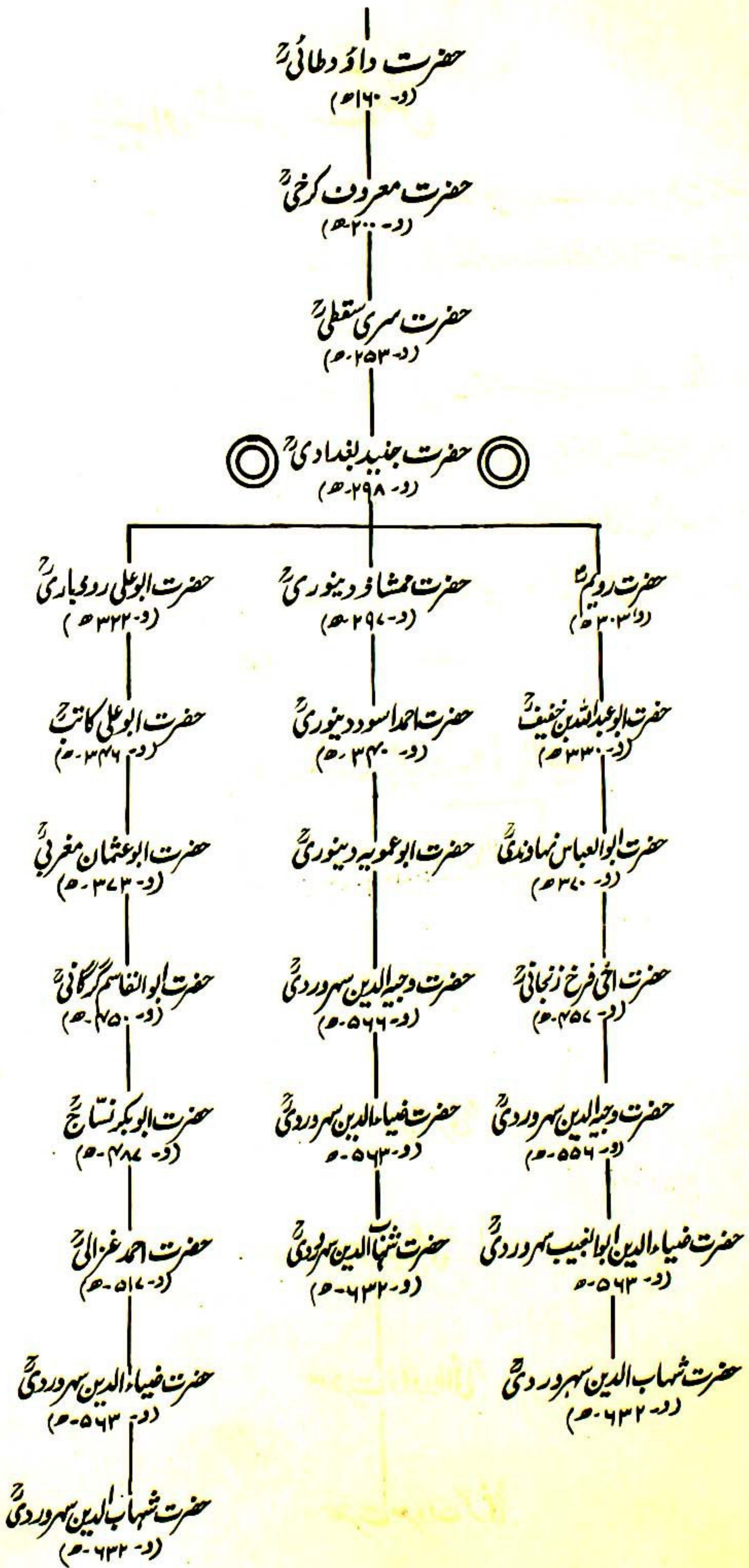
سلسلہ سہروردیہ

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰؐ

حضرت علی المرتضیٰؑ (د-۴۰ھ)

خواجہ حسن بصریؒ (د-۱۱۰ھ)

خواجہ حبیب اعجمیؒ (د-۱۵۴ھ)



۳۔ سلسلہ چشتیہ اور نقشبندیہ سے تعلق

دوسرے دو سلسلوں سے بھی حضرت جنیدؒ کا بالواسطہ تعلق ضرور ہے اور وہ اس طرح کہ حضرت کے بانی حضرت شیخ ابواسحاق چشتیؒ حضرت مشافذ بنوریؒ کے خلیفہ ارشد تھے جو خود حضرت جنیدؒ کے نامور شاگرد اور خلیفہ ہیں۔

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے تعلق اس طرح پر ہے کہ حضرت جنیدؒ کے ایک شاگرد اور خلیفہ حضرت ابوعلیٰ رودباریؒ حضرت بایزید بسطامیؒ کے خلیفہ حضرت ابوالحسن خرقانیؒ کے خلیفہ ہیں اور اس سلسلہ خواجگان کے اہم رکن ہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے سلسلہ نقشبندیہ کی جس شاخ سے فیض اٹھایا اس کا تعلق بھی حضرت جنیدؒ سے ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب اتباہ فی سلاسل اولیاء میں اپنے بزرگانِ طریقت کا شجرہ تحریر کیا ہے اور وہ حسب ذیل ہے۔

شجرہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ ولی اللہیہ

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ

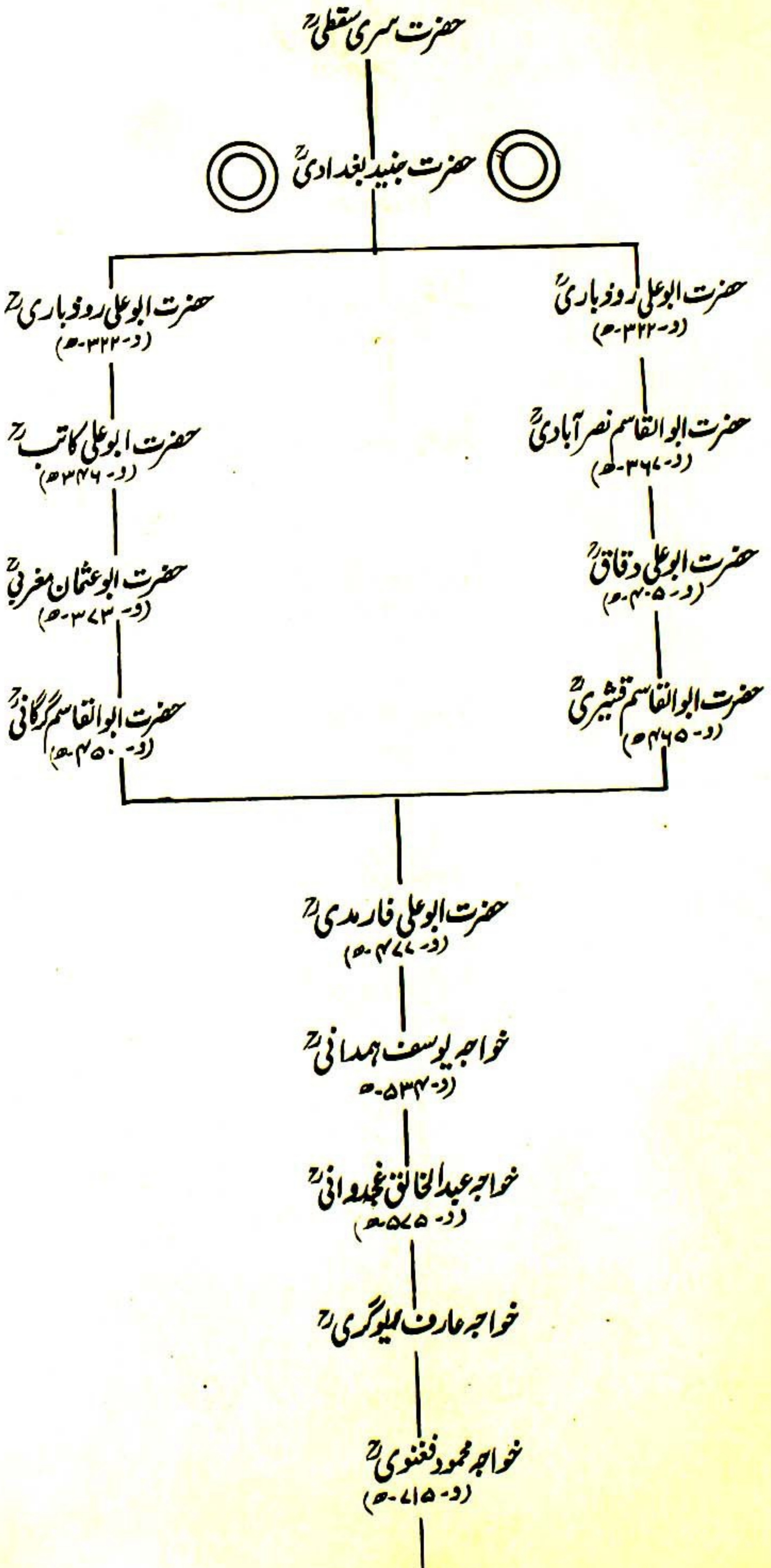
حضرت علی المرتضیٰؑ

خواجہ حسن بصریؒ

خواجہ حبیب عجمیؒ

حضرت داؤد طائیؒ

حضرت معروف کرخیؒ



خواجہ علی رامینی رح
(د-۷۱۱ھ)

خواجہ محمد بابا ساسی رح
(د-۷۵۵ھ)

خواجہ بہاء الدین نقشبند رح
(د-۷۹۱ھ)

خواجہ علاء الدین عطار رح

خواجہ یعقوب چرخ رح
(د-۸۵۱ھ)

خواجہ عیسیٰ اللہ احرار رح
(د-۸۹۵ھ)

خواجہ زاہد رح
(د-۹۳۶ھ)

خواجہ درویش محمد رح
(د-۹۷۰ھ)

خواجہ امگنی رح
(د-۱۰۰۸ھ)

خواجہ باقی باللہ رح
(د-۱۰۱۲ھ)

شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی رح
(د-۱۰۳۵ھ)

شیخ آدم بنوری رح
(د-۱۰۵۳ھ)

حضرت سید عبداللہؒ

شاہ عبدالرحیمؒ
(د-۱۱۳۱-ھ)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ
(د-۱۱۷۹-ھ)

۲۔ برصغیر میں حضرت جنیدؒ سے فیضیاب چند چھوٹے سلسلے

بلاد عرب و عجم میں پار مشہور سلسلوں کی شانیں مثلاً مغارہ، عید روسیہ، کبرویہ، رفاعیہ، اور شاذلیہ قابل ذکر ہیں جبکہ برصغیر پاک و ہند میں سید الطائفہ جنید بغدادیؒ سے فیضیاب بیسیوں متفرق خانوادوں سلسلوں اور شاخوں نے تشنگانِ روحانیت کی پیاس بجھانے اور فیضِ رسانی کا کام کیا ہے۔ ان میں سے چند ایک خانوہوں کے حسب ذیل ہیں۔

- ۱۔ خانوادہ گازر و نیادے :- اس خانوادے کے بانی حضرت ابواسحاق گازر و نی ہیں۔ انہوں نے حضرت ابو علی روزباریؒ اور حضرت ممشاذ دینوریؒ کے ذریعے سے روحانیت حاصل کی تھی۔
- ۲۔ خانوادہ طوسیادے :- حضرت علاؤ الدین طوسیؒ بانی ہیں جنہوں نے حضرت ابوحنیفہؒ سے فیض حاصل کیا تھا۔
- ۳۔ خانوادہ فردوسیادے :- بانی حضرت نجم الدین فردوسیؒ ہیں جو حضرت ابو نجیب سہروردیؒ کے خلیفہ ہیں اس لحاظ سے یہ خانوادہ سلسلہ سہروردیہ ہی کی ایک شاخ ہے۔

طریقہ و سلسلہ جنیدیہ کی مقبولیت اور ترقی

حضرت جنیدؒ سے مستفیض تمام سلسلوں کی اصل طریقہ و سلسلہ جنیدیہ ہے جس میں حضرت جنیدؒ کی طریقت و تصوف کے تمام اصول و فروع حسن و خوبی کے ساتھ موجود تھے۔ سچ تو یہ ہے طریقت کے

جتنے بھی سلسلے جہاں کہیں بھی موجود ہیں وہ سب حضرت بنیہ کی رہنمائی کے مرہونِ منت ہیں۔ حضرت سید علی ہجویریؒ بیان فرماتے ہیں۔ معروف ترین مذہب و مشہور ترین مذہب وہی است و مشائخ جملہ بنیدی بوہ اندلسہ یعنی بنیہ سلسلہ اور طریقہ سب سے زیادہ معروف و مشہور مسلکِ طریقت ہے اور تمام مشائخ اسی بنیدی مسلک کے پیرو ہو گزرے ہیں۔

شاہ دلی اللہ محدث دہلویؒ رقمطراز ہیں۔ دانست کہ طریقہ کہ امروز محفوظ است متناہ بنیہ بغدادیؒ است و خرقہ محفوظ امروز ہماں است کہ بواسطہ بنیہ است یعنی جان لو کہ طریقہ جو آج کل محفوظ ہے اس کی نشوونما حضرت بنیہ بغدادیؒ سے ہوئی ہے اسی طرح آج تک جو خرقہ محفوظ ہے وہ بھی انہی کے واسطے سے ہے۔

بلاشبہ طریقہ بنیہ یہ آسان، قابلِ عمل، مقبولِ عام و خاص اور قرآن و سنت کی تعلیمات پر مبنی ہے۔ امام شعرانیؒ فرماتے ہیں اِنَّمَا خَصَّصْنَا كَغَيْرِ طَرِيقِ الشَّيْخِ ابْنِ الْقَاسِمِ الْجَنِيْدِ بِمَزِيْدِ التَّقْوِيْمِ دَاثُ كُلِّ مَنْ سَلَكَهَا نَجَالَ تَهَا كَمَا قَالَ الْجَلَالُ الْمَحَلِيُّ وَغَيْرِهِ طَرِيقٌ خَالٍ عَنِ الْبِدْعِ دَاثُ عَلِيٍّ التَّسْلِيْمِ وَالتَّفْوِيْضِ لِلَّهِ تَعَالَى وَالتَّابِرِيُّ مِنْ حَفْوِظِ النَّصْبِ وَهَذَا اِحْصَاءُ الطَّرِيقِ فَهِيَ كَطَرِيقِ الشَّيْخِ ابْنِ الْحَسَنِ الْاَشْعَرِيِّ فِي الْعَقَائِدِ الدِّيْنِيَّةِ يَكْفِيْنَا فِي اِمَامَةِ ابْنِ الْقَاسِمِ الْجَنِيْدِ رَحِمَهُ اللهُ اِجْمَاعِ النَّاسِ كُلِّهِمْ عَلَيَّ جَلَالَتِهِ وَقَوْلِهِمَا اِنَّهُ سَيِّدُ الطَّائِفَةِ كُلِّهَا عُلَمَاءُ وَعَمَلًا وَهُوَ جَدِيْدٌ بِذَلِكَ ۳

توجہ ۱۔ ہم نے دوسرے علماء کی طرح حضرت بنیہ کے طریقہ کو اپنے موقف کی مزید مضبوطی کی خاطر پیش نظر رکھا ہے کیونکہ یہ وہ طریقہ ہے کہ جو کوئی اس پر چلتا رہا وہ نجات پا گیا کیونکہ جس طرح امام جلال الدین علی اور دوسرے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ یہ طریقہ بدعت سے خالی ہے اللہ کی تسلیم و تفویض پر مبنی ہے اور وساوس نفس سے محفوظ ہے۔ یہ طریقہ تمام روحانی طریقوں میں سب سے زیادہ صحیح ہے اور شیخ ابوالحسن اشعریؒ کے دینی عقائد کی طرح ہے کہ جو افراط و تفریط سے محفوظ ہیں۔ ہمارے لئے حضرت ابوالقاسم بنیہ کی امامت کے لئے اتنا کافی ہے کہ تمام لوگوں نے ان کے جلیل القدر ہونے پر اجماع ظاہر کیا ہے۔ ان کے بارے میں لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ آپ اپنے علم و عمل کے لحاظ سے گروہِ صوفیاء کے سردار ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ

وہ واقعی اس لقب اور شان کے مستحق بھی ہیں۔

امام شعرانیؒ نے طبقات کبریٰ میں تحریر کیا ہے کہ سیدی یوسف عجمی کورانیؒ المتوفی ۷۶۸ھ نے مصر (متحدہ عرب جمہوریہ) میں طریقہ جنیدیہ کا احیاء کیا اور اسے خوب ترقی دی۔ تزیت و سلوک میں ان کا طریقہ بڑا موثر اور حیرت انگیز تھا۔ ان کے مرید کثرت سے تھے اور خانقاہیں بھی بیشتر تھیں۔ المغرب یعنی مراکش، تیونس اور الجزائر میں شاذلیہ سلسلہ بڑا مقبول ہے۔ ان کی اکثر و بیشتر تعلیمات اور انداز تربیت طریقہ جنیدیہ کا سا ہے۔

برصغیر پاک و ہند میں متعدد خانوادوں اور سلسلوں کے ذریعے حضرت جنیدؒ کا فیض پہنچتا رہا ہے حضرت سیدی علی بھوری گنج بخشؒ المتوفی ۷۶۶ھ پہلے نامور بزرگ ہیں جنہوں نے یہاں تشریف لاکر باضابطہ طور پر حضرت جنیدؒ کی تعلیمات کو عام کرنے کی سعی مشکور کی۔ وہ خود جنیدی تھے اور ان کے مرشد شیخ ابوالفضل ختلیؒ (م۔ ۷۵۰ھ) بھی جنیدی تھے۔ طریقہ کبرویہ برصغیر کے بعض علاقوں میں مقبول رہا ہے۔ دکن میں یہ سلسلہ جنیدیہ کے نام سے بھی مشہور ہے۔ سلسلہ فردوسیہ اسی کبرویہ کی ایک شاخ ہے۔ پاک و ہند میں خانوادہ جنیدیاں کے بہت سے گروہ مصروف تبلیغ و تربیت رہے ہیں اور انہوں نے تزکیہ نفوس اور تطہیر قلوب کے سلسلے میں قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ امتداد زمانہ کی وجہ سے حضرت جنیدؒ کی اصل تعلیمات میں ان گروہوں کے ہاں قدرے تغیر و تبدل ہو گیا ہو تاہم یہ سب اپنی وابستگی کا اظہار بہر حال حضرت سید الطائفہؒ ہی سے کرتے ہیں۔ ان گروہوں میں مندرجہ ذیل گروہ قابل ذکر ہیں۔

- ۱۔ گروہ نعمت اللہ شاہی ————— اس گروہ کے بانی حضرت نور الدین نعمت اللہ ولی کرمانیؒ ہیں۔
- ۲۔ گروہ ہاشم شاہی ————— سرگروہ حضرت میر ہاشمؒ ہیں۔
- ۳۔ گروہ قلندریہ ————— بانی حضرت حیات میر قادریؒ ہیں۔
- ۴۔ گروہ بہلول شاہی ————— بانی شاہ بہلول مجرد دریا ہیں۔
- ۵۔ گروہ صدر شاہی ————— بانی شاہ صدر الدین انصاریؒ ہیں۔
- ۶۔ گروہ حسین شاہی ————— بانی شاہ حسین ڈھڈالاہوریؒ ہیں۔
- ۷۔ گروہ ارزاں شاہی ————— بانی شاہ ارزاں دیوانؒ ہیں۔
- ۸۔ گروہ رفاعیہ ————— بانی سید احمد کبیر رفاعیؒ ہیں۔

طریقہ جنیدیہ کے خدو و حال

۱۔ طریقہ سلوک

طریقت اور تربیت روحانی کے دو راستے اور ذریعے ہیں (۱) سلوک (۲) جذب۔ سلوک یہ ہے کہ اعمال زہد مثلاً تلاوت، نوافل، ذکر اذکار اور دو وظائف میں زیادہ مشغول رہ کر مجاہدات اور مراقبات کے ذریعے منزلیں طے کی جائیں۔ یہ انداز تربیت اصحابِ صحو کو پسند ہے جب کہ جذب جسے بالعموم اصحابِ سکر اختیار کرتے ہیں اس میں طالب پر ذکر و فکر کے ذریعے سے محبتِ الہی کا غلبہ کیا جاتا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں اَعْلَمُ اَنْ اَللّٰهُ تَعَالٰی یَمُنُّ عَلٰی مَنْ یَّشَاءُ مِنْ
مَنْ عِبَادَةِ الْاَوْلِیَاءِ فَمِنْهُ طَرِیْقَةُ السُّلُوْكِ لَهٗ یَعْنٰی جَانِ لَوْ كَهٗ اَللّٰهُ تَعَالٰی اِپْنِے پیار بندوں
میں سے جس کسی پر احسان کرنا چاہتا ہے تو اس کو سلوک کا طریقہ عطا فرمادیتا ہے۔

مزید برآں حضرت محدث سلوک کو جذب پر ترجیح دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ سلوک
کا طریقہ حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے ساتھ ہی مخلوق کی طرف منتقل ہوا
ہے اور یہ واسطوں ذریعوں کے ذریعے تربیت روحانی کا نظام ہے۔ یہ طاعات کے ساتھ
اعضا و جوارح کی تہذیب، ذکر و تزکیہ کے ساتھ قوائے نفسانیہ کی تطہیر، خدا اور اس کے رسول سے
عشق، علم کی نشر و اشاعت، اصلاحِ خلق، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغرضیکہ ایسے تمام امور کی
جانب راجح ہے کہ جن سے عوام الناس کو فائدہ پہنچے ۲

جنیدیہ کے ہاں سلوک کا طریقہ راجح ہے اور وہ بڑا منظم اور مربوط ہے۔

۲۔ تلقین ذکر

جنید یہ سلسلے میں داخل ہوتے اور مرید بنتے وقت جنیدی مشائخ حسب ذیل تلقین ذکر کرتے ہیں جیسا کہ حضرت فرید الدین گنج شکر نے فرمایا ہے کہ جنیدی مشائخ کے نزدیک ذکر تین کلمات پر مشتمل ہوتا ہے کہ جو شیخ اپنے مرید کو حلقہ ارادت میں شامل کرتے وقت تلقین کرتا ہے اور وہ یہ ہیں۔

(۱) کلمہ طیبہ (۲) سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ اکبر۔

(۳) یا حی یا قیوم

مزید ارشاد فرمایا کہ طبقہ جنیدیہ کے ہاں یہ تلقین بارہ مرتبہ ہوتی ہے لہ

۳۔ سلوک کے اصول

حضرت جنیدی کے فرمان کے مطابق سلوک کے طریق پانچ ہیں (۱) صوم یوم (دن کا روزہ) (۲) قیام اللیل (نوافل شب) (۳) اخلاص عمل (۴) اعمال کی کامل نگہداشت (۵) ہر حال میں توکل بر خدا لہ

۴۔ صحت سلوک کی شرائط

امام جنید بغدادی کے طریق پر جو تمام طریقوں سے زیادہ حق کے قریب ہے مقصد سلوک تک پہنچنے کے لئے آٹھ شرائط ہیں (۱) دوام طہارت (۲) دوام صوم (۳) دوام سکوت (۴) دوام خلوت (۵) دوام ذکر الہی (۶) دوام نفی خواطر (۷) دوام ربط قلب بالشیخ (۸) ترک اعتراض بحق تعالیٰ خواہ فائدہ ہو یا نقصان لہ

لیکن یاد رہے کہ حضرت جنیدی کے ہاں دوام صوم کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اگر کوئی

دوست ہمان آجائے تو روزہ کھول کر اس کے ساتھ شریکِ طعام ہو جانا چاہیے۔ اسی طرح سکوت اور خلوت، ضروری تبلیغ و ارشاد، ادائیگی حقوق العباد اور خدمتِ خلق میں حائل نہیں ہونا چاہیے۔ ترک اعتراض کی اصل راضی بالقضار ہنا ہے۔ خواطر سے مراد بقول جنید خطرہ نفس ہو دنیا اور اس کی عزت کی طرف کھینچتا ہے اور خطرہ شیطانی کہ جو شہوات کی طرف لے جاتا ہے۔
حضرت گنج بخشؒ نے فرمایا ہے کہ طبقہ جنیدیہ میں بارہ سال خلوت کی مدت ہے۔ اہل سلوک کے قول کے مطابق تعین مدت سے مقصود یہ ہے کہ نفس اتارہ کو ریاضت سے مغلوب کیا جائے۔
مولانا رشید احمد گنگوہیؒ خلیفہ ارشد قطب العالم حاجی امداد اللہ صاحبؒ کی کتاب امداد السلوک کی فصل ۷۱ تا ۱۱۱ انہی شرائط کی وضاحت کے لئے وقف ہے۔

۵۔ مدارج سلوک

حلقہ جنیدیہ نے سلوک کے سو درجے مقرر کئے ہیں۔ انہوں نے ستر ہواں مرتبہ کشف و کرامت کا مقرر کیا ہے۔ پس جو شخص اس ستر ہو جس درجے میں کشف و کرامات میں مشغول ہو جائے تو وہ آگے ترقی نہیں کر سکتا۔ کامل مرد وہی ہے جو سارے مرتبے طے کر لینے سے پیشتر کشف نہ کرے۔ ۳

۶۔ اہمیت مراقبہ

جنیدیہ سلوک میں سب سے اہمیت مراقبہ باطن کی ہے۔ حضرت جنیدؒ خود اپنی روحانیت کا راز ہی بتایا کرتے تھے۔ انہوں نے مسلسل چالیس سال تک گھر کی ایک سیڑھی کے نیچے بیٹھ کر مراقبہ کیا تھا۔ ان کا قول یہ بھی ہے کہ جس کی نگرانی (مراقبہ و رعایت) درست ہو اس کی ولایت ہمیشہ باقی رہتی ہے۔ ۴

۱۔ امداد السلوک ص ۸۶ ۲۔ راحت القلوب اردو ترجمہ ص ۲۱ ۳۔ فوائد السالکین ملفوظات خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اردو ترجمہ ص ۱۲

۴۔ عارف العارف اردو ترجمہ ص ۵۲۳

حضرت جنیدؒ کا فرمان ہے اشرف المجالس واعلاها الجلوس مع الفکرۃ فی میدان التوحید لہ یعنی بہترین اور بلند و بالا مجلس تفکر کے ساتھ میدان توحید میں بیٹھنا ہے۔
حضرت جنیدؒ یہ بھی فرماتے ہیں التصوف ان تجلس ساعة معطلة من ملاحظة كل شیء لہ یعنی تصوف یہ ہے کہ تم گھڑی بھر ہر چیز کے ملاحظے سے معطل ہو کر بیٹھو۔

۷۔ سرکارِ دربار سے اجتناب

شیخ فرید الدین گنج شکرؒ نے فرمایا کہ خواجہ جنیدؒ کے عہد میں لکھا ہوا ہے کہ تمام مذاہب میں صاحبِ فقر کو اہل دنیا سے راہ و رسم رکھنا اور امر اور حکام کے ہاں آمد و رفت رکھنا حرام ہے۔ ۳

۸۔ خدمتِ خلق

حضرت فرید الدین گنج شکرؒ نے فرمایا کہ حضرت جنید بغدادیؒ جب سجادے پر بیٹھ کر یادِ حق میں مشغول ہوتے اور کوئی آجاتا تو نوافل و اذکار پھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوتے اور اس کی حاجت روائی فرماتے۔

۹۔ طہارتِ قلب و اصلاحِ باطن

حضرت گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ کے عہد میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ اس راہ میں اصولِ دل کی اصلاح ہے اور یہ دل کی درستگی، صلاح و صفا اس وقت حاصل ہوتی ہے جبکہ سالک اپنے باطن کو تمام مذموماتِ دنیاوی یعنی غل و غش، حسد و تکبر اور حرص اور بخل سے پاک کر لے اور دل مذموم کو ان سے صاف کر لے جو کام کی بات ہے اور دوشی کا جوہر بھی اسی مقام پر ظاہر ہوتا ہے لہ۔

۱۔ رسالہ تشبیر بہ ص ۳۵۰ انتباہ فی السلاسل اولیاء ص ۳۳۲ ۳۳۳ اسرار الاولیاء ص ۵۳۵ ، راحت القلوب ص ۱۲-۱۳

۲۔ راحت القلوب اردو ترجمہ ص ۳۱۱

۱۰۔ جنید یہ کالباس

حضرت گنج شکر نے ارشاد فرمایا کہ خواجہ جنید کا طبقہ اور بعض مشایخ پاجامہ گوڈری کا اور پیراہن اور عمامہ عام کپڑے کا پہنتے ہیں لہ

۱۱۔ فضیلتِ صحو

حضرت جنید نے سکر کے مقابلے میں صحو (ہوش) کو ترجیح دی ہے اور جنید یہ اصحابِ صحو ہو گئے ہیں۔ سکر یعنی عشقِ الہی میں مدہوشی بھی صفتِ برحق ہے لیکن اس کا غلبہ بعض اوقات نقصان کا باعث بنتا ہے۔ حضرت گنج بخش بیان فرماتے ہیں کہ اہلِ معانی کے نزدیک سکر کے معنی اللہ تعالیٰ کے عشقِ محبت کے غلبے کے ہیں اور صحو کے معنی ہیں حالتِ ہوش رہ کر عبادات و طاعات کی تعمیل کرنا۔

ایک گروہ صحو کو سکر پر فضیلت دیتا ہے اور یہ گروہ حضرت جنید اور ان کے متبعین کا ہے۔ وہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ سکر سے آفات اور لغزشیں پیدا ہو سکتی ہیں خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ صاحبِ سکر ایک نبی نہیں بلکہ امتی ہوتا ہے۔ سکر بہر کیف ہوش و خرد کی پریشانی ہے اور جو شخص علم و فہم اور حواس کی سلامتی نہ رکھتا ہو گا اسے لامحالہ مسائلِ فکری و نظری کی صحیح تحقیقات کا فائدہ حاصل نہ ہو سکے گا۔

مولانا سید ابوالحسن ندوی حضرت مجدد الف ثانیؒ کے رسالہ العبودیہ کے حوالے سے سکر پر صحو کی برتری کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اہلِ صحو ایسے صاحبِ تمیز ہوتے ہیں کہ ان کو اشیاء اور امور اپنی اصل حالت اور صحیح صورت میں نظر آتے ہیں۔ بجائے اس کے کہ مخلوقات ان کے لئے معدوم اور غیر مشہود ہو جائیں، وہ اللہ کے حکم اور ارادے کے ساتھ قائم، اس کی مشیت کے تابع اور مستحضر نظر آتی ہیں بلکہ تسبیح و اطاعت میں مشغول۔ اس طرح یہ شاہدہ ان کی

بصیرت اور تذکیر کو بڑھاتا ہے اور ان کی معرفت، اخلاص، توحید و عبادت میں اضافہ کرتا ہے۔
 یہی وہ حقیقت ہے جس کی طرف قرآن نے دعوت دی اور یہی مومنین و متقیین اور عارفین و کاملین
 کا مقام ہے۔ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سب کے امام اور سرگروہ ہیں اور ان میں سے
 سب سے اکمل و اعلیٰ ہیں۔ اس لئے کہ جب آپ کو معراج ہوئی، آپ نے وہاں آیات الہی کا
 مشاہدہ کیا، ہمکلامی اور سرگوشیاں ہوئیں پھر اس عالم میں تشریف لائے تو آپ کی حالت میں کوئی
 تغیر نہیں ہوا اور نہ کسی نے اس کا اثر محسوس کیا حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایسے مواقع
 پر ایک بے خودی اور بے ہوشی طاری ہو جایا کرتی تھی لہ

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رقمطراز ہیں یاد رہے کہ صبر و رضا اور ایسے ہی مقامات بلند صرف
 ہوشیاروں اور بیداروں کے لئے مخصوص ہیں جن کو اہل صحو و تمکین کہتے ہیں۔ اسی لئے عقلمندوں
 کو دیوانوں پر فضیلت دی جاتی ہے۔ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے فرمایا ہے۔ **بِاللَّهِ**
عِبَادَةُ عَقْلًا وَ مَجَانِبِينَ وَالْعَقْلُ أَفْضَلُ لہ یعنی اللہ کے بندوں میں فرزانے اور دیوانے
 دونوں طرح کے ہوتے ہیں لیکن عقل مند بہتر اور افضل ہیں۔

حضرت جنیدؒ، حضرت ابوبکر واسطیؒ اور حکیم محمد بن علی ترمذیؒ وغیرہ مشایخ اس بات پر متفق
 ہیں کہ کرامت ہمیشہ حالت سکر کی بجائے حالت صحو و تمکین میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس سے بڑھ
 کر ایک اور چیز ہے اور وہ اسرار الہی کی حفاظت ہے جو اہل صحو سے مخصوص ہے جیسا کہ خواجہ
 نظام الدین اولیاءؒ نے فرمایا ہے کہ جو شخص کامل ہے وہ کسی طرح بھی بھید کو ظاہر نہیں کرتا۔
 اسرار الہی کے لئے خاص قسم کا حوصلہ اور کوشش درکار ہے سو اس کام کے لئے اہل صحو زیادہ
 مناسب ہیں لہ

بلاشبہ حضرت جنیدؒ کا عالم انسانیت اور روحانیت پر یہ بہت بڑا احسان ہے کہ
 انہوں نے صحو پر زور دے کر پابندی شریعت کی اہمیت بڑھائی، صوفیاء کا وقار بلند کیا، انہیں
 ہدف ملامت بننے سے بچایا اور خدمت خلاق کے لئے میدان ہموار کیا۔

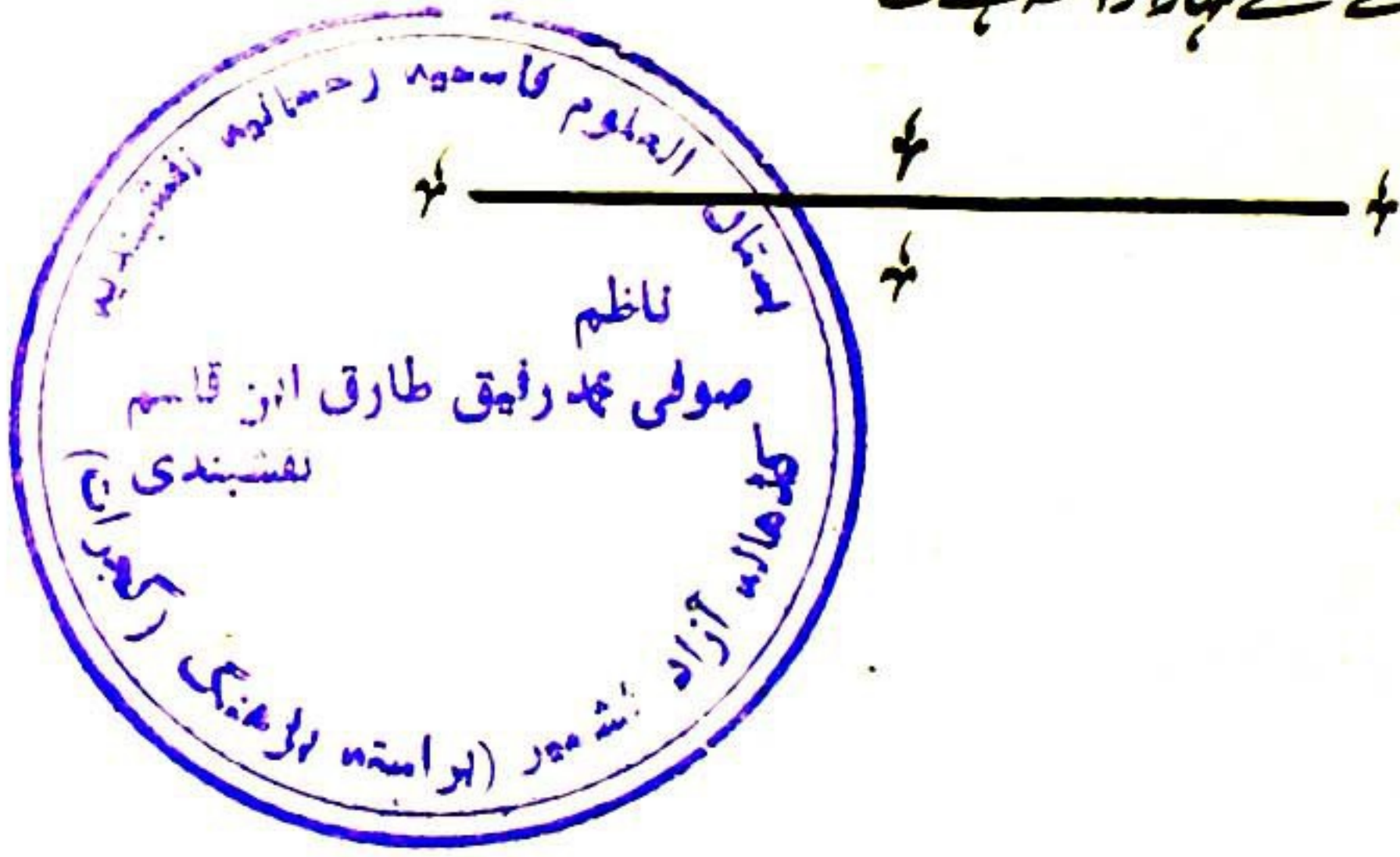
۱۲۔ اکلِ حلال

جنیدؒ اکلِ حلال پر بہت زیادہ زور دیتے ہیں اس غرض کے لئے ان کے ہاں کام کاج کرنے اور کسب کر کے روزی کمانے کو بہتر خیال کیا جاتا ہے۔ فتوح قبول کرنے کے لئے سخت شرائط مقرر ہیں۔ جب تک دینے والا پر خلوص نہ ہو اور لینے والے کی خودداری برقرار نہ رہتی ہو، فتوح قبول کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔ ہاتھ سے کما کر کھانا اور دوسروں پر بوجھ نہ بننا یقیناً ایک قابلِ تعریف بات ہے۔ بغدادی مکتبِ طریقت کی اس خوبی کا دوسرے مکاتبِ طریقت میں کوئی جواب نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض تن آسان صوفی اپنی کج فہمی کی وجہ سے بلا وجہ کسب کے معاملے میں صوفیائے بغداد پر اعتراض کیا کرتے تھے قوتِ القلوب میں تحریر ہے کہ حضرت ابو جعفر فرغانیؒ کہتے ہیں کہ ایک روز ہم حضرت جنیدؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر تھے۔ بات کچھ ایسے لوگوں کے بارے میں چل نکلی کہ جو مسجدوں میں جا بیٹھتے ہیں، صوفیہ کے مشابہ بنتے ہیں، حقوق ادا کرنے اور کام کاج کرنے سے گریز کرتے تھے۔ ان کا وتیرہ یہ تھا کہ ان لوگوں پر اعتراض کیا کرتے تھے جو بازار میں کام کاج کرنے ہیں۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ یہ اعتراض بے جا ہے۔ بازار میں تو ایسے بھی کتنے لوگ ہیں کہ اگر انہیں مسجد سے نکال باہر کریں اور ان کی جگہ پر خود بیٹھ جائیں کیونکہ وہ لوگ مسجد میں مسندِ رشد پر بیٹھنے کے زیادہ اہل ہیں بے شک میں ایسے آدمی کو بھی جانتا ہوں کہ جو بازار میں کاروبار کرتا ہے لیکن روزانہ تین سو رکعات نفل اور تیس ہزار نسبتیات پڑھتا ہے۔ حضرت فرغانیؒ کا بیان ہے کہ حضرت جنیدؒ کا یہ اشارہ ان کی اپنی ذات کے بارے میں تھا۔

۱۳۔ فرقہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ کے

زمانے میں خرقہ کی رسم جاری ہوئی اور اس کے بعد بیعت کا دستور جاری ہوا اور ارتباط ان امور کے روشن سلسلے کا متحقق یعنی صمم و ثابت شدہ ہے۔ ارتباط یعنی رابطے کی صورتیں جو مختلف ہیں ان سے کچھ ضرر نہیں لے خواجہ نظام الدین اولیاء کافرمان ہے کہ حضرت جنیدؒ نے حضرت شبلیؒ کو خرقہ پہنایا تھا تو فرمایا تھا جو کچھ ہمارے پیر نے ہمیں دیا تھا وہ ہم نے تمہیں ارزا کر دیا۔ باقی اب اللہ تعالیٰ سے تمہارا واسطہ ہے لے



لے آتباہ فی سلاسل اولیاء صلا لے سیر الاولیاء اردو ترجمہ صلا

باب ہفتم

اصحاب و تلامذہ

یک پراغیست دریں خانہ کہ از پر تو آں
ہر جگہ می نگر می اینجمنے ساخته اند

۵

جو شخص تجرید و تفرید اور فنا و بقا غرضیکہ روحانی مدارج کے معراج کمال کے بعد پھر خلق خدا کی طرف متوجہ ہو اور قطب ارشاد کی مسند کو زینت دے کر دعوت و ہدایت کا فریضہ سرانجام دے خداوند تعالیٰ اس کی زبان میں تاثیر عطا کرتا ہے اور مخلوق کو اس کا گرویدہ بنا دیتا ہے۔ ایسا مرشد مرشدِ کامل ہوتا ہے، اس تربیتِ مسِ خام کو کندن اور ناقصوں کو کامل بنا دینے میں کیمیا تاثیر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت جنیدؒ کے دامنِ تربیت سے ایسی باکمال بستیاں منقہ شہود پر آئیں کہ جو آسمانِ طریقت کی مہر و ماہ ثابت ہوئیں۔ ان کی صحبت و تربیت، وعظ و نصیحت اور دعوت و تلقین سے جو لوگ فیضیاب ہوئے ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور ان سب کی ذواتِ مقدسہ، خلقِ خدا کے لئے سراپا خیر و برکت تھیں۔ حضرت جنیدؒ کے مشہور اصحاب تلامذہ اور مریدین کا مختصر سا تعارف پیش خدمت ہے۔

۱۔ حضرت ابوالحسین نوریؒ (م۔ ۲۹۵۔ ۳۰۵)

ابوالحسین احمد بن محمد خراسانی نوریؒ حضرت جنیدؒ کے گہرے دوست اور مرید باصفا تھے طبیعت سکر کی طرف مائل تھی لیکن حضرت جنیدؒ کی تربیت کے زیر اثر رہ کر غلبہ سکر کے اثرات سے محفوظ ہو گئے۔

حضرت ابوبکر تغلیسیؒ کہتے ہیں کہ جب حضرت نوریؒ مسجد شونیزیہ میں تشریف لاتے تھے تو ان کے طلعتِ نورانی کی روشنی سے چراغوں کی لویں دھیمی اور دھندلی پڑ جاتی تھیں۔ اسی لئے وہ نوری کہلاتے ہیں لہ

۵۔ وہ آئے بزم میں اتنا تو ہم نے دیکھا میر پھر اس کے بعد چراغوں میں روشنی نہ رہی تصوف و طریقت میں آپ مرتبہ بلند رکھتے ہیں۔ مسائل تصوف پر ان کے بہت سے اشعار محفوظ ہیں۔ حضرت نوریؒ کا وصال حضرت جنیدؒ کی زندگی کے آخری زمانے میں ہوا۔ بہت آزد و خاطر ہوئے اور فرمایا ذہب لصف هذا العلم بموت النوری لہ یعنی نوری کے چلے جانے سے تصوف کا آدھا علم بھی رخصت ہو گیا۔ مشایخ بغداد کہا کرتے تھے کہ نوری صاحب الوفا جنید صفا الحرمۃ

رویم صاحب الادب اور شبلی مستغرق فی الوجد ہیں لہ

حضرت المرعشؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت نورؒ کو یہ فرماتے سنا ہے من لایتذیبہ
مع اللہ حالۃ تخرجه عن حد العلم الشرعی فلا تقرت منہ لہ
ترجمہ ۱۔ اگر تم کسی شخص کو دیکھو کہ جو روحانی معاملے میں کسی ایسی حالت کا دعویٰ کر رہا ہو جو
اسے حدود شریعت سے باہر نکال دیتی ہے تو تم ہرگز اس کے قریب نہ پھٹکو یعنی وہ خود گمراہ
ہے اور گمراہ کرنے والا ہے۔

۲۔ حضرت ابو بکر شبلیؒ (م۔ ۳۳۴ھ)

نام دلف بن محمد ریاجعفر بن یونس تھا۔ خراسانی الاصل ہیں لیکن مولد و منشا بغداد ہے۔
حضرت خیرالنساجؒ کی مجلس میں توبہ کی اور پھر حضرت جنیدؒ اور دیگر مشایخ وقت کی صحبت میں
رہے حتیٰ کہ وہ علم و حال میں یکتائے زمانہ بن گئے لہ
طریقت میں آنے سے پہلے علوم ظاہرہ کی تحصیل کر چکے تھے۔ کتابت حدیث کی تھی اور
موطا امام مالکؒ انہیں حفظ تھی۔ حضرت جنیدؒ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ تم شبلی کو اس نظر
سے نہ دیکھا کرو جس طرح دوسروں کو دیکھتے ہو کیونکہ وہ عین من عیون اللہ ہیں۔ ایک موقع پر یہ بھی
فرمایا تھا کہ ہر قوم کا تاج ہوا کرتا ہے اور ہم اہل تصوف کے تاج شبلی ہیں۔ قاضی ابن خلکانؒ لکھتے ہیں
کہ حضرت شبلیؒ شریعت مطہرہ کی حد سے زیادہ تعظیم کیا کرتے تھے۔ جب رمضان کا مہینہ آجاتا تو
طاعات الہی میں خوب سرگرم ہو جاتے اور فرمایا کرتے ہذا شہر عظیمہ ربی فا نا ولی بتعظیمہ لہ
یعنی اس مہینے کو میرے رب نے عزت بخشی ہے اس لئے میری سب سے زیادہ ذمہ داری
ہے کہ میں اس کی زیادہ تعظیم کروں۔

اپنے عہد شباب میں وہ خلیفہ وقت کے حاجب اور درباری رہے تھے۔ زندگی کے

۱۔ طبقات الصوفیہ ہروی ص ۱۵۶ ۲۔ رسالہ کشمیر ص ۳۴ ۳۔ طبقات الصوفیہ ص ۳۳۶

۴۔ وفيات الایمان ج ۱ ص ۲۲۵

آخری ایام میں عمدِ ماضی یاد آجاتا تو اکثر یہ شعر پڑھا کرتے۔ ۵

وَكَمْ مِنْ مَوْضِعٍ لَوْ مِتُّ فِيهِ لَكُنْتُ بِهِ نِكَالًا فِي الْعَثِيرَةِ

ترجمہ:۔ کتنے ایسے مقامات ہیں جہاں اگر میں مر گیا ہوتا تو اہل قبیلہ کے لئے عبرت کا نشان بنتا۔ تو بہ کے بعد عمر بھر عشقِ الہی میں سرشار رہے۔ اس رات جو ان کی زندگی کی آخری رات تھی،

ساری رات یہ شعر و دربان رہے ۵

كُلُّ بَيْتٍ أَنْتَ سَاكِنُهُ غَيْرِ مُحْتَاجٍ إِلَى السُّرُجِ

وَجَهَكَ الْمَمُولُ جُجْتَنَا يَوْمَ يَأْتِي النَّاسَ بِالْحَجِّجِ ۱۵

ترجمہ:۔ جس گھر میں تو رہتا ہے، اسے چراغوں کی حاجت نہیں ہے۔ جہاں تیرا ڈیرا ہے وہاں سویرا ہی سویرا ہے۔ جس روز لوگ اپنی اپنی حجت لائیں گے، ہمارے لئے تیرا پر جہاں چہرہ جس کے ہم آرزو مند ہیں، ہماری حجت ہوگا۔

حضرت جعفر بن نصیر حضرت شبلیؒ کے خادم تھے انہوں نے کیفیتِ وصال بیان کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت شبلیؒ بستر مرگ پر چند لمحوں کے بہمان تھے۔ زبان مبارک بند ہو گئی تھی اور پیشانی پر ٹھنڈا ٹھنڈا پسینہ آنے لگا تھا۔ اس موقع پر مجھے اشارے سے پاس بلا یا اور وضو کرنے کے لئے فرمایا چنانچہ میں نے وضو کر لیا لیکن ریش مبارک میں خلل کرنا بھول گیا۔ انہوں نے فوراً میرا ہاتھ پکڑا اور انگلی سے اپنی ریش میں خلل کرنے لگے۔

حضرت جعفر غلدھی جب یہ واقعہ بیان کرتے تھے تو بے اختیار اشکبار ہو جایا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے لوگو بتاؤ تو سہی یہ کیسا باکمال شخص تھا کہ جس نے زندگی کی آخری سانس تک طریقت کے آداب میں سے ایک ادب بھی فوت نہیں ہونے دیا ۱۵

حضرت شبلیؒ نے ستائیس سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ مزار پر انوار امام اعظمؒ کے مزار مبارک کے پاس قبرستانِ خیزرانہ بغداد میں مرجعِ خلافت ہے۔

۳- حضرت ابو محمد جریریؒ (م - ۳۱۱ - ۴)

ابو محمد احمد بن محمد الجریریؒ (بضم الجیم) حضرت جنیدؒ کے اصحاب کبار میں سے تھے اور مشایخ طریقت کے ائمہ میں سے ہیں۔ حضرت جنیدؒ کے وصال کے بعد اپنے احوال میں کمال اور صحت علم کی بدولت ان کی جگہ مسند نشین ہوئے۔ یہ مسند نشینی حسب وصیت جنیدؒ عمل میں آئی تھی۔ نورمی، شبلی اور رویم کو چھوڑ کر ان کی جانشینی میں غالباً یہ مصلحت تھی کہ وہ فقہ اور شریعت کے بہت بڑے عالم تھے اور ان کے بارے میں ان حضرات کے برعکس غلبہ سکر کی کوئی روایت نہیں ہے۔

حضرت جریریؒ کے اقوال میں سے ہے کہ ایمان کا دوام، دین کا قیام اور بدن کی اصلاح تین چیزوں پر منحصر ہے (۱) اکتفا (۲) اتقار (۳) رزق حلال۔ پس جو شخص ذات حق پر اکتفا کرتا ہے، اس کی عادات یقیناً عمدہ ہو جائیں گی اور جو شخص منکرات سے بچے گا اس کی سیرت پاکیزہ بن جائے گی۔ اسی طرح جو شخص اپنی غذا کی حفاظت کرے، تو اس کا نفس عبادت و ریاضت سے نہایت صحت مند فوائد حاصل کر لے گا۔ مختصر یہ کہ اکتفا کا ثمرہ صفائے معرفت، اتقار کا نتیجہ تزکیہ نفس اور حسن خلق ہے جبکہ غذا میں احتیاط کا پھل تندرستی اور طبیعت کے اعتدال کی شکل ہے۔

۲- حضرت رویمؒ (م - ۳۰۳ - ۴)

حضرت رویم بن احمد اہل بغداد کے جلیل القدر شیخ، حضرت جنیدؒ کے نامور شاگرد، قرآن کے قاری اور داؤد ظاہریؒ کے فقہی مسلک کے پیرو تھے۔ انہوں نے بغداد کا عمدہ تضا قبول کر لیا تھا لیکن دنیاوی کاموں کی مصروفیت اور بلازمت کی مشغولیت کے باوجود ان کا دل ذکر الہی سے معمور رہتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہم فارغ مشغول ہیں جبکہ رویمؒ مشغول فارغ ہیں۔

۱۔ لطبات الصوفیہ ہروی ص ۲۹۲-۲۹۳ ۲۔ لطبات الصوفیہ ص ۲۶۲ - ۲۶۳ ۳۔ تذکرۃ الاولیاء ص ۳۷۷، نفحات الانس ص ۷۵

حضرت رویم سے محبت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا محبت دراصل ہر حال میں اپنے محبوب سے موافقت کرنے کا نام ہے۔ پھر انہوں نے یہ شعر پڑھا۔ ۵
 وَقَلَّتْ لِي مَتِّ مَتِّ سَمَاعًا وَطَاعَةً وَقَلَّتْ لِدَاعِي الْمَوْتِ أَهْلًا وَسَرْحَبًا ۵
 یعنی اے محبوبہ تو اگر مجھے مرجانے کا حکم دے گی تو میں تعمیل ارشاد میں فوراً جان سے گزر جاؤں گا اور موت کے فرشتے کو خوش آمدید اور مرحبا کہوں گا۔

۵۔ حضرت ابوعلیٰ روزباریؒ (م-۳۲۲-۴)

کسریٰ ایران کے شاہی خاندان سے اور بغداد کے باشندے تھے لیکن بعد ازاں مصر میں مقیم ہو گئے تھے۔ عالم فقیہ، حافظ حدیث اور عارف باللہ تھے۔ پہلے کسی اعلیٰ سرکاری عہدے پر متمکن تھے۔ حضرت جنیدؒ کا وعظ سننے کا اتفاق ہوا تو انہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اپنے اساتذہ پر فخر کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ تصوف میں میرے استاد حضرت جنیدؒ افتخار میں ابن سرجؒ، ادب میں ثعلبؒ اور حدیث میں حضرت ابراہیم الحرابیؒ ہیں ۱۵ حضرت روزباریؒ بڑے ایثار پیشہ اور فیاض واقع ہوئے جب سائل کو کچھ دیتے تو اپنا ہاتھ ہمیشہ نیچے رکھتے ۱۶ ان کے سامنے ایک شخص نے کسی مدعی تصوف کے بارے میں کہا کہ وہ رنگ کاشوقین ہے اور کتبہ ہے کہ یہ میرے لئے حلال ہے کیونکہ میں پہنچا ہوا ہوں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا ہاں وہ پہنچا ہوا ضرور ہے لیکن جنیم میں لکھا ان کا قول ہے کہ جو شخص صبر نہیں کرتا وہ رضا سے نا آشنا ہے اور جو شکر نہیں کرتا اسے کمال حاصل ہو ہی نہیں سکتا ۱۷ ان کا مزار حضرت ذوالنون مصریؒ کے مزار کے جوار میں قرافہ میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

۶۔ حضرت ابن عطاء آدمیؒ (م-۳۰۹-۴)

ابوالعباس احمد بن محمد بن بہل بن عطاء آدمیؒ نے حضرت ابراہیم ہارستانیؒ اور حضرت جنیدؒ

۱۵ طبقات الصوفیہ ص ۱۸۲ ۱۶ اللع فی التصوف ص ۱۱۱، طبقات الصوفیہ ص ۳۶، صفحۃ الصفوۃ ج ۲ ص ۲۵۴ ۱۷ کتاب مذکور

۱۸ طبقات الصوفیہ ص ۲۵۶ ۱۹ کتاب مذکور ص ۳۵۴

وغیرہ سے فیضِ صحبت اٹھایا۔ حضرت جنیدؒ کے تمام مریدوں میں سے علم و فضل میں بڑے سمجھے جاتے ہیں۔ تفسیرِ قرأت اور لغت کے بہت بڑے عالم اور قرآنِ فہمی کا خاص ملکہ رکھتے تھے۔ عمر بھر کے تدبیرِ قرآن کا حاصل یہ بتایا کرتے تھے کہ سارے قرآن میں دو ہی چیزیں ہیں (۱) آدابِ عبودیت کی مراعات (۲) حق ربوبیت کی تعظیم۔

حضرت جنیدؒ اور حضرت ابنِ عطاءؒ کے درمیان غنی شاکر اور فقیر صابر کی فضیلت کے بارے میں اختلاف رائے ہوا لیکن شکرِ نبیؐ کی نوبت نہیں آئی۔

ان کا یہ قول بڑا مشہور ہے مَنْ الزم نفسه آداب الشريعة نوراً لله قلبه بنور المعرفة ولا مقام اشرف من مقام متابعة الحبيب صلى الله عليه واله وسلم في اوامره وافعاله و اخلاقه و اتادب بآداب قولاً و فعلاً و عزمًا و عقداً و نيّةً له

ترجمہ: جس شخص نے اپنے آپ پر آدابِ شریعت کو لازم قرار دے دیا اللہ تعالیٰ اس کے دل کو نورِ معرفت سے منور کر دے گا۔ یقیناً کوئی مقامِ حبیبِ پاکؐ کے احکامِ افعال اور اخلاق میں متابعت کے مقام اور اپنے قول، فعل، عزم، ارادے اور نیت کو آدابِ نبویؐ کے مطابق ڈھالنے سے بڑھ کر نہیں ہے۔

۷۔ حضرت جعفر خلدیؒ (م۔ ۳۲۸ھ)

ابو محمد جعفر بن محمد بن نصیر الخواصؒ بغداد میں پیدا ہوئے اور وہیں پر وہاں چڑھے حضرت جنیدؒ کی صحبت میں رہے اور ان کے شہرت یافتہ مریدوں میں سے تھے۔ ساٹھ کے قریب حج کئے۔ لوگ مسائلِ تصوف بالخصوص مشائخ کے ملفوظات، حکایات اور سیر کے بارے میں ان سے رجوع کیا کرتے تھے۔ خود فرمایا کرتے تھے کہ میرے پاس ایک سو تیس سے زیادہ صوفیوں کے دیوان ہیں۔ انہوں نے حکایات الاولیاء کے نام ایک کتاب لکھی تھی جو

اب ناپید ہے۔ چونکہ وہ نامور محدث اور روایت و درایت کے ماہر تھے اس لئے انہوں نے اس کتاب میں بڑی کد و کاوش کی تھی۔ حضرت خلدیٰ حضرت جنیدؒ کے اقوال و احوال پر سند کا درجہ رکھتے ہیں۔ ان کے نامور شاگرد شیخ ابو نصر سراج نے اپنی کتاب اللع میں حکایات الاولیاء میں درج حضرت جنیدؒ کے بعض واقعات اور اقوال کو محفوظ کر لیا ہے۔ حضرت خلدیٰ نے اپنے ایک ساتھی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ دعویٰ کرنے سے بچا کرو اور اوامر کی تعمیل کو اپنے اوپر لازم کر لو کیونکہ میں سیدنا جنیدؒ سے اکثر سنا کرتا تھا کہ جس شخص نے اپنے معاملے کو خلوص پر مبنی رکھا اللہ تعالیٰ اسے جھوٹے دعویٰ کرنے سے محفوظ رکھے گا۔ حضرت خلدیٰ نے پچانوے سال کی عمر میں خلدیہوں کی راہ لی اور شونیزیہ میں حضرت سمریٰ اور حضرت جنیدؒ کے پہلو میں آسودہ خاک ہوئے۔

۸۔ حضرت مرتعش نیشاپوریؒ (م۔ ۳۲۸۔ ۵)

ابو محمد عبد اللہ بن محمد المرتعش نیشاپوریؒ، حضرت ابو حفص نیشاپوریؒ اور حضرت ابو عثمان حیریؒ کے اصحاب میں سے تھے۔ بغداد حضرت جنیدؒ سے ملنے کے لئے آئے اور پھر یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ حضرت جنیدؒ سے فیضانِ صحبت پایا اور بڑی شان والے بزرگ ثابت ہوئے۔ قیام مسجد شونیزیہ میں رہتا تھا۔ عراق کے مشایخ کہا کرتے تھے کہ بغداد کے عجائبات تین ہیں۔ (۱) اشاراتِ شبلیؒ (۲) نکاتِ مرتعشؒ اور (۳) حکایاتِ جعفر خلدیؒ

حضرت مرتعش بڑے دولت مند آدمی تھے مگر سارا مال راہِ خدا میں دے کر بزرگوں کے قدموں میں آبیٹھے تھے۔ حضرت ابو عبد اللہ الرادیؒ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت مرتعش مسجد شونیزیہ میں وفات پانے لگے تو میں اس وقت وہاں موجود تھا، فرمانے لگے ذرا میرا قرض کا کھاتا دیکھو۔ لوگوں نے بتایا کہ حضرت دس دہم کا قرض ہے۔ فرمایا میرا خرچہ اس قرض کے بدلے میں رکھ دو۔ امید ہے اللہ تعالیٰ میرے کفن کا بندوبست کر دے گا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ میں نے خدا سے تین

دعائیں مانگی تھیں اور وہ پوری ہوئی ہیں۔ ایک دعا یہ تھی کہ خدا مجھے حالت فقر پر موت دے دوسری یہ کہ میری وفات اسی مسجد میں ہو جہاں میں نے کئی بزرگوں سے صحبت کا فیض پایا ہے اور تیسری یہ ہے کہ میرے اردگرد ایسے لوگ موجود ہوں جن سے مجھے انس و محبت ہے۔ اس کے بعد آنکھیں بند کر لیں اور گھڑی بھر کے بعد جاں بحق ہو گئے۔

ان سے ایک بار کہا گیا کہ فلاں شخص پانی پر چلتا ہے فرمانے لگے میرے نزدیک جس شخص کو اللہ تعالیٰ اپنے نفس کی مخالفت پر قدرت عطا کر دے وہ پانی پر چلنے اور ہوا میں اڑنے والے سے زیادہ عظیم المرتبہ ہے۔

۹۔ حضرت مٹھاؤ و نیورمی (۲-۲۹۹-۳)

عراق کے مشائخ کبار میں سے شمار کئے جاتے ہیں۔ ظاہری و باطنی علوم اور کرامات و تصرفات میں اپنی مثال آپ تھے۔ وہ حضرت جنید کے کامل و اکمل مریدوں میں سے ہیں اور سلسلہ سہروردی کے ممتاز شیخ ہیں۔ فرمایا کرتے تھے کہ میں جب کسی بزرگ کے پاس استفادے کی غرض سے گیا تو تمام نسبتوں، علوم اور معرفتوں سے خالی ہو کر گیا اور ان برکتوں کا منتظر رہا جو اس بزرگ کی صحبت کے طفیل مجھ پر نازل ہوں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جو شخص کسی بزرگ کے پاس کچھ لئے ہوئے گیا وہ اپنی اس معرفت کے زعم میں برکات سے محروم رہتا ہے۔ ان کا ایک قول یہ بھی ہے کہ مرید کا ادب چار چیزوں میں ہے (۱) بزرگوں کی حرمت کا لحاظ رکھنا (۲) پیر بھائیوں کی خدمت کرنا (۳) اسباب پر زیادہ بھروسہ نہ رکھنا (۴) اپنے آپ پر آداب شریعت کی حفاظت کرنا۔

۱۰۔ حضرت ابو عبد اللہ بن الجلاء (۲-۳۰۶-۳)

ابو عبد اللہ احمد بن یحییٰ بن الجلاء اصل میں اہل بغداد میں سے تھے لیکن اقامت رطہ

۱۔ تذکرۃ النبی ص ۲۱۶-۲۱۸، ۲۔ مرآة الجنان ج ۲ ص ۲۹۵، طبقات الصوفیہ ص ۳۵۲، صفتہ الصوفیہ ج ۲ ص ۲۶۱

اورد مشق میں اختیار کی۔ حضرت ابوتراب تحشیؓ اور حضرت ذوالنون مصریؓ کی صحبت میں رہے تھے اور حضرت جنیدؒ کے اصحاب اور احباب میں سے تھے ان کا قول ہے کہ ایک عارت بائد کی تمام جدوجہد رضائے الہی کے لئے ہوتی ہے اور وہ غیر اللہ یا شرک کی فکر ہرگز مائل نہیں ہوتا۔

۱۱۔ حضرت ابویقوب نہر جوڑیؒ (م۔ ۳۳۰۔ ۴۰۰)

ابویقوب اسحاق بن محمد نہر جوڑیؒ علماء مشائخ میں سے تھے۔ حضرت جنیدؒ، حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ اور ابویقوب سوہیؒ کی صحبتوں میں رہے۔ حرم کعبہ میں ساہا سال تک قیام پذیر رہے اور وہیں وصال ہوا۔ حضرت ابو عثمان مغربیؒ کہا کرتے تھے کہ میں نے حضرت نہر جوڑیؒ سے زیادہ کوئی نورانی شخصیت نہیں دیکھی۔

حضرت ابوالحسن المزینؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت نہر جوڑیؒ کی وفات کے موقع پر موجود تھا میں نے انہیں کلمہ طیبہ کی تلقین کی تو مسکرا کر فرمایا اس ذات کی قسم جو موت کا فائقہ نہیں چکھے گی، میرے اور اس کے درمیان حجاب عزت کے سوا اور کوئی پردہ نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ہی محبوب حقیقی سے جا ملے۔ کسی شخص نے ان سے پوچھا کہ خدا کی طرف لے جانے والی کون سی راہ ہے۔ فرمایا جاہلوں سے بچو، عالموں کی صحبت میں رہو، علم کو کام میں لاؤ اور ہمیشہ ذکر کیا کرو۔

ان کا ایک قول یہ ہے کہ دنیا ایک سمندر ہے، آخرت اس کا ساحل ہے۔ تقویٰ سواری اور لوگ مسافر ہیں۔

۱۲۔ حضرت ابوبکر کتانیؒ (م۔ ۳۲۲۔ ۴۰۰)

ابوبکر محمد بن علی بن جعفر اکتانیؒ اہل بغداد میں سے تھے۔ حضرت جنیدؒ اور حضرت ابوسعید الخدریؒ

۱۔ کشف الجوب ص ۲۷ طبعات الصوفیہ ص ۲۷۸ ۲۔ کتاب مذکور ص ۳۸ ، نغمات الانس ص ۷۹ - ۸۰

طبعات الصوفیہ ہر وی ص ۲۸۰

کی صحبت میں رہے پھر مکہ مکرمہ میں مقیم ہو گئے اور وہیں وفات پائی۔ حضرت مرثضہؓ کہا کرتے تھے
کہ کتانیؒ حرم کے چراغ ہیں لہ

طبقات کبریٰ میں ہے کہ حضرت کتانیؒ کہتے ہیں کہ خواب میں مجھے زیارتِ نبوی ہوئی تو میں
نے عرض کیا حضور میرے لئے دعا فرمائیں کہ میرا دل مردہ ہو۔ حضور پاکؐ نے فرمایا ہر روز چالیس
مرتبہ یا حتیٰ یاقیوم لا الہ الا انت پڑھا کر وہ دل زندہ رہے گا۔

حضرت کتانیؒ کا قول ہے کہ جب تم خدا سے توفیقِ عمل مانگو تو دعا کے ساتھ ہی عمل کا
آغاز بھی کر دیا کرو۔

۱۳۔ حضرت ابوالحسن مازنیؒ (م۔ ۳۲۸۔ ۴۰۰)

ابوالحسن علی بن محمد المازنیؒ بغدادیؒ حضرت سہیل ترمذیؒ اور حضرت جنیدؒ کے اصحاب میں سے
تھے۔ وفات مکہ میں ہوئی جہاں وہ عرصہ سے مقیم تھے۔ بڑے پرہیزگار اور احوال میں عمدہ تھے۔ حضرت
مازنیؒ اپنے شاگردی کے دور کو یاد کرتے رہتے تھے۔ جب اپنے اساتذہ یاد آجاتے تو آنکھوں
میں آنسو بھراتے۔ ایک روز متفکر بیٹھے تھے کہ اشکبار ہو گئے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا مجھے وہ
دن یاد آگئے کہ جو میں نے ارادت میں گزارے تھے۔ کس طرح طریقت کی منزلیں طے کی تھیں اور
کس طرح اپنے سردار ساتھیوں کی خدمت کی تھی۔ کیا خوب زمانہ تھا، احوال اچھے تھے ان میں
کوئی وقفہ نہیں پڑا تھا۔ پھر انہوں نے یہ شعر پڑھا

منازل کنت تمواھا وتالفھا ایام کنت علی الایام منصوراً علیہ

یعنی منزلیں تھیں جن سے تجھے الفت اور محبت تھی۔ ان دنوں تو تیری گردش روزگار کے مقابلے
میں مدد کی جاتی تھی۔

ان کا مشہور قول ہے کہ جو شخص اپنے اعمال پر نازاں ہے وہ صاحبِ استدراج ہے اور
جو اپنے بُرے احوال کو عمدہ خیال کرتا ہے وہ فریب خوردہ ہے اسی طرح جو اپنے آپ کو پہنچا ہوا

سمجھتا ہے وہ درحقیقت دایم غرور میں گرفتار ہے لہ

۱۴۔ حضرت ابو عمرو انماطیؓ

ابو عمرو علی بن محمد الانماطی اہل بغداد اور حضرت جنیدؒ و حضرت ثوریؒ کے اصحاب میں سے تھے۔ حضرت ابن عطاءؒ نے وقت وصال اپنی کتابیں ان کے سپرد کی تھیں اور انہی کے ذریعے لوگوں تک حضرت ابن عطاءؒ کی تفسیر پہنچی۔

۱۵۔ حضرت عمرو بن عثمان مکیؓ (م - ۲۹۷ - ۵)

وہ سادات اہل طریقت میں سے ہیں اور خالق و معارف میں ان کی تصانیف مشہور ہیں وہ اپنے آپ کو حضرت جنیدؒ کا مرید بتایا کرتے تھے حالانکہ انہوں نے کئی مشایخ کی صحبت اختیار کی تھی۔ دراصل اہل مین میں سے تھے لیکن قیام مکہ میں رہا۔ وہاں سے انہوں نے حضرت جنیدؒ کو خطوط لکھے اور احوال پر تبادلہ خیالات کیا۔ جدہ کے قاضی مقرر ہوئے تو حضرت جنیدؒ نے اس امر کو پسند نہیں کیا۔ وفات بغداد میں ہوئی۔ حضرت جنیدؒ نے جنازے میں شرکت فرمائی لیکن امامت سے گریز کیا۔ وہ حضرت جنیدؒ کے ہم عمر اور روحانیت میں قریب قریب ہم مرتبہ سمجھے جاتے ہیں۔ ان کا قول ہے کہ عبادت میں نگہداشت بے شک تمہارے احوال میں تمہارا ساتھ دے گی یہاں تک کہ تم خدا سے جا ملو گے۔ اسی طرح تقویٰ ہے لہ

۱۱۔ حضرت علی بن بندار صیرفیؓ (م - ۳۵۹ - ۵)

ابو الحسن علی بن بندار بن حسین الصیرفی بزرگان نیشاپور میں سے تھے۔ ان کو جس قدر بزرگوں کی زیارت کرنے اور صحبت میں رہنے کا موقع ملا ہے کسی اور نصیب نہیں ہوا۔ نیشاپور میں حضرت ابو عثمان حیرمیؓ اور محفوظ کرخیؓ بغداد میں حضرت جنیدؒ، حضرت رویمؒ، حضرت سمنونؒ

حضرت ابن عطاء اور حضرت جریریؒ شام میں حضرت مقدسیؒ، حضرت ابن الجلاءؒ اور مصر میں حضرت ابوبکر مصریؒ، حضرت زقاقؒ اور حضرت روزباریؒ کی صحبتیں ان کو بیسراٹیں لے
ان کا قول ہے کہ فقیر وہ نہیں ہوتا جو اپنے فقر کا اظہار کرے بلکہ درحقیقت فقیر وہ ہوتا ہے
جو اپنے فقر کو چھپاتا ہے اور خوش رہتا ہے۔

۱۷۔ حضرت فارس بن عیسیٰ صوفیؒ (م۔ ۳۲۵۔ ۴۰۰)

حضرت ابوالطیب فارس بن عیسیٰ الدینوریؒ حضرت جنیدؒ اور حضرت ابن عطاءؒ کی صحبت
میں رہے ہیں پھر خراسان چلے گئے۔ سمرقند میں وفات پائی۔ علم حقیقت کے محقق اور صاحب
تجرید و تفرید تھے۔

۱۸۔ حضرت ابوالحسن سیروانیؒ

ابوالحسن علی بن جعفر بن داؤد السیروانیؒ الکبیرؒ دیلم میں قیام تھا حضرت جنیدؒ، حضرت شبلیؒ
حضرت ابوالخیر اقطعؒ اور حضرت کتانیؒ وغیرہ بزرگوں سے فیض پایا پھر مکہ میں اقامت پذیر ہو گئے

۱۹۔ حضرت ابن زیریؒ

ابوالحسن بن زیریؒ اصحاب جنید میں سے تھے اور فضلاء مشابیح میں ان کا شمار
ہوتا ہے لے حضرت ابو جعفر نیشاپوریؒ جب بغداد آئے تو حضرت جنیدؒ نے حضرت ابن زیریؒ کو
ان کی خدمت پر مامور کیا۔

۲۰۔ حضرت ابوبکر بن ابی سعدانؒ

ابوبکر احمد بن محمد بن ابی سعدان بغدادیؒ حضرت جنیدؒ اور حضرت نوریؒ کے اصحاب میں

سے تھے۔ وہ اپنے وقت میں تمام مشائخ سے زیادہ تصوف و طریقت کے امام تھے۔ فقہ اور شریعت کے ماہر تھے۔ حضرت ابو الحسن بن صدیق اور حضرت فرغانی کہا کرتے تھے کہ اس زمانے میں مشائخ طریقت میں سے کوئی باقی نہیں رہا سوائے دو شخصوں کے ایک حضرت روزباری ہیں مصر میں اور دوسرے حضرت ابو بکر بن ابی سعدان ہیں عراق میں۔ مزید برآں حضرت ابو بکر حضرت روزباری سے بھی زیادہ صاحب فہم و ذکا ہیں۔ ان کا قول ہے اللہ سے وابستگی دراصل اس کی توفیق سے اپنے آپ کو غفلت، گناہوں، بدعت اور گمراہیوں سے بچانے اور روک دینے کا نام ہے لہ

۲۱۔ حضرت ابوسعید بن اعرابیؒ (م۔ ۳۴۱)

ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد الاعرابی بصری الاصل ہیں بعد ازاں مکہ میں مقیم ہو گئے اور شیخ الحرم بنے۔ وفات بھی چورانوے سال کی عمر میں اس مقدس شہر میں پائی۔ انہیں حضرت جنیدؒ، حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ، حضرت نورمیؒ، حضرت مسوحیؒ اور حضرت ابو جعفر حنفیؒ کی خدمت اور صحبت میں رہنے کی سعادت حاصل تھی۔ جید عالم، محدث اور فقیہ تھے۔

علم حدیث حضرت ابو داؤد (م۔ ۲۵۴۔ ۳۰۸) سے حاصل کیا تھا۔ افریقی ممالک اور ہسپانیہ کے علماء اور مشائخ ان کے پاس کسب فیض کے لئے آیا کرتے تھے چنانچہ صحاح ستہ میں سنن ابی داؤد حضرت ابن اعرابیؒ کے توسط سے سپین پہنچی اور وہاں پر حدیث کی نشر و اشاعت ہوئی۔ متقدمین صوفیاء کے بارے میں انہوں نے طبقات النساک لکھی تھی جو ناپید ہو چکی ہے البتہ اس کے اقتباسات اس فن کی قدیم کتابوں میں مل جاتے ہیں۔ حسن اتفاق سے ان کے شاگرد شیخ ابوطالب مکیؒ (م۔ ۳۸۶۔ ۴۰۰) کی کتاب قوت القلوب محفوظ ہے اس میں حضرت جنیدؒ اور دیگر مشائخ کے بارے میں حضرت ابن اعرابیؒ کی کچھ روایات موجود ہیں۔ رسائل جنیدؒ کا واحد نقلی نسخہ جو استنبول کے کتب خانہ کی زینت ہے اس کے لئے بھی ہم حضرت ابن اعرابیؒ

کے ایک شاگرد اسماعیل ابن سودا کین کے مرہونِ منت ہیں۔

۲۲۔ حضرت ابو جعفر سعید بن ترکانؒ

۲۳۔ حضرت ابوالحسن علی بن ترکانؒ

دونوں بھائی بغدادی مشائخ میں سے تھے لیکن رملہ میں سکونت اختیار کر چکے تھے۔ دونوں نے حضرت جنیدؒ سے فیض حاصل کیا تھا اور ان کی وفات کے بعد حضرت یعقوب بن الولیدؒ کی خدمت میں چلے گئے تھے۔

۲۴۔ حضرت ابوبکر واسطیؒ (م۔ ۳۲۱-۵)

ابوبکر محمد بن موسیٰ الواسطیؒ جو ابن الفرغانی کے نام سے مشہور ہیں حضرت جنیدؒ کے قدیم مصاحبوں میں سے تھے۔ اہل فرغانہ سے تھے لیکن قیام مرو میں رہا۔ شیخ الاسلام عبداللہ انصاریؒ کہا کرتے تھے کہ حضرت واسطیؒ کے ایک استاد ہیں اور ایک ہی شاگرد۔ استاد حضرت جنیدؒ ہیں اور ان کے شاگرد حضرت ابوالعباس سیارمیؒ۔ حضرت واسطیؒ علوم ظاہرہ کے بہت بڑے عالم تھے اور تصوف کے بارے میں جس طرح انہوں نے کلام کیا ہے کسی نے نہیں کیا۔ ان کا قول ہے کہ ہم کو ایسے زمانے سے پالا پڑا ہے جس میں نہ اسلام کے آداب ہیں، نہ جاہلیت کے دور کے اخلاق ہیں اور نہ اہل مروّت کا ساحلم کہیں باقی رہا ہے۔

۲۵۔ حضرت ابراہیم بن مولدؒ (م۔ ۳۲۲-۵)

ابو اسحاق ابراہیم بن احمد المولد الرقیؒ شیخ الصوفیہ تھے۔ انہوں نے حضرت جنیدؒ سے علم تصوف حاصل کیا تھا۔ مزار مبارک شیراز میں ہے۔

ان کا قول یہ ہے کہ طاعت کی شیرینی اور عبادت اخلاص کے ساتھ ہے اور یہ عبادت
تکبر کی وحشت سے باقی رہتی ہے لہ

۲۶۔ حضرت بنان بن محمد جمالؒ (م-۳۱۶-م)

ابوالحسن بنان بن محمد بن حمدان اصل میں اہل واسط سے تھے لیکن مصر میں مقیم ہو گئے اور
وہیں وفات پائی۔ وہ جلیل القدر مشایخ طریقت میں سے ہیں، حق بات کہنے اور امر بالمعروف اور
نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے میں شہرت رکھتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ اور دیگر مشایخ وقت کی
صحبت اختیار کی۔ حضرت نوریؒ کے شاگرد تھے لہ

۲۷۔ حضرت محمد بن علیان نسویؒ

وہ مشایخ نساء (خراسان) کے اکابر میں سے تھے۔ حضرت سید علی ہجویریؒ نے انہیں حضرت
جنیدؒ کے بزرگ ساتھیوں میں شمار کیا ہے۔
ان سے پوچھا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے اپنے کسی بندے سے راضی ہونے کی کیا علامت ہے؟
جواب دیا کہ اس کی علامت یہ ہے کہ آدمی طاعات میں خوشی، جوش اور جذبہ ظاہر کرے اور گناہوں
پر اسے گرانی ہو۔

۲۸۔ حضرت ابو بکر وقافؒ (م-۲۹۰-م)

مصر کے اکابر اور حضرت جنیدؒ کے ہم عصر مشایخ میں سے تھے۔ مفتی غلام سرور لاہوریؒ
نے انہیں حضرت جنیدؒ کی صحبت سے شرف بتایا ہے۔

۲۹۔ حضرت ابو محمد شہرانیؒ (م-۳۵۲-م)

ابو محمد عبداللہ بن محمد الرازی الشہرانیؒ صوبہ رے کے رہنے والے تھے۔ پرورش نیشاپور

لہ طبقات الصوفیہ ص ۱۱۷ لہ کتاب مذکور ص ۲۹۱، طبقات الصوفیہ ج ۱ ص ۳۳۱

میں پائی۔ حضرت ابو عثمان حیرمیؒ، حضرت محمد بن فضلؒ، حضرت رویمؒ اور حضرت سمنونؒ وغیرہ مشایخ کی صحبت میں رہے۔ آپ نیشاپور کے مشایخ اجلہ میں سے تھے۔ ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ لوگ اپنے عیبوں اور بری عادتوں کو جانتے بھی ہیں لیکن انہیں چھوڑتے نہیں ہیں فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ اپنے علم پر نازاں رہتے ہیں اور عمل کی طرف توجہ نہیں دیتے۔ ظاہر باتوں کی تحقیق و تجسس میں لگ جاتے ہیں اور باطن کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ اسی کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اندھا کر دیا ہے اور ان کے اعضا و جوارح کو توفیق عبادت نہیں دی ہے۔

۳۰۔ حضرت ابو عمر زجاجیؒ (م۔ ۳۸۴۔ م۔)

ابو عمرو محمد بن ابراہیم الزجاجی النیشاپوریؒ نے حضرت جنیدؒ، حضرت ابو عثمان حیرمیؒ، حضرت نورمیؒ، حضرت خواصؒ اور حضرت رویمؒ کی صحبتیں اٹھائیں۔ جوار مکہ میں قیام کیا اور وہاں کے شیخ اور منظور نظر بن گئے۔ چالیس سال تک مکہ میں رہے مگر تعظیم حرم کا یہ عالم رہا کہ حد و حرم میں ہمیشہ بول و بزار سے اجتناب کیا ہے۔ حضرت زجاجیؒ سے گم شدہ چیز کی بازیابی کے لئے یہ دعا منقول ہے اور بزرگوں کے ہاں مجرب ہے۔ دُعا یہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ يَا جَامِعَ النَّاسِ لِيَوْمِ لَارِيْبٍ اَجْمَعِ بَيْنِي وَبَيْنَ خَالِقِيْ پڑھنے کا طریقہ یہ ہے پہلے تین بار سورہ والضحیٰ پڑھی جائے پھر یہ دعائیں بار پڑھ لی جائے۔ انشاء اللہ تعالیٰ گم شدہ چیز مل جائے گی۔

۳۱۔ حضرت ابراہیم بن فاتکؒ

ابو الفاتک ابراہیم بن فاتک بن سعید بغدادیؒ، حضرت جنیدؒ کی صحبت میں رہے ہیں اور وہ ان کی عزت و تکریم کیا کرتے تھے۔ ان کے والد شام کے شیخ تھے۔

۱۔ طبقات الصوفیہ ص ۴۵۲ ۲۔ کتاب مذکورہ ص ۴۳۱ ۳۔ نعمات الانس و ۱۰

۳۲۔ حضرت ابو عمرو بن علوانؓ

حضرت جنیدؒ کے شاگرد تھے۔ صفة الصفوة، قوت القلوب اور طبقات الشافعیہ وغیرہ کتب میں ان کا مشہور واقعہ بیان ہوا ہے کہ ان کی نگاہ ایک عورت پر پڑ گئی تھی جبکہ وہ سوق رحبہ (بصرہ) میں ایک جنازے کی مشایعت کر رہے تھے۔ چہرہ سیاہ ہو گیا۔ ادھر حضرت جنیدؒ کو وجدانی اور روحانی طور پر اس بات کا علم ہو گیا چنانچہ بغداد میں بیٹھے دعا کی اور ان کا چہرہ صاف ہو گیا۔

۳۳۔ حضرت ابو الحسن بن ہند فارسیؓ

فارس کے علماء اور مشائخ میں سے تھے۔ مشائخ فارس سے فیضیاب ہونے کے بعد حضرت جنیدؒ کی خدمت میں آئے اور تربیت روحانی حاصل کی وہ احوال عالیہ اور مقاماتِ زکیہ کے مالک تھے۔ ان کا قول ہے کہ کتاب اللہ سے متمسک شخص اپنے تمام اوقات میں حق تعالیٰ کے ملاحظے اور شاہدے میں رہتا ہے اور اس پر دین و دنیا کے معاملات میں سے کوئی چیز مخفی نہیں ہوتی۔

۳۴۔ حضرت کہس بن حسین ہمدانیؓ

مشائخ ہمدان کے علاوہ حضرت جنیدؒ سے کسب فیض کیا۔ نعمات الانس میں یہ نام کہس (نون کے ساتھ) بن حسین اور کنیت ابو محمد تحریر ہے جبکہ صاحب التعرف نے یہ نام کہس بن علی بتایا ہے۔

۳۵۔ حضرت زیاد البکیر ہمدانیؓ

اہل ہمدان میں سے تھے حضرت جنیدؒ سے فیضانِ صحبت پایا۔ تقیاً و مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ حضرت کہس بن ہمدانیؓ نے فرمایا ہے کہ میں ایک بار مسجد آدینہ میں گیا تو حضرت زیادؓ

کو محراب مسجد میں مصروف دعا دیکھا وہ طلبِ باراں کر رہے تھے۔ دعا ہنوز ختم نہ ہوئی تھی کہ چمچم
بینبرسنے لگا۔ میں بڑی مشکل سے گھر پہنچ سکا۔

۳۶۔ حضرت ثابت الخیار رازیؒ

مشایخ متقدمین میں سے ہیں۔ حضرت جنیدؒ اور حضرت رویمؒ کی صحبت میں رہنے کا
شرف رکھتے ہیں اور ان بزرگوں سے انہوں نے طریقت حاصل کی تھی۔

۳۷۔ حضرت ابو بکر عطوفیؒ (م۔ ۳۴۵ھ)

حضرت ابو بکر محمد بن علی بن الحسین بن وہب العطوفیؒ حضرت جنیدؒ کے شاگرد ہیں اور
انہوں نے ۳۴۵ھ میں رملہ میں وفات پائی۔

۳۸۔ حضرت ابو بکر کسائی و نیوریؒ

حضرت جنیدؒ کے قدیم اصحاب اور اقران میں سے ہیں۔ ان کی ریاضات اور اسفار مشہور
ہیں۔ حضرت جنیدؒ کہا کرتے تھے کہ اگر ابو بکر کسائی نہ ہوتے تو میں بھی عراق میں نہ ہوتا۔ حضرت جنیدؒ
کی ان سے خط و کتابت رہتی تھی۔ انہوں نے کم و بیش ہزار مسئلے پوچھے تھے اور حضرت
جنیدؒ نے ان سب کے جواب لکھ بھیجے تھے۔ وفات حضرت جنیدؒ کی زندگی کے آخری سالوں
میں ہوئی۔

۳۹۔ حضرت غیبان سمرقندیؒ

مشایخ کبار میں سے تھے۔ حضرت جنیدؒ کی صحبت میں رہ کر طریقت حاصل کی تھی۔
حقائق و معارف میں خوب گفتگو کیا کرتے تھے۔

۱۔ نفحات الانس ص ۶۲ ایضاً ص ۶۸ ۲۔ ایضاً ص ۱۲۹ ۳۔ طبقات الصوفیہ ہروی ص ۲۶۸، نفحات الانس ص ۸۷

۴۔ نفحات الانس ص ۹۷

۲۰. حضرت ابو جعفر حنفیؒ

اصحابِ جنیدؒ میں سے ہیں اگرچہ ہم عمر تھے اور لوگ انہیں حضرت جنیدؒ کے ہمسروں میں سے شمار کرتے تھے لیکن وہ خود اپنے آپ کو ان کے اصحاب و تلامذہ میں سے سمجھتے ہیں لہ

۲۱. حضرت ابوالحسن مالکیؒ

ابوالحسن احمد بن سعید المالکی البغدادی فصیح اللسان تھے۔ حضرت جنیدؒ اور حضرت نوریؒ اور اس طبقہ کے دوسرے مشایخ سے شرفِ صحبت رکھتے تھے۔ قیامِ طرطوس میں رہا اور وہیں سے راہی ملک بقا ہوئے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت جنیدؒ سے پوچھا کہ دل کب خوش ہوتا ہے فرمایا اس وقت کہ جب وہ (یا و خدا) دل میں ہو لے

۲۲. حضرت ابوالخیر اقطع التیناتیؒ (م۔ ۳۴۹-۵)

ابوالخیر عباد بن عبد اللہ اقطع التیناتیؒ حضرت جنیدؒ اور حضرت ابن الجلاءؒ کی مصاحبت سے شرف تھے۔ ان سے بہت سی آیات و کرامات ظاہر ہوئیں۔ وفات ۳۴۹ھ میں ہوئی لہ علامہ یاقوت الحموی نے معجم البلد ان میں سال وفات ۳۴۹ دیا ہے۔ ان کا قول ہے کہ کوئی شخص عمدہ حالت کو نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ادب کو ہر حال میں ملحوظ نہ رکھے، فرائض کی ادائیگی نہ کرے، صالحین کی صحبت اختیار نہ کرے اور فقراء، صادقین کی عزت کا خیال نہ رکھے لہ

۲۳. حضرت ابوطالب خوزج بن علیؒ

حضرت ابو عبد اللہ بن نجیفؒ نے فرمایا ہے کہ حضرت ابوطالب خوزجؒ اصحابِ جنیدؒ میں سے تھے یہی رائے ابن الجوزی صاحب صفتہ الصوفیہ کی ہے۔

لہ طبقات الصوفیہ ہروی ص ۳۴۵، نفحات الانس ص ۱۱۵ لہ ایضاً ص ۱۲۱ لہ ایضاً ص ۱۲۲ لہ طبقات الصوفیہ ص ۳۴۱۔
لہ نفحات الانس ص ۱۲۱

۴۴۔ حضرت ابوالقاسم قصریؒ

آپ حضرت جنیدؒ کے اصحاب کبار میں سے تھے۔

۴۵۔ حضرت ابواسحاق ابراہیم بن ثابتؒ (م۔ ۳۶۹ھ۔ ۴۰۰ھ)

قدما مشایخ بغداد میں سے ہیں۔ حضرت جنیدؒ سے صحبت میتر رہی۔ شیخ ابو عبد الرحمن السلمیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ ابراہیم سے عرض کیا کہ حضرت مجھے کچھ نصیحت فرمائیے۔ ارشاد فرمایا کوئی ایسا کام کبھی نہ کیجئے جس پر بعد میں پشیمان ہونا پڑے۔

باب ہشتم

تصنیفات و ملفوظات

کتب

یوں تو حضرت جنیدؒ کی ذات بابرکات سے کئی کتابیں مثلاً حکایات الاولیاء، معالی الہم، السیر فی انفاس الصوفیہ، کتاب القصد الی اللہ، رسالہ فی السکر اور رسالہ فی الاناۃ وغیرہ منسوب کی جاتی ہیں لیکن محققین کی تحقیق جدید کے مطابق یہ انتساب محل نظر ہے البتہ حسب ذیل کتب واقعی حضرت جنیدؒ کی تصنیفات اور افکار عالیہ کا مجموعہ ہیں۔

۱۔ امثال القرآن

قرآن پاک کی مثیلوں اور تشبیہوں کے بارے میں یہ تفسیری نوعیت کی ایک کتاب تھی جو اس وقت ناپید ہے۔ علامہ ابن النیم نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ ملاحظہ ہو شیخ ابو عبد الرحمن المسلمی کی حقائق التفسیر میں یقیناً اس کے اقتباسات ممکن ہیں۔

۲۔ تصحیح الإرادة

حضرت سید علی ہجویریؒ نے اس کتاب کا حوالہ دیا ہے ۲۷ لیکن ابھی تک اس کا کوئی مطبوعہ یا غیر مطبوعہ نسخہ کہیں سے دریافت نہیں ہوا۔

۳۔ کتاب المناجات

اس کتاب میں حضرت جنیدؒ نے دعائیں اور مناجاتیں بیان کی تھیں جو تضرع وابتہال اور عبودیت کے اظہارِ کمال کی نشاندہی کرتی تھیں۔ پروفیسر آربری نے تصریح کی ہے کہ شیخ ابو نصر سراج کی کتاب اللمع فی التصوف کے ماخذوں میں یہ کتاب بھی بلاشبہ شامل تھی ہمارا

بد قسمتی سے یہ کتاب النہجات بھی اب مفقود ہے البتہ اللع سے مناجاتِ جنیۃ کا ایک نمونہ
پیش خدمت ہے۔

اللَّهُمَّ إِنِّي اسألك يا خير السامعين وبعجودك ومجدك يا أكرم الأكرمين وبكرمك
وفضلك يا أسمع السامعين وبإحسانك ورافقتك يا خير المعطين أسألك سؤالك
خاضع خاشع متذلل متواضع ضارع اشتدت إليك فائقته وانزل بك على قدر
الضرورة حاجته وعظمت فيما عندك رغبته وعلمه أن لا يكون شيء إلا بمشيئتك
ولا يشفع شافع إليك إلا من بعد إذ ذك فكم من تبيح قد سارتته وكم من بلاء
قد صوفته وكم من عنزة قد اقلتها وكم من زلة قد سهلت بها وكم من مكروه
قد رفعتة وكم من شقاء قد لشرته أسألك يا سامع اصوات المستغيثين وعالم خفي
اضمار الصامتين ومطلع في الخلوأ على افعال المتحركين وتاظر إلى حادق وجل من
آثار الساعين أسألك أن لا تعجب بسوء فعلى عنك صوتى ولا تفضمنى بخفى ما اطلعت
عليه من سترى ولا تعاجلنى العقوبة على ما علمتة من خلواتى وكن لى فى كل الحوال
رافقا وعلنى فى كل الحوال عاطفا

ترجمہ:- اے اللہ! اے بہترین سننے والے میں تیرے جو دو کرم اور تیری مجد و کرامت کے
دیسے سے تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اے سب کرموں سے بڑھ کر کرم میں تیرے فضل و کرم کے
ذریعے تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ اے سب سے زیادہ درگزر کرنے والے میں تیرے رحم و احسان کے
طفیل سوال کرتا ہوں، اے بہترین عطا کرنے والے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس طرح کا
سوال کہ جو خشوع و خضوع، تذلل و تضرع اور عجز و نیاز کرنے والے شخص کا سوال ہوتا ہے جس کا
فقر و فاقہ تیری طرف شدید ہو گیا ہو۔ اس کی حاجت ضرور تیرے ہاں مہمان بن کر آئی ہو،
اس کی رغبت جو کچھ تیرے پاس ہے اس کے بارے میں زیادہ ہو گئی ہو، اس نے یہ جان لیا ہو کہ
تیری مشینت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی سفارش کرنے والا تیرے ہاں تیری اجازت

کے بغیر سفارش کر سکتا ہے۔ کتنی برائیاں ہیں جن پر تو نے پردہ ڈال دیا ہے، کتنی بلائیں ہیں کہ جو تو نے پیر دی ہیں، کتنی خطائیں ہیں جو تو نے معاف کر دی ہیں، کتنی لغزشیں ہیں کہ جن سے تو نے بچا لیا، کتنی ناگوار چیزیں تھیں کہ جو تو نے دور کر دی ہیں اور کتنی تعریفیں ہیں جو تو نے پھیلا دی ہیں۔ اے فریادیوں کی صدائیں سننے والے، اے خاموش لوگوں کی چھپی ہوئی باتوں کو جاننے والے، اے لوگوں کی خلوتیں کی حرکتوں پر اطلاع رکھنے والے، اے کوشش کرنے والے لوگوں کے عمل کو خواہ وہ بہت چھوٹا ہو یا بڑا، پر نظر رکھنے والے میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میری آواز کو میری بد اعمالی کی وجہ سے اپنے تک پہنچنے سے روک نہ دینا، تو میرے اس راز کی وجہ سے جو تیرے علم میں ہو، مجھے پوشیدہ طور پر بھی رسوا نہ کر دینا۔ میری خلوتوں کی کارستانیوں کی وجہ سے جو تیرے علم میں آئیں تو مجھے سزا دینے میں عجلت سے کام نہ لے (بلکہ توبہ کا موقعہ عطا فرما) تو میرے ساتھ بہ حال میں میرا ساتھی ہو اور میرے تمام احوال میں مجھ پر لطف و کرم کرنے والا بن جا۔

۴۔ شرح شطیبات ابی یزید بسطامیؒ

اس کتاب کا اکثر و بیشتر حصہ شیخ ابو نصر سراجؒ نے اللع فی التصوف کے صفحات ۳۸۰ تا ۳۹۵ پر نقل کیا ہے۔

۵۔ منتخب الاسرار فی صفات الصدیقین والابرار

شیخ ابن العربیؒ نے اپنی کتاب موتی میں اس کا ذکر کیا ہے۔ اب یہ کتاب ناپید ہے۔

۶۔ العمدہ

مشائخ چشت کے ملفوظات میں حضرت بنیہ کی ایک کتاب العمدہ کا تذکرہ ملتا ہے۔ مثلاً انیس الارواح ص ۵، دلیل العارین ص ۱ اور راحت القلوب ص ۱۱ میں اس کتاب کے حوالے سے واقعات بیان کئے گئے ہیں۔

۷۔ قصیدہ فی التصوف

اس قصیدے کا قلمی نسخہ برلین (جرمنی) کے کتاب خانے (لائبریری) میں ۱۹۲۳ء پر محفوظ ہے۔

۸۔ دواء الارواح

اس کتاب میں حضرت جنیدؒ نے اپنے استاد حضرت عمارت محاسبیؒ کے افکار کو اپنی زبان اور اپنے اسلوب میں پیش کیا ہے۔ اسے حلیۃ الاولیاء میں نقل کیا گیا ہے۔ مکتبہ خدیویہ (قاہرہ) کی فہرست جلد ۱ شمارہ ۲۹۸ء پر اس کی موجودگی اور کیفیت کا تذکرہ ہے۔ پروفیسر آر بری نے جرنل آف رائل ایشیاٹک سوسائٹی ۱۹۳۶ء کے صفحات ۲۱۹-۲۳۱ پر ایک تحقیقی مقالہ اس کتاب پر تحریر کیا ہے۔ مخطوطہ رسائل جو استنبول کے شہید علی پاشا کے ہاں سے دریافت ہوا ہے اس میں بھی یہ کتاب شامل ہے۔ کتاب دواء الارواح کا آغاز ان الفاظ میں ہوتا ہے۔

الحمد لله الذي ابان بواضع البرهان لاهل المعرفة والبيان ما خصصهم
به في قديم القدم قبل ان يكون القبل حين لا حين ولا حيث ولا كيف ولا اين ولا
لا اين ولا لا حين ولا لا حيث ولا لا كيف ولا لا اين ان جعلهم اهلاً لتوحيد الله
افراد تجریده؛ ولذا بين عن ادراك تعدیده؛ مصطفىين لنفسه مصنوعين
على عتبه التي عليهم محتبه منه له

ب۔ رسائل

۹۔ رسالہ فی تکذیب الرویت

شیخ کلاباذیؒ نے بیان کیا ہے کہ بعض صوفیاء نے دنیا میں آنکھوں سے رویت

۱۵ شرح الطحاہین ص ۱۵۱

باری تعالیٰ نے دعوتی کیا تھا۔ ان کی تلمذیہ میں حضرت ابوسعید الخدریؓ اور حضرت جنیدؒ نے کتابیں اور رسالے تحریر کئے۔

۱۰۔ رسالہ دواء التفریط

اس رسالے کا اکثر حصہ حلیۃ الاولیاء میں نقل کیا گیا ہے اور بقول مستشرق لونی ماسینوں شیخ ابو عبد الرحمن السلمیؒ نے بھی اپنی تفسیر میں اسے کسی قدر پیش کیا ہے۔

۱۱۔ رسالہ فی مسائل الشامیین

امام قشیریؒ نے اپنے مشہور رسالے میں اس کا حوالہ دیا ہے۔ کچھ شامی مشائخ نے حضرت جنیدؒ سے بعض مسائل دریافت کئے تھے۔ ان کے جواب میں آپ نے یہ رسالہ تحریر کر کے انہیں بھیج دیا تھا۔

ج۔ رسائل و ملفوظات در مخطوطہ شہید علی پاشا استنبول

مندرجہ ذیل کتب اور رسائل جن کی حضرت جنیدؒ سے نسبت صحیح ہے مخطوطہ شہید علی پاشا استنبول ۱۳۷۲ھ پر محفوظ ہیں۔ ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر صد شعبہ دینیات ازہر یونیورسٹی قاہرہ (متحدہ عرب جمہوریہ) نے اس کا انگریزی ترجمہ گب میموریل سیریز میں شائع کیا ہے۔ ڈاکٹر علی حسن کی اس کتاب کا اردو ترجمہ جناب محمد کاظم نے کیا ہے اور جنید بغداد کے نام سے یہ کتاب منقحہ شہود پرائی ہے۔ فاضل مترجم نے جہاں کہیں مخطوطہ مذکورہ کا تذکرہ کیا ہے تعجب ہے کہ شہید علی کی بجائے ہمیشہ صحت علی تحریر کیا ہے حالانکہ اول الذکر نام صحیح اور درست ہے۔

۱۲۔ کتاب الفناء

اس رسالے میں فنا کی روحانی کیفیت کا اظہار کیا گیا ہے۔

۱۳۔ کتاب الميثاق

اس میں ایہ میثاق کی سو فیاض انداز میں تفسیر کی گئی ہے اور فنا کے بعد توحید کی حقیقت روحانی تجربے میں آتی ہے اس کا مفصل بیان ہے۔

۱۴۔ کتاب الوہیت

حقیقت الوہیت پر سیر حاصل گفتگو اس رسالے میں ملتی ہے۔

۱۵۔ کتاب فی الفرق بین الاخلاص والصدق

اس رسالے میں صدق و اخلاص کے معانی بیان کئے گئے ہیں اور دلائل اور قرآنی شواہد کے ذریعے صدق پر اخلاص کی برتری ثابت کی گئی ہے۔ ان کے نزدیک اخلاص منہا عبودیت ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان اپنی نیت اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کرے اور اسی کی رضا کا طالب ہو۔

۱۶۔ کتاب آداب المقترالی اللہ

اس رسالے میں فقر اور سلوک کا طریقہ بیان کیا گیا ہے اور نفسانی اور شیطانی خیالات کی نشانیاں بیان کی گئی ہیں پھر ربانی خیال کا تعارف کرایا گیا ہے اور اس کی یہ پہچان بیان کی گئی ہے کہ نفس اسے قبول کرنے میں ابتدا کاہلی دکھاتا ہے اور وہ خیال ہمیشہ شریعت کی موافقت میں ہوتا ہے۔

۱۷۔ باب آخر فی التوحید

۱۸۔ مسائل بستہ

توسید کے مدارج عالیہ کا جائزہ ان چھ مسئلوں میں لیا گیا ہے۔

۱۹۔ آخر مسئلہ فی التوحید

توحید کے موضوع پر حضرت مجتہد کا یہ اختتامی اور آخری اظہار خیال ہے۔

د۔ مکتوبات محفوظہ در مخطوطہ استنبول

۲۰۔ مکتوب بنام حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ

اس مکتوب اور رسالے میں غیاب و ظہور کے حقائق و معارف بیان کئے گئے ہیں۔

۲۱۔ مکتوب بنام حضرت عمرو بن عثمان مکیؒ

اس مکتوب میں علماء حق اور علماء سوء کا فرق، تاویلات کی ضلالت، فردیت کے مقابلے میں قطب ارشاد کی فضیلت کو مدلل اور پر لطف جدلیاتی انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت مکیؒ نے عمدہ قضا قبول کر لیا تھا غالباً تاویل کے معائب اسی لئے ان پر کھول کر بیان کئے گئے ہیں کہ وہ اثرات بد سے بچ سکیں۔

۲۲۔ مکتوب بنام حضرت ابو بکر کسائیؒ

مخطوطہ میں یہ مکتوب نامکمل دیا گیا ہے جبکہ کتاب اللمع میں یہ صفحات ۲۳۹ تا ۲۴۱ پر مکمل صورت میں موجود ہے۔

۲۳۔ مکتوب بنام حضرت یوسف بن حسین رازیؒ

پروفیسر آربری نے جرنل آف رائل ایشیائی سوسائٹی (JRAS 1935) میں اس کا انگریزی ترجمہ دیا ہے اور مخطوطہ میں شامل دو رسالوں رسالہ فی السکر اور رسالہ فی الافانہ کے بلکہ میں یہ رائے ظاہر کی ہے کہ وہ حضرت جنیدؒ کی تحریریں نہیں ہو سکتیں بلکہ بعد کے کسی مصنف کے زور قلم کا نتیجہ ہیں کیونکہ ورق ۹۱ پر دیگر صوفیاء کے ساتھ حضرت جنیدؒ کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔ اس خط میں سالکانِ طریقت اور طالبانِ حقیقت کی کیا بی اور بے رغبتی پر اظہارِ افسوس کیا گیا ہے اور دعوت و ارشاد کی اہمیت بیان ہوئی ہے۔

۲۴۔ مکتوب بنام یکے از بردارانِ طریقت

مخطوہ رسائل میں یہ پہلا خط ہے اور اس میں حالتِ قرب کے وقت ذہول کی کیفیت کا تجزیہ کیا گیا ہے۔

۲۵۔ مکتوب دیگرے بنام یکے از بردارانِ طریقت

اس مکتوب میں فنا و بقا اور تسلیم و رضا کی حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۲۶۔ مکتوب بنام حضرت ابوالعباس وینوریؒ

۲۷۔ مکتوب بنام حضرت ابواسحاق مارستانیؒ

۲۸۔ مکتوب دیگرے بنام حضرت یحییٰ بن معاذ رازیؒ

یہ خط مخطوطہ استنبول میں نہیں ہے بلکہ یہ مفصل خط اللبع فی التصوف کے صفحہ ۲۳۹ پر

منقول ہے۔

ھ۔ مجموعہ اقوال

۲۹۔ المتفرقات الماثوره عن الجنید والشبلی وابی یزید البسطامیؒ

امام غزالیؒ نے المنقذ من الضلال میں بیان کیا ہے کہ انہوں نے اس کتاب سے استفادہ کیا تھا۔ یقیناً یہ اقوال کا مجموعہ حضرت جنیدؒ کے بعد کے کسی اہل قلم کی کاوش کا نتیجہ ہے۔

۳۰۔ شرح اقوال جنید بغدادیؒ

مرزا خان احمد الدین نے حضرت جنیدؒ کے اقوال کی شرح میں ایک کتاب تالیف کی تھی۔ جس کا مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کی لائبریری میں ذخیرہ مخطوطات شیرانی میں محفوظ ہے اور اس کا ۲۱۵۸ ہے۔



کتاب منسوبہ

(۱) معالیٰ الہم

یہ کتاب حضرت ابوالقاسم جنید بغدادی سے منسوب ہے اس کا ایک نسخہ موصل کے کتاب خانہ میں ۱۰۵۰ھ کا لکھا ہوا محفوظ ہے

دوسرا نسخہ سٹیٹ لائبریری رامپور میں ۳۱۳ (مخطوطات عربی) پر موجود ہے نسخہ رامپور کا مفصل تعارف پروفیسر حبیب اللہ غضنفر نے ۱۹۳۵ء میں الہ آباد یونیورسٹی سٹڈیز کے صفحات ۲۶۳-۲۹۷ پر کرایا ہے اور انہوں نے ۱۹۳۷ء میں اسی رسالے میں صفحات ۲۲۶-۲۵۶ پر متن کتاب مع ترتیب و تہذیب دیا ہے۔

یہ نسخہ خط نسخ میں ہے اور سولہویں صدی کے نصف آخر کی تحریر دکھائی دیتا ہے۔ کم از کم دو کاتبوں کی کاوش کا نتیجہ ہے۔ غلطیاں پہلے کاتب کی کتابت میں کم اور دوسرے کے ہاں زیادہ ہیں تاہم دونوں کی تحریر آسانی سے پڑھی جاسکتی ہے۔ اختتامیہ پر تاریخ کتابت یا اسماء کاتبین وغیرہ درج نہیں البتہ شاہ عبد الرسول کا نام مختلف اوراق میں موجود ہے جس کی ملکیت میں یہ نسخہ رہا ہے یہ نسخہ ۱۹ اوراق اور دس ابواب پر مشتمل ہے۔ آغاز کتاب الحمد للہ الذی اعلیٰ ہم اصفیاء الخ سے ہوتا ہے اور اختتامیہ عبارت تمت کتاب معالیٰ الہم ہے پروفیسر غضنفر کا موقف یہ ہے کہ یہ کتاب واقعی حضرت جنید کی تصنیف ہے۔ اس سلسلے میں ان کے دلائل یہ ہیں کہ حاجی خلیفہ اور رامپور اور موصل کے نقل نویوں نے اسے حضرت جنید کی تصنیف قرار دیا ہے۔ ابن الندیم نے اس کا تذکرہ نہیں کیا تو اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ ان کے زمانے میں اس کتاب کی شہرت نہ ہوگی بلکہ وہ یادداشتوں کی شکل میں محفوظ ہوگی اور اس کا علم حضرت جنید کے تلامذہ خاص تک محدود ہوگا۔ کتاب کی داخلی شہادت صاحب مقالہ

کے موقف کو زیادہ تقویت نہیں دیتی کیونکہ حضرت سرئی کے واقعات اور اقوال اس انداز سے درج کیے گئے ہیں جیسے صاحب کتاب کا ان سے کوئی خاص رشتہ یا تعلق خاطر نہ ہو حالانکہ حضرت سرئی، حضرت جنیدؒ کے ماموں مربی اور مرشد تھے۔ مزید برآں اس میں حضرت کے بعض تلامذہ اور کم عمر معاصروں مثلاً ابو بکر الواسطی اور حماد القرظی کے حالات و اقوال شامل ہیں کہ جو حضرت جنیدؒ کے بعد تک زندہ رہے۔ پروفیسر موصوف اس کی توجیہ یہ بیان کرتے ہیں، کہ کتاب حضرت جنیدؒ کی یادداشتوں پر مبنی ہے البتہ اس کی ترتیب و تدوین کسی بعد کے شخص کی رہی ہو سکتی ہے۔

کتاب کا موضوع معرفت کے اعلیٰ و ارفع مقامات کی نشاندہی اور اہل عرفاں کی ان کے حصول کے لیے تگ و دو ہے حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کے لوگ تین قسموں میں تقسیم کیے جا سکتے ہیں۔

۱۔ بنائے دنیا ۲۔ اہل عقبی ۳۔ وہ لوگ کہ جو جسم و جان کے ساتھ اپنے آپ کو عبادت الہی کے لیے وقف کر دیں۔

پھر اس تیسری قسم کے لوگوں کو وہ مزید تین طبقوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

۱۔ خوفِ جہنم سے عبادت کرنے والے ۲۔ بہشت کے لالچ میں عبادت کرنے والے ۳۔ خدا کی

محبت میں خدا کی عبادت کرنے والے۔ حضرت جنیدؒ کے نزدیک وہ لوگ معرفت کے بلند مقام پر

فائز ہیں کہ جو طمع و خوف سے بلند ہو کر محض خدا کی محبت میں اس کی عبادت کرتے ہیں۔ اس

کتاب میں حضرت جنیدؒ نے دیگر صوفیائے کرام کے اقوال و احوال سے اسی موقف کی تائید کی

ہے حضرت بایزیدؒ کے احوال اور سمیت بلند کے تذکرے کے لیے ایک پورا باب وقف کر دیا ہے

ہو سکتا ہے کہ بعد ازاں مرتب کتاب نے از خود تلامذہ جنید کے اقوال بطور شہادت درج کر دیے ہوں

(۲) المقصد الی اللہ

پروفیسر غضنفر نے لاہور یونیورسٹی سٹڈیز میں معالیٰ المہم کے تعارف میں المقصد الی

اللہ کا مختصر سا تذکرہ کیا ہے اور اسے بھی حضرت جنیدؒ کی تصنیف ثابت کیا ہے۔ المقصد کا

ایک قلمی نسخہ مولانا قطب الدین عبد العلی فرنگی محلی کھنڈر کی ملکیت ہے اسکے دس ابواب اور ۹۹ ورق ہیں۔

لاہور یونیورسٹی سٹڈیز کا یہ شمارہ پروفیسر مولانا محمد ایوب قادری نے مجھے عطا فرمایا جس

باب نمبر ۳

اقوال و احوال

۴ تیری باتوں سے میرے گلوں کے خوشبو

سید الطائفہ ابوالقاسم حضرت جنید بغدادیؒ جس طرح اپنے زمانہٴ حیات میں رشد و ہدایت کا سرچشمہ تھے اسی طرح بعد وصال ان کی سیرت اور تعلیمات بھٹکے ہوئے لوگوں کو راہِ راست پر لگانے، طالبانِ حق کو حق سے ملانے اور سالکانِ راہِ طریقت کو منزلِ مراد تک پہنچانے کا موثر ذریعہ ہیں۔

ع ہنوز آں ابرِ رحمت درفشِ ناست

حضرت جنیدؒ نے محض زبانی درس و تلقین اور پند و نصائح پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ خود بھی ان اخلاقی اصولوں اور روحانی احوال و مقامات کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ ان صفحات میں تصوف و طریقت کے جو حقائق و معارف اور اسرار و بصائر بیان ہوئے ہیں وہ ان کا قال نہیں تھا بلکہ حال تھا۔ اس لحاظ سے اس باب کے آئینے میں جو بظاہر اقوال پر مشتمل ہے، ان کی سیرت و کردار کے خد و خال بھی بخوبی نمایاں ہوتے ہیں۔

تفسیری نکات

ہون (عجز و نیاز) کی تفسیر

قرآن پاک میں بندگانِ خدا کی یہ تعریف بیان کی گئی ہے عِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلٰی الْاَرْضِ هَوْنًا۔ الیہ ۲۵/۴۳ یعنی رحمان کے بندے تو وہ ہیں کہ جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ سے ہون اور عاجزی کی تفسیر پوچھی گئی تو ارشاد فرمایا تَذَلُّ الْقُلُوْبِ لِعَلَّامِ الْغُیُوْبِ یعنی اس سے مراد یہ ہے کہ ان کے دل علام الغیوب خدا کے سامنے ہمیشہ جھکے رہتے ہیں۔

المتوسمین کی تفسیر

سورۃ الحجر کی ایک آیت کا حصہ ہے اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ۵/۱۵ یعنی بے شک

اس میں نازلے والوں کے لئے یقیناً نشانیاں ہیں۔ حضرت جنیدؒ نے اس سلسلے میں ایک حدیث روایت کی ہے کہ جس کے مطابق التوسمین کی تفسیر ماثورہ المتفرسین (فراست ایمانی سے کام لینے والے) کی گئی ہے لہ

اسوہ حسنہ کی تفسیر

سورہ الاحزاب میں اتباع رسول کی اہمیت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ۲۱/۳۳ یعنی بے شک تمہارے لئے اللہ کے رسولؐ کی ذات پاک میں زندگی گزارنے کا بہترین نمونہ ہے۔ اس ارشادِ ربانی کے ضمن میں بقول حضرت خالد بن ابراہیمؒ حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے بطریق کلمہ مسدودۃ علی الخلق إلا من اقتفی اثر الرسول صلی اللہ علیہ وسلم واتبع سنتہ ولنزما طریقتم فان طرق الخیرات کلمہ مفتوحۃ علیہ لہ یعنی خلق خدا پر رسول پاکؐ کے نقش قدم پر چلنے، ان کی سنت کی پیروی اور ان کے طریقے سے وابستہ رہنے کے سوا ساری راہیں بند و روئی ہیں۔ میں جو شخص اب اتباع سنت کرے گا اس پینکی اور بھیلانی کی ساری راہیں کھل جائیں گی۔

سہ حال است سعدی کہ راہ صفا تو اوں رفت جز در پے مصطفیٰ

وَجَدَاكَ ضَالًّا كَتَفْسِير

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں نازل شدہ ایک قرآنی جملہ یہ ہے وَجَدَاكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ ۹۳/۱ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسے رسول حیران و پریشان پایا پس اس نے ہدایت عطا فرمائی۔ اس کی تفسیر میں اکثر مفسرین نے ٹھوکر کھائی ہے۔ حضرت جنیدؒ سے اس کی تفسیر پوچھی گئی تو فرمایا وَجَدَاكَ مَتَحَيِّرًا فِي بَيَانِ مَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ فَهَدَاكَ لِبَيَانِهِ لِقَوْلِهِ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ الْآيَةَ یعنی اسے رسول! خدا نے تمہیں لوگوں کے سامنے وحی و قرآن پیش کرتے وقت اسے بیان کرنے

کے بارے میں متحیر پایا۔ پس اس نے ما انزل اللہ کے بیان کرنے کے معاملے میں بھی تمہاری رہنمائی کر دی۔ اس پر حضرت جنیدؒ نے د انزلنا لیک الذکر والی آیت سے بھی استشہاد کیا ہے

صبر و توکل کی تشریح

کتاب الہی میں ارشاد ہوا ہے الذین صبروا و علیٰ ربہم یتوکلون یعنی جن لوگوں نے صبر کیا اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ صبر کی غایت توکل ہے۔ صبر ہی نفس کو خدا کی معیت سے سرفراز کرتا ہے۔ مزید فرمایا کہ صبر کے معنی ہیں کڑوی چیزوں کو کھا کر منہ نہ بگاڑنا اور توکل بغیر کھانے کے کھانے کا نام ہے یعنی درمیان میں کھانا نظر نہ آئے۔ اس کی اصل یہ ہے کہ تم خدا کے ہو جاؤ جس طرح تم پیدا ہونے سے پہلے تھے پھر آپ نے فرمایا کہ پہلے توکل حقیقت تھی اب محض ایک علمی مسئلہ بن کر رہ گیا ہے۔ توکل نہ تو کسب کا نام ہے اور نہ ترک کسب کا بلکہ رزق کے معاملے میں وعدہ الہی پر دل کو مطمئن رکھنے کا نام ہے۔

سنقرئک فلا تنسیٰ کی تفسیر

حضرت ابن کیسان نحوی نے حضرت جنیدؒ سے سنقرئک فلا تنسیٰ یعنی ہم تم کو پڑھائیں گے کہ تم بھول نہ سکو گے کی تفسیر پوچھی تو آپ نے فرمایا لا تنسیٰ العمل بہ یعنی تم اس قرآنی علم پر عمل کرنا نہ بھولو گے۔ اسی طرح درس و امانیہ کی تاویل پوچھی گئی تو فرمایا اس سے مراد یہ ہے کہ علمائے اہل کتاب نے اس کتاب الہی پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے

علامہ ابن الجوزیؒ نے تلبیس ابلیس میں اس تفسیر کی صحت کے بارے میں کلام کیا ہے اور دلائل کے ساتھ تردید کی ہے۔

خلق عظیم کی تفسیر

قرآن مجید میں رسول اکرمؐ کے بارے میں ارشاد ہوا ہے وانک لعلیٰ خلق عظیم یعنی اور بیشک

آپ بلند اخلاق پر فائز ہیں۔ حضرت جنیدؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ آنحضرتؐ اخلاق میں نہایت اعلیٰ اور ارفع تھے کیونکہ آپ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتے تھے۔ مزید فرمایا کہ خلق عظیم میں چار اوصاف جمع ہوتے ہیں (۱) سخاوت (۲) الفت (۳) نصیحت و خیر خواہی (۴) شفقت لہ

لِمَا يُحْيِيكُمْ كِتَابُ التَّوْحِيدِ

قرآن مجید میں اہل ایمان کے لئے یہ ارشادِ ربانی ہے اسْتَجِيبُوا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُولِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۷۲۴ یعنی اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسول جب تمہیں بلائیں تو ان کی پکار پر لبیک کہو کیونکہ یہی چیز تمہاری زندگی کا باعث ہے۔ حضرت جنیدؒ دعوتِ حق پر لبیک کہنے والی ذواتِ مقدسہ کا تعارف کراتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہوں نے اپنے دل میں ان تعلیمات کو بسالیا جن کی طرف انہیں دعوتِ دی گئی تھی۔ بعد ازاں علالت و دنیا سے قطع تعلق میں عجلت کی اور پرہیزگاری کو مطمح نظر بنا کر اپنے نفوس پر ٹوٹ پڑے، مصائب و شدائد کے تلخ گھونٹ پیتے رہے اور اپنے ہر معاملے میں اللہ کے سامنے سچے ثابت ہوئے۔ جن کاموں کی طرف بھی وہ متوجہ ہوئے۔ ان میں ہمیشہ حسنِ ادب کو ملحوظ رکھا۔ مصائب کے سمندرِ راہ میں آئے تو وہ پایاب ہو کر رہ گئے اور تکلیفیں ان کی آسان ہو گئیں کیونکہ انہوں نے اپنے بلند نصب العین پر ہمیشہ نگاہ رکھی تھی، اپنے مقاصد کی قدر پہچانی تھی اور اپنے ولی نعمت کے سوا کسی اور کی طرف مطلق توجہ نہیں کی تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اس غیر فانی..... الْحَيُّ الْقَيُّومُ خدا کی معیت میں حیاتِ جاودانی پالی کہ جو ہمیشہ باقی رہے گا۔

شیخ شہاب الدین سمروردیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ کا اس بیان میں اشارہ فنا فی اللہ اور بقا باللہ کی طرف ہے یعنی نفسانیت کا خاتمہ کر کے باقی باللہ بن جاؤ۔

تشریح احادیث

انا سید ولد آدم ولا فخر کی شرح

حضرت جریریؓ کہتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ سے فرمان رسالت انا سید ولد آدم ولا فخر یعنی میں اولاد آدم کا سردار ہوں اور اس پر مجھے فخر نہیں کا مفہوم پوچھا گیا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اس سلسلے میں جو بات آپ کے دل میں آتی ہے وہ بیان کر دو۔ حضرت جریریؓ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک تو اس کا مطلب یہ ہے ہذا عطاؤہ وانا لا افتخر بالعطاء لان فخری بالعطی یعنی یہ سب کچھ تو اس کی عطا ہے اور میں عطا پر فخر نہیں کیا کرتا لیکن مجھے اگر فخر ہوتا ہے تو عطا کرنے والے کی ذات پر ہوتا ہے۔ حضرت جنیدؒ نے اس جواب کی تائید فرمائی لہ

واقعہ زینبؓ کی توجیہ

حضرت جنیدؒ سے حضرت زینبؓ اور زینبؓ کے واقعے کی توجیہ اور حکمت دریافت کی گئی تو فرمایا کہ حضرت زینبؓ عارۃ حضور نبی کریمؐ کے بیٹے کہہ کر پکارے جاتے تھے حالانکہ وہ حقیقی بیٹے نہیں تھے بلکہ منہ بولے بیٹے تھے اس لئے مشیت الہی کا تقاضا یہ ہوا کہ آنحضرتؐ اس کی مطلقہ بیوی سے نکاح کر لیں تاکہ منہ بولے اور حقیقی بیٹوں کا فرق معلوم ہو سکے لہ

سو بار استغفار کرنے کی توجیہ

رسول پاکؐ کا قول ہے اے مسلمانو! تم سب اللہ تعالیٰ کے سامنے توبہ و استغفار کیا کرو بے شک میں دن میں سو دفعہ توبہ و استغفار کیا کرتا ہوں۔ حضرت جنیدؒ نے اس کی توجیہ یہ بیان

لہ الملع فی التصوف ص ۱۱۵ لہ ایضاً

فرمائی ہے کہ حضور ختمی مرتبتؐ کا اللہ تعالیٰ سے تعلق اور معاملہ ہر سانس اور ہر آن کے ساتھ زیادہ ہوتا جاتا تھا پس جب وہ اپنے حال میں ترقی کر جاتے اور اپنے نفس کی سابقہ حالت پر بلندی سے نگاہ ڈالتے تو اس حالت سے استغفار کرتے اور خدا کی رحمت کی طرف متوجہ ہو جاتے تھے

مشی فی الهواء کی حقیقت

حضرت جنیدؒ سے رسول پاکؐ کے قول رحمہ اللہ اخی عیسیٰ لوازداد یقیناً الشی فی الهواء یعنی خدا رحم کرے بھائی عیسیٰ علیہ السلام پر اگر وہ یقین میں بڑھ گئے ہوتے تو ضرور ہوا میں اڑتے پھرتے کے معنی پوچھے گئے تو ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام یقین کی بدولت پانی پر چلتے تھے اور حضور سرور کائناتؐ نے شب معراج و فور یقین کی بدولت ہوا میں چل کر دکھایا ہے یعنی اس حدیث میں آنحضرتؐ اپنی حالت کی نشاندہی کر رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ اگر انہیں بھی مجھ جیسا یقین ہوتا تو انہیں بھی ضرور معراج نصیب ہوتی تھے

شرح حدیث توکل

حضور پر نورؐ نے فرمایا ہے لَوْ تَوَكَّلْتُمْ عَلَى اللَّهِ حَقًّا لَوَكَّلَهُ لَعَزَاكُمْ كَمَا يَفْعَلُ الطَّيْرُ تَغْدُو اِمَّا صَاعًا وَتَمْرُوحُ بَطَانًا یعنی اگر تم خدا کی ذات پر اس طرح بھروسہ کیا کرتے جیسا کہ بھروسہ کرنے کا حق ہے تو تمہیں بھی ضرور اسی طرح غذا مل جایا کرتی جیسا کہ پرندوں کو میسر آتی ہے کہ وہ صبح سویرے خالی پیٹ کے ساتھ نکلتے ہیں اور شام کو واپس آتے ہیں تو سیر شکم ہوتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ سے کہا گیا کہ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ پرندے محض رزق کی تلاش ہی میں ایک جگہ سے دوسری جگہ اڑتے پھرتے ہیں اور تنگ و دو کرتے ہیں۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا نہیں یہ بات نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہی تو یہ فرمایا ہے کہ انا جعلنا ما علی الارض زینۃً لہا یعنی ہم نے ہر چیز کو جو زمین کے اوپر ہے، زمین کی زینت بنایا ہے اس لئے پرندوں کا یہ عجیب و غریب ہونا اور جگہ جگہ پھرنا محض طلب رزق کے لئے نہیں بلکہ بطور زینت ہے۔

محبت کیسے انسان کو اندھا کر دیتی ہے؟

حضرت جنیدؒ سے فرمانِ رسول ﷺ لَلشئِءِ لِعِیْ وَیَصْمُ لِعِیْ تِیْرَ اِکْسِیْ پھیز سے محبت کرنا تجھے
اندھا بہرہ بنا دیتا ہے کے معنی پوچھے گئے تو فرمایا اِحْبَابُكَ لِلدُّنْیَا لِعِیْ وَیَصْمُ عَنِ الْاٰخِرَةِ لِعِیْ تِیْرَا
دنیا سے محبت کرنا تجھے آخرت سے اندھا بہرہ بنا دیتا ہے لہ

ایمان و یقین

تعریفِ ایمان

حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ اس گروہ میں شامل ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ
ایمان قول (باللسان) اور تصدیق (بالقلب) کا نام ہے لہ
حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ تصدیق زیادہ ہو سکتی ہے، کم نہیں ہو سکتی، اقرار زبان نہ کم
ہو سکتا ہے اور نہ زیادہ، عمل ارکان گھٹ بھی سکتا ہے اور بڑھ بھی سکتا ہے لہ
حضرت جنیدؒ کہتے ہیں کہ تصدیق زیادہ ہو سکتی ہے لیکن کم نہیں ہو سکتی اس کا گھٹنا ایمان سے
نکال دیتا ہے۔ اس لئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی خبروں اور وعدے وعید کی تصدیق ہے اور اس میں
ادنیٰ سا شک بھی کفر کے مترادف ہے جبکہ اس میں اضافہ قوت و یقین کے بل بوتے پر ہوتا ہے
زبان کا اقرار نہ گھٹ سکتا ہے اور نہ بڑھ سکتا ہے البتہ ارکان کا عمل کم بھی ہو سکتا ہے اور زیادہ بھی
مستشرق ماسینوں کہتے ہیں کہ حلاجؒ کی طرح حضرت جنیدؒ اور حضرت سہل تستریؒ کا موقف یہ ہے
کہ ایمان گھٹا بڑھتا نہیں جبکہ اشاعرہ کا نقطہ نظر اس کے خلاف ہے لہ

۱۸ کتاب مذکورہ ص ۱۱۸ کشف المحجوب ص ۳۲۱ ۳۳ تذکرۃ الاولیاء ص ۳۲۲ ۳۳۱ التصریف ص ۵۲

۵۵ شرح کتاب الطواصین ص ۱۵۶

تعریف یقین

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں الیقین ارتفاع الشک لہ یعنی یقین دراصل شک و شبہ کا دور ہو جانا ہے۔ اس سلسلے میں حضرت جنیدؒ کا ایک اور قول یہ ہے کہ یقین علم کے قرار پکڑنے کا نام ہے کہ جس کے بعد دل میں کوئی تغیر و تبدل نہ ہوئے پائے لہ حضرت جنیدؒ کا کہنا یہ بھی تھا کہ جو لوگ یقین کے بل بوتے پر پانی پر چلتے رہے ان کی نسبت وہ لوگ زیادہ یقین والے تھے کہ جو پیاسے مر گئے یعنی پانی کی طلب و تلاش نہ کی یہ یقین کرتے ہوئے کہ مشیت الہی ہوگی تو وہ خود پلا دے گا لہ

حق الیقین

حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ حق الیقین یہ ہے کہ انسان کو یقین کامل ہو اور وہ غائب اشیاء کا بھی ویسا ہی کھلم کھلا مشاہدہ کرے جیسا کہ وہ ظاہر اشیاء کا مشاہدہ کرتا ہے بلکہ پوشیدہ امور کی سچی خبر دے جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بتایا تھا کہ جب رسول پاکؐ نے ان سے تمام مال دینے کے بعد پوچھا تھا کہ تم نے اپنے اہل و عیال کے لئے کیا چھوڑا ہے تو جواب دیا تھا کہ بس اللہ اور اس کا رسولؐ لہ
 پروانے کو چراغ، بلیبل کو پھول بس
 صدیقؓ کے لئے ہے خدا کا رسول بس

توحید

حضرت جنیدؒ کا مشہور قول ہے کہ توحید حادث (مخلوق) سے قدیم ذات (خدا) کو جدا اور متمیز کرنے کا نام ہے۔ حضرت گنج بخشؒ اس قول کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ قدیم کو حادث کا محل اور حادث کو قدیم کا محل نہیں سمجھنا چاہیے۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ قدیم ہے اور توحید حادث ہے لہذا تیری جنس کی کوئی چیز اس کی ذات پر چسپاں نہیں ہو سکتی ۵

لہ اللع فی التصوف ص ۱۰، القرون ص ۳۴، رسالہ تشریح ص ۸۳، کتاب مذکور ص ۸۷، صفتا الصفیۃ ج ۲ ص ۲۳، عارف المعارف اردو ترجمہ ص ۵۹۹، ۵ کشف المحجوب ص ۳۳۲

شیخ ابن عربیؒ نے حضرت جنیدؒ نے اس قول پر اعتراض کیا تھا۔ امام ابن تیمیہؒ نے اس اعتراض کا مسکت جواب دیا ہے اور حضرت جنیدؒ کے موقف کو مبنی برحق و صواب قرار دیا ہے۔

توحید کے روحانی تجربے اور مشاہدے کی مفصل کیفیت پہلے ایک باب میں بیان ہو چکی ہے قدیم و محدث کا فرق مراتب اس وقت نہایت ضروری ہے جبکہ کوئی سالک یا اہل جذب احوال فنا و بقا سے گزر رہا ہو۔ توحید کی معرفت تام تو انسان کے بس کی بات ہی نہیں۔ یہاں انسان عاجز و در ماندہ ہو کر رہ جاتا ہے جیسا کہ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں اشرف کلمۃ فی التوحید قول ابی بکرؓ سبحانہ من لم يجعل لخلقہ سبیلاً الی معرفتہ الا بالعجز عن معرفتہ لہ یعنی توحید کے باب میں سب سے اعلیٰ اور عمدہ قول حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ہے کہ جنہوں نے فرمایا ہے کہ خدا کی ذات ہر عیب سے پاک ہے اور اس نے اپنی مخلوق کے لئے اپنی معرفت کی راہ سوائے عجز کے ہرگز اور کوئی نہیں بنائی۔

حضرت جنیدؒ کا ایک قول یہ ہے اذا تاهت عقول العقلاء فی التوحید تاهت الی الحیوۃ یعنی اہل خرد کی خرد مندی توحید کی تلاش معرفت میں اپنی انتہا پر پہنچ جاتی ہے تو اس کا انتہا بس حیرت کی فراوانی ہوتی ہے۔

تو دل میں تو آتا ہے، سمجھ میں نہیں آتا

میں جان گیا، بس تیری پہچان یہی ہے،

حضرت ابراہیم بن فاتکؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جنیدؒ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ متی یتصل من لا شبیہ لہ ولا نظیر لہ بمن لہ شبیہ ونظیر ہیما ت ہذا ظن عجیب الا بالطف اللطیف من حیث لا درک ولا وهم ولا احاطة الا اشارۃ الیقین وتحقیق الایمان لہ

ترجمہ:- وہ ذات جس کی کوئی تشبیہ و نظیر نہیں اس کا ایسی چیز سے کہ جس کی تشبیہ و نظیر ہے کیسے اتصال ہو سکتا ہے؟ افسوس یہ عجیب سا گمان ہے ہاں البتہ اگر مہربان خدا جہاں نہ سمجھ کام کرتی ہے، نہ خیال دوڑایا جاسکتا ہے اور نہ اس کا احاطہ کیا جاسکتا ہے وہ اپنے لطف و کرم سے کام لے کر

لے کشف المحجوب ص ۳۳۸ لے رسالہ شیریہ ص ۱۳۵ لے ایضاً ص ۷

یقین کے اشارے اور حقیقتِ ایمان کے ذریعے اپنی کچھ معرفت عطا کر دے تو یہ اور بات ہوگی۔
مشاہدہ توحید کے بارے میں حضرت جنیدؒ کا قول یہ ہے کہ توحید یہ ہے کہ اس میں رسوم و علامات
مٹ جائیں اور علوم سائیکاں ہو کر رہ جائیں اور خدا کی ذات ایسی ہو جائے جیسے کہ وہ ہمیشہ سے ہے۔
مولانا جامی فرماتے ہیں کہ اس توحید کا منشا نورِ مشاہدہ ہے۔

حضرت جنیدؒ موحدین کی تعریف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کالوا بلا کون و بانوا بلا بون
ویکون اللہ کما کان فی الازل ویکون العبد کما کان قبل ان یکون یعنی وہ نطفے بغیر ہونے کے
اور دور ہو گئے بغیر دوری کے اور اللہ بندے کے لئے اس طرح ہو جائے جیسے کہ وہ ازل میں تھا جبکہ
بندہ ایسا ہو جائے جیسے کہ وہ وجود میں آنے سے پہلے تھا۔

۵ چہرہ آفتاب خود نفاش است بے نصیبی نصیبِ نفاش است

شیخ ابونصر سراجؒ اس قول کے ابتدائی حصے کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ موحدین اشیاء میں
ایسے تھے گویا کہ ان کا وجود ہی نہ ہو اور وہ اشیاء سے بغیر دور ہوئے اس طرح دور ہو جاتے ہیں کہ وہ
اپنی شخصی وجود کے طور پر گواشیا میں موجود ہوتے ہیں لیکن اپنے اسرار کی بدولت وہ ان چیزوں سے
دور ہوتے ہیں۔

توحید کا ایک اہم تقاضا

ایمان باللہ اور توحید کا اہم تقاضا یہ ہے کہ خداوند تعالیٰ کے ہر حکم کی بلا چون و چرا تعمیل کی
جائے۔ اس سلسلے میں یہ واقعہ پیش نظر رکھنا چاہیے۔

حضرت جنیدؒ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے دل میں شیطان کو دیکھنے کی خواہش پیدا ہوئی۔ میں
ایک مسجد کے دروازے پر کھڑا ہوا تھا کہ اچانک ایک بوڑھا شخص نمودار ہوا جسے دیکھتے ہی وحشت
پیدا ہونے لگی۔ جب وہ میرے قریب آیا تو میں نے پوچھا تو کون ہے جسے دیکھنا مجھے ناگوار گزار رہا
ہے اور دل نفرت سے متلاطم ہو رہا ہے۔ وہ کہنے لگا حضرت میں تو وہی ہوں جس کو دیکھنے کی آپ

نے خواہش ظاہر کی تھی۔ میں نے یہ سن کر اسے کہنا شروع کیا اے ملعون تو مجھے یہ تو بتا کہ تجھے کس بات نے حضرت آدمؑ کو سجدہ کرنے سے روک دیا۔ کہنے لگا اے جنیدؒ تجھ جیسے موحّد کے دل میں یہ خیال کیسے آیا کہ میں خدا کی ذات کے سوا کوئی اور سجدہ کر سکوں گا۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ یہ جواب سن کر میں بہت حیران ہوا۔ میرے ذہن میں اس کا جواب نہیں آ رہا تھا اور میرا عقیدہ بھی کچھ متزلزل ہونے لگا تھا کہ اتنے میں مجھے غیب سے ندا آئی جنیدؒ اس سے کہہ دو کہ تو بالکل جھوٹا ہے۔ اگر تو حقیقی معنوں میں خدا کی ذات پر ایمان رکھتا تو تجھے ضرور اس سے محبت ہوتی اور اس کے احکام کی ہر حال میں تعمیل کرنے والا بندہ بنتا پھر تجھے حکم خداوندی کی خلاف ورزی کی جرأت نہ ہو سکتی۔ شیطان میرے دل سے یہ آواز سن کر کتنے لگا بخدا تو نے تو مجھے جلا کر رکھ دیا ہے لہ

مقام نبوت

حضرت جنیدؒ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ اولیائے امت خواہ کتنے بلند مرتبہ کیوں نہ ہوں وہ کسی نبی کے مقام کو ہرگز نہیں پہنچ سکتے۔ ان کا یہ موقف بلاشبہ صحیح اور صائب تھا۔ چنانچہ حضرت جنیدؒ اسی فرق مراتب کو پیش نظر رکھ کر فرمایا کرتے تھے کلام الانبیاء عن حضور و کلام الصديقين اشارات عن مشاهدات یعنی انبیائے کرامؑ کا کلام حضورؐ سے خبر دیتا ہے جبکہ صدیقین اور اولیاء کا کلام مشاہدات سے متعلق اشاروں پر مبنی ہوتا ہے۔

عصمت انبیاءؑ

حضرت جنیدؒ، حضرت نوریؒ اور دیگر مشائخ کبار عصمت انبیاء پر یقین رکھتے تھے اور انبیاء کرام کی بادی النظر میں جو لغزشیں اور فرو گذارشتیں نظر آتی ہیں ان کی وہ یہ توجیہ کیا کرتے تھے ان ماجری علی الانبیاء انما جری علی ظواہرہم و اسرارہم مستوفاة بمشاهدات الحق و استدواء علی ذالک بقولہ تعالیٰ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَقَالُوا لَا تَصِحُّ الْاَعْمَالُ حَتَّىٰ يَتَقَدَّمَ الْعُقُودُ وَالنِّيَّاتُ وَمَا لَا عَقْدَ فِيهِ وَلَا نِيَّةَ فَلَيْسَ بِفَعْلٍ لَّہ

توجہ :- انبیائے کرام پر جو کچھ گزرا ہے وہ محض ان کے ظاہر پر گزرا ہے جبکہ ان کے اسرار و مشاہدات حق کے ساتھ پورے اور محفوظ رہے ہیں۔ اس سلسلے میں اس ارشادِ خداوندی سے بھی استدلال کیا ہے کہ حضرت آدمؑ کو بھول گئے لیکن ہم نے ان میں ایسا کرنے کا پختہ ارادہ نہیں پایا تھا۔ ان کا کہنا یہ بھی تھا کہ کوئی عمل اس وقت تک عمل قرار ہی نہیں دیا جاسکتا جب تک اس میں عزم و ارادہ اور نیت و قصد نہ ہو۔

آئرت

حضرت محمد بن احمد المفسد کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت جنیدؒ سے نصیحت کی درخواست کی تو ارشاد فرمایا روزِ محشر تمام زمین آگ کی مانند ہوگی۔ تم ابھی سے دیکھ لو کہ تم اپنا پاؤں اس وقت کہاں دھرو گے؟ لہ

اعمالِ صالحہ

دانشمندی کا اولین تقاضا

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ پہلی چیز دانائی کے سلسلے میں جس کا بندہ ضرورت مند ہوتا ہے وہ وہ مصنوع کا اپنے صانع کا اور اپنے حادث ہونے کا عرفان حاصل کرنا ہے۔ قدیم اور محدث اور خالق اور مخلوق میں جو فرق ہے اس کی معرفت حاصل ہو جائے تو پھر وہ حد سے دعا مانگنے پر آمادہ ہوگا اور اس کی طاعت کے واجب ہونے کا اعتراف کرے گا۔ بے شک جو شخص اپنے مالک کو نہیں پہچانتا وہ اس کے اقتدار اور واجبات کا اعتراف کر ہی نہیں سکتا۔

طاعتِ خداوندی

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ طاعت سے انسان کو روز الست والے فیوض حاصل ہوتے ہیں۔ ان کا یہ بھی قول ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے انیر میں بھی وہی معاملہ کرتا ہے جو اس نے ان سے اول میں (روزِ ازل) کیا تھا یعنی عزت افزائی سے ان کی ابتدا کی تھی، رحم کھا کر انہیں امر کیا، کمال مہربانی سے وعدہ جنت کیا اور اپنے فضل و کرم سے ان کے مدارج میں اضافہ کیا۔ پس جو کوئی اللہ تعالیٰ کے اس احسانِ قدیم کا مشاہدہ کر لے تو اس پر احکامِ الہی کی ادائیگی آسان ہو جاتی ہے۔ جو اس کے امر اور دین سے وابستہ ہو جائے تو وہ وعدہ الہی کو پالیتا ہے اور جو کوئی وعدہ الہی پالے تو اس کے مدارج میں ترقی لازمی امر ہے لہ

نماز

خواجہ عثمان ہر دنیٰ نے فرمایا کہ میں نے خواجہ جنید بغدادیؒ کے عمدہ میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ موزن کی اجابت کرنا قیامت کے دن خلقت کی شفاعت ہے۔ پس جو شخص اذان سنے اور نماز باجماعت ادا کرے تو ہر رکعت کے بدلے تین سو رکعات نماز کا ثواب ملتا ہے لہ

حضرت جنیدؒ کا قول ہے لِكُلِّ شَيْءٍ صَفْوَةٌ وَصَفْوَةُ الصَّلَاةِ تَكْبِيرَةُ الْاُولَىٰ یعنی ہر چیز کی کوئی نہ کوئی خاص خوبی ہو کرتی ہے، نماز کی سب سے عمدہ چیز تکبیر تحریر ہے۔

شیخ سراجؒ بیان کرتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے ساتھ نیت ملی ہوئی ہوتی ہے کہ جس کے بغیر نماز ہو ہی نہیں سکتی جبکہ نیت تیرا یہ پختہ ارادہ ہے کہ تیری نماز خدا ہی کے لئے ہے۔ اگر یہ نیت و ارادہ درست ہوں تو بعد میں کوئی باطنی آفت داخل بھی ہو جائے تب بھی نماز فاسد نہیں ہوتی البتہ اس کے فضائل میں کچھ کمی واقع ہو سکتی ہے لہ

حضرت جنیدؒ خود ہمیشہ نماز باجماعت ادا کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ بیس سال ہو گئے

ہیں کہ مجھ سے کبھی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی ہے

وہ یہ بھی فرماتے تھے کہ اگر مجھے نماز میں دنیا کا کوئی خیال یا اندیشہ آجاتا ہے تو اس نماز کو دوبارہ ادا کرتا ہوں اور اگر آخرت اور بہشت کا اندیشہ ہو تو سجدہ سہوا ادا کرتا ہوں ہے

حضرت جنیدؒ سے دریافت کیا گیا طریقت میں نماز کے فرائض کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا دنیاوی تعلقا کو اس وقت منقطع کر لینا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے دل و جان سے حاضر ہونا ہے

حضرت جنیدؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اقامتِ صلوٰۃ سے تمہاری نیت اور مقصد محض کیفیت و سرور کا حصول نہیں ہونا چاہیے بلکہ یہ تو اس ذات سے ملنے کا ایک وسیلہ ہے کہ جس ذات سے ملنے کا اور کوئی وسیلہ نہیں ہے

حضرت جنیدؒ جب بستر مرگ پر پڑے تھے، منہ پر ورم تھا اور بڑی تکلیف تھی لیکن نماز میں ادا کرتے جا رہے تھے۔ ایک نوجوان نے عرض کیا حضرت! اتنی علالت میں آپ نماز (نافلہ) ادا فرما رہے ہیں کیا ایسی حالت میں اسے چھوڑا نہیں جاسکتا۔ ارشاد فرمایا اسی نماز کے ذریعے تو مجھے خدا تک رسائی ہوئی ہے۔ اسے اب اس وقت میں کیسے چھوڑ سکتا ہوں؟

روزہ

حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ روزہ نصف طریقت ہے ہے

حضرت جنیدؒ کے نزدیک دعا و مناجات اور عبادت و طاعات کا مزہ تب آتا ہے کہ آدمی خالی بطن ہو چنانچہ سیر شکم مریدوں سے فرمایا کرتے تھے، تمہارے سامنے تو کھانے کا توبرہ رکھا ہوا ہے اور تم چاہتے ہو کہ مناجات کی لذت تمہیں حاصل ہو، ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا ہے

حضرت جنیدؒ ہی کا قول ہے کہ جو آدمی شکم سیری کے بعد عبادت میں خلوص کا خواہاں ہو تو یہ ناممکن سی بات ہے

۲۲۸
۱۵ تذکرۃ الاولیاء ص ۳۲۳ ۱۶ حوالہ سابق ۱۷ عوارن العارفین اردو ترجمہ ص ۳۴۸ ۱۸ التعارف ص ۱۰۹ ۱۹ تاریخ بغداد ج ۷

۱۵ تذکرۃ الاولیاء ص ۳۲۳ ۱۶ کتاب مذکور ص ۳۳۸ ۱۷ کیمائے سعادت اردو ترجمہ ص ۲۱۸

حضرت جنیدؒ جب مجاہدات سے کام لے رہے تھے تو قلتِ طعام پر عمل پیرا تھے۔ اسی دور کا ایک واقعہ ہے جیسا کہ حضرت خلدیؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ نے مجھے ایک درہم دیا کہ بازار سے انجیر خرید لاؤں اور وہ روزہ انطار کریں۔ بوقتِ انطار انہوں نے ایک انجیر ہی منہ میں ڈالا تھا کہ رونے لگے۔ میں نے وجہ دریافت کی تو فرمایا ہاتھ نے مجھے آواز دی تھی کہ تمہیں جیانا نہیں آتی جو چیز تم نے ہمارے لئے چھوڑ دی تھی اب پھر اسے کھا رہے ہو۔

حضرت خلدیؒ ہی کا بیان ہے کہ حضرت جنیدؒ کے بیس سال اس حال میں گزرے کہ ہفتے کے ہفتے کھایا کرتے تھے اور روزانہ چار سو رکعات نوافل ادا کیا کرتے تھے۔

قوتِ القلوب میں تحریر ہے کہ صوفیائے بغداد نقلی روزوں کے انطار کے وقت کھانا نہیں کھاتے تھے اور یہ طاقت والے متوکلین کا کام ہے۔ صوفیائے بصرہ حضرت سہل تستریؒ کی وفات کے بعد جب حضرت جنیدؒ کے پاس کسبِ فیوض کے لئے آئے اور حضرت جنیدؒ نے انہیں اپنا معمول بتایا تو وہ کہنے لگے کہ ہم میں اتنی ہمت نہیں کہ آپ جیسا مجاہدہ کر سکیں۔

حج

حضرت جنیدؒ نے کئی بار حج کیا تھا اور وہ یہ چاہتے تھے کہ جب حج کیا جائے تو نفسانی خواہشات کا خاتمہ کر کے اور پوری شرائط کے ساتھ حج کیا جائے۔ حج کر کے جب انسان واپس آئے تو اس کے نفس کا تزکیہ ہو چکا ہو، دل کی تطہیر ہو چکی ہو اور اس طرح گناہوں سے پاک صاف ہو جائے جس طرح وہ بطنِ مادر سے معصوم پیدا ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی شخص حج کر کے آتا تو وہ اس کے اعمال و احوال کا تنقیدی نگاہ سے جائزہ لیا کرتے تھے۔ اسی طرح عازمینِ حج کو حج کے تقاضوں سے آگاہ کرتے رہا کرتے تھے۔

منقول ہے کہ گیلان کے ایک سید صاحب تھے۔ لوگ انہیں ناصری کہہ کر پکارتے تھے۔ وہ صاحب حج پر روانہ ہوئے تو راستے میں بغداد ٹھہرنے کا اتفاق ہوا اور وہ حضرت جنیدؒ کی زیارت کے

لئے حاضر ہوئے۔ حضرت نے پوچھا ناصری صاحب آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ جواب دیا کہ گیلان سے ہوں۔ پھر دریافت فرمایا کہ آپ کس بزرگ کی اولاد میں سے ہیں؟ وہ کہنے لگا حضرت! میں امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کی اولاد میں سے ہوں۔

یہ سن کر حضرت نے ارشاد فرمایا تیرے پدر گرامی حضرت علی المرتضیٰؑ دو تلواروں سے جہاد کیا کرتے تھے۔ ایک تلوار سے کفار سے لڑتے تھے اور دوسری تلوار سے اپنے نفس کے خلاف جہاد کیا کرتے تھے۔ سید صاحب آپ ان کے فرزندِ جند ہیں، آپ کے جہادِ بالِ نفس کی کیا کیفیت ہے۔ اتنا سننا تھا وہ سید زار و قطار رونے لگے اور کہتے جاتے تھے حضرت! میرا حج تو یہیں ہو گیا ہے ازراہ کرم میری خدا کی طرف رہنمائی فرمائیں۔

حضرت جنیدؒ نے ارشاد فرمایا یاد رکھو یہ تمہارا سینہ خدا کا خاص حرم ہے، اس حرمِ خاص میں کسی غیر محرم (ما سوا اللہ) کو ہرگز ہرگز نہ گھسنے دیا کرو لہ

حرم جز قبلہ قلب و نظر نیست

طوافِ او بطوافِ بام و در نیست

میاں نا و بیت اللہ رمز نیست

کہ جبریل امیں را ہم خبر نیست (اقبال)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک شخص حضرت جنیدؒ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا کہ کہاں سے تشریف لارہے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ حضرت میں حج کر کے آ رہا ہوں۔ آپ نے پھر پوچھا کیا واقعی تم نے حج ادا کیا ہے؟ اس نے جواب دیا ہاں مجھے یہ سعادت نصیب ہوئی ہے۔ اس پر حضرت نے فرمایا اچھا یہ تو بتاؤ کہ جس وقت تم نے حج کے لئے گھر سے کوچ کیا تو گناہوں کو ترک کرنے کی نیت بھی کی تھی یا نہیں۔ وہ کہنے لگا کہ گناہوں سے تو میں ابھی کوچ نہیں کر سکا۔ آپ نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے ابھی حج کے لئے کوچ نہیں کیا۔ پھر فرمایا جب تم گھر سے چلے اور مختلف منزلیں طے کرتے ہوئے مکہ مکرم تک پہنچے تو کیا ساتھ ساتھ راہِ خدا کی منزلیں بھی طے کی تھیں یا نہیں وہ کہنے لگا نہیں ایسا تو

نہیں کر سکا۔ آپ نے فرمایا پس تم نے سفر حج کی منزلیں بھی طے نہیں کیں۔ اس کے بعد فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ جب تم نے احرام باندھا تھا تو اس وقت اپنے سے صفات بشریہ کو بھی جدا کر دیا تھا یا نہیں۔ اس نے نفی میں جواب دیا تو فرمایا کہ تم نے حقیقی معنوں میں احرام نہیں باندھا۔ پھر پوچھا کہ تم جب عرفات میں کھڑے ہوئے تھے تو وہاں کچھ معرفت بھی میسر آئی تھی یا نہیں؟ اس کا جواب نفی میں تھا۔ ارشاد فرمایا کہ تم نے عرفات میں گویا قیام نہیں کیا۔ پھر دریافت فرمایا کہ جب تم نے مزدلفہ میں قیام کیا تو کیا تم نے اپنی خواہشات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا تھا یا نہیں؟ جواب اب بھی نفی میں تھا۔ سن کر فرمایا بھائی تم ابھی مزدلفہ بھی نہیں گئے۔ پھر پوچھا کہ جب تم نے طواف کعبہ کیا تھا تو اپنی آنکھوں سے محلِ تنزیہ میں جمالِ حق کے لطائف کا مشاہدہ کیا تھا یا نہیں۔ اس نے جواب دیا کہ یہ سعادت تو مجھے میسر نہیں آئی۔ ارشاد فرمایا گویا تم نے ابھی حقیقی معنوں میں طواف بھی نہیں کیا۔ اب آپ نے یہ سوال کیا کہ صفا و مروہ کی سعی کے درمیان ان مقامات کے مرتبے کا ادراک حاصل ہوا تھا یا نہیں۔ جواب حسب سابق تھا لہذا فرمایا تم نے ابھی سعی نہیں کی۔ پھر فرمایا جب تم نے منیٰ پر قربانی کی تو وہاں اپنی نفسانی خواہشات کو بھی قربان کر دیا تھا یا نہیں؟ وہ کہنے لگا کہ ایسا تو نہیں کر سکا۔ ارشاد فرمایا کہ تم نے قربانی بھی نہیں کی۔ اس کے ساتھ دریافت فرمایا کہ جب تم نے شیطان پر پتھر پھینکے تھے تو ساتھ ہی اپنے باطن سے نفسِ امارہ اور ہوا و ہوس کی کدورتوں کو نکال باہر پھینکا تھا یا نہیں۔ اس نے جواب دیا نہیں۔ اس پر حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ تم نے ری جرات نہیں کی اور نہ پورے آداب اور شرائط کے ساتھ صحیح معنوں میں فریضہ حج ادا کیا ہے۔ پس واپس جا کر پھر ایک دفعہ ان شرائط کے مطابق حج کرو حتیٰ کہ خانہ کعبہ میں مقامِ ابراہیم کے روحانی مقام کو پہنچ جاؤ لے

مختصر یہ ہے کہ حضرت جنیدؒ کے نزدیک حج کی اہم شرائط انسان کا حرص و آرزو ہوا و ہوس اور طغیان و عصیان سے پاک و پاکیزہ ہونا ہے اگر کوئی شخص حج کے بعد لالچ، حرص اور گناہ کو نہیں چھوڑتا تو گویا اس نے صحیح معنوں میں مناسک حج ادا ہی نہیں کئے ہیں۔

زکوٰۃ علم

خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ حضرت جنید اپنے وقت کے علماء سے فرمایا کرتے تھے کہ تم اپنے علم کی کم از کم زکوٰۃ ہی دے دیا کرو جو یہ ہے کہ دو سو مسلوں میں سے جو تم نے سیکھ رکھے ہیں کم از کم پانچ پر تو عمل کر لیا کرو لہ

صدقہ و خیرات

روایت ہے کہ ایک دولت مند شخص اپنے صدقات صوفیائے کرام ہی کو دیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ یہ لوگ ایسے ہیں کہ ہر وقت خدا کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ انہیں اگر معاشی احتیاج کے لئے پریشان ہونا پڑے تو ان کی توجہ بٹ جائے گی۔ حضرت جنید نے اس کی یہ بات سنی تو فرمایا یہ شخص ولی اللہ ہے کچھ عرصہ بعد اتفاق ہوا کہ اس کی دولت جاتی رہی اور وہ مفلوک الحال ہو گیا۔ حضرت جنید کو پتہ چلا تو اس کو مال عطا کیا اور فرمایا آپ جیسے شخص کو کبھی تجارت میں نقصان ہو ہی نہیں سکتا لہ

اظہارِ عبودیت

حریت

شیخ ابو نصر سراج حریت کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے لئے حقیقی عبودیت کی نہایت کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان اپنی ملکیت میں کچھ نہ رکھے اور مرد آزاد ہو جائے جبکہ وہ خدا تعالیٰ کا بندہ اور غلام بن جائے۔

حضرت جنید کا قول ہے کہ عارن کے مقام کی انتہا حریت ہے لہٰذا یعنی دوسروں کی بندگی سے آزاد

ہو کر انسان خاص خدا کا بندہ بن جائے یہی عرفان کی منتہی ہے۔

حضرت ابو عمرو انما علی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جنیدؒ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ تم اس وقت تک حقیقت میں خدا کے بندے نہیں بن سکتے جب تک ماسواء اللہ میں سے کوئی چیز تمہارے قبضے اور غلامی میں ہو اور تم صریح حریت کے مقام کو اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتے جب تک حقیقتِ عبودیت تم پر نا تمام ہو۔ جب تم خالصتاً خدا کے بندے بن جاؤ تو پھر تم اس کے ماسواء سے تتر اور آزاد ہو جاؤ گے لے

کمالِ عبودیت

حضرت جنیدؒ نے فرمایا ہے کمالِ العبودیۃ فی حصلتین صدق الافتقار الی اللہ تعالیٰ سترٌ اوجہراً وحسن القدوة برسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ ترجمہ:۔ عبودیت کا کمال دو خصلتوں کا مرکب ہے منت ہے ایک یہ کہ اللہ کی طرف سچا فقیر ہو یعنی بندہ ملکیت سے آزاد ہو اور دوسرے یہ کہ ہر معاملے میں رسول پاک کے اسوہ عمل کی عمدہ پیروی کی جائے۔ فقہ حقیقت ہے اور اسوہ پیغمبر شریعت ہے۔ یاد رہے کہ حقیقت کبھی شریعت کے بغیر درست نہیں رہ سکتی لے

طاعتِ بے ریا

حضرت جنیدؒ کہتے ہیں کہ جب چالیس سال مجھے عبادت کرتے کرتے گزر گئے تو مجھے یہ گمان ہو گیا کہ میں اپنی منزل مقصود پر پہنچ گیا ہوں۔ اس خیال کا آنا تھا کہ ہاتھ نے آواز دی کہ اے جنیدؒ! وہ وقت آ گیا ہے ہم تمہیں تمہارا گوشہ زنا رد کھا دیں۔ جب میں نے یہ سنا تو عرض کیا خداوند! جنید سے آخر قصور کیا ہوا ہے؟ آذرائی کہ تو گناہ کرنا چاہتا ہے اس سے بھی پہلے کہ تیرا وجود ہو۔ حضرت جنیدؒ نے سرد آہ بھری اور یہ شعر پڑھا

من لم یکن للوصال اھلاً فکل احسانہ ذنوب

یعنی جسے طاعت سے وصل خداوندی میسر نہ آسکے تو اس کی ساری حسن کاری، حسن کاری نہیں بلکہ

عصیاں شعاری ہے۔

حضرت جنیدؒ اس کے بعد خانہ کشین ہو گئے اور ساری رات اسم فوات یعنی اللہ اللہ کا ورد

کیا کرتے تھے لہ

حضرت ابو بکر عطارؒ کہتے ہیں کہ میں حضرت جنیدؒ کی وفات کے موقع پر دوسرے ساتھیوں کے ہمراہ موجود تھا۔ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور نماز پڑھ رہے تھے۔ جب سجدہ کرتے تو پاؤں دوہرے کر لیتے۔ اسی طرح نوافل پڑھتے رہے حتیٰ کہ پاؤں سے روح نکل گئی اور ان کے لئے پاؤں کو حرکت دینا مشکل ہو گیا۔ پس آپ نے پاؤں پھیلانے اور ان پر روم تھا۔ ان کے کسی دوست نے یہ حالت دیکھی تو کہنے لگا اے ابوالقاسم! یہ کیا ہے یعنی اتنی تکلیف میں نوافل پڑھ رہے ہیں ارشاد فرمایا اللہ اکبر! یہ خوب چیز ہے۔ نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت جریریؒ نے عرض کیا حضرت! اگر لیٹ جاتے تو بہتر ہوتا۔ فرمانے لگے اے ابو محمد! یہی تو وقت ہے جس کا مواخذہ ہوتا ہے۔ پھر اللہ اکبر کہا اور اسی حالت میں رہے یہاں تک کہ داعی اجل کو لبیک کہا لہ

حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ زمین عبادت گزاروں سے اسی طرح درخشاں ہو جاتی ہے جس

طرح آسمان ستاروں سے درخشاں ہوتا ہے لہ

دُعا

حضرت ہمام بن حارثؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جنیدؒ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے باب
كُلِّ عِلْمٍ نَفِيسٌ جَلِيلٌ بَدَلُ الْجُهْدِ وَ لَيْسَ مِنْ طَلْبِ اللَّهِ بَدَلُ الْجُهْدِ كَمَنْ طَلَبَهُ مِنْ طَرِيقِ
الْجُودِ لَيْعْنِي هِرْعَدَةُ أَوْ رَاعِي دَرَجَةَ الْعِلْمِ كَادِرُ وَازِهِ مَحْنَتٌ وَ مَشَقَّةٌ سَعَى كَهْلَتَا هَيْ لَيْكِنْ جَوْ شَخْصٍ مَحْضٍ
مَحْنَتٌ وَ مَشَقَّةٌ سَعَى اللَّهُ كِي طَلْبِ وَ تَلَاثُ كَرْتَابِي وَ هُوَ اس طَالِبِ حَقِّ كِي مَانِدْ نَهِيَسْ هُوَ سَكْتَا جُوَا سَعَى اَزْرَه
جُو دُو كَرْمِ طَلْبِ كَرْتَابِي۔

حضرت جنیدؒ اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے الہی وسیدی و مولای من احسن منک حکمًا

لہ تذکرۃ الاولیاء ص ۳۲ لہ صفحہ الصفحہ ۲۳۸ - ۲۳۹ لہ تذکرۃ الاولیاء ص ۳۳۸ لہ طبقات الصوفیہ ص ۱۵۷

لَمَنْ اِيَقِنَنَّ بِكَ وَمَنْ اَوْدَعَ مِنْكَ رَحْمَةً لَمَنْ اتَقَالَكَ وَقَصْدَكَ وَمَنْ اَسْرَعَ مِنْكَ عَطْفًا
 وَرَافَةً لَمَنْ اَرَادَكَ وَاَتَقَبَلَ عَلَى طَاعَتِكَ، فَكَلَّمَهُمْ فِي نِعْمَاتِكَ يَتَقَلَّبُونَ وَلَكَ بِفَضْلِكَ عَلَيْهِمْ يَعْجَبُونَ
 سِرُّهُمْ مَعَهُمْ بِكَ اِيَّاكَ وَاَنْفَرَدَتْ اِرَادَتُهُمْ لَدَيْكَ وَاَتَقَبَلَتْ قُلُوبُهُمْ بِكَ عَلَيْكَ وَفَنِيَتْ
 حُطُوطُهُمْ مِنْ دُونِكَ وَاَجْتَمَعَتْ لَكَ وَحْدَكَ فَهَمَّ اِيَّاكَ فِي اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ مُتَوَجِّهُونَ وَ
 عَلَيْكَ فِي كُلِّ الْاَحْوَالِ مُتَقَبِلُونَ لَكَ عَلَى الْاَحْوَالِ مُوْتَرُونَ قَاْنَا اسْئَلُكَ اَلْهَى وَسَيِّدَى وَ
 مَوْلَاى اِنْ تَكُوْنُ لى بِفَضْلِكَ كَا نِيَا عَا صِمَا رَا حَمًا قَا نِي اِيَّاكَ لَا حِجَّ وَبِكَ مُسْتَغِيْثٌ وَاِيَّاكَ
 رَا غِيْبٌ وَمِنْكَ رَا هِبٌ وَعَلَيْكَ فِي اَمُوْر الدُّنْيَا وَاَلْاٰخِرَةِ مُتَوَكِّلٌ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ
 اِنِّى كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ اَلله

ترجمہ ۱۔ اے میرے معبود! میرے سردار اور میرے آقا تجھ سے بڑھ کر اس شخص پر زیادہ عمدہ
 حکم دینے والا کون ہو سکتا ہے کہ جو تجھ پر یقین رکھتا ہے اور تجھ سے بڑھ کر اپنی رحمت میں زیادہ
 وسعت والا کون ہو سکتا ہے خصوصاً ایسے شخص پر کہ جو تجھ سے ڈرتا ہے اور تیرا ہی قصد کرتا ہے۔ اسی طرح
 کون اپنی نہربانی اور شفقت میں تجھ سے زیادہ تیز ہو سکتا ہے اس شخص پر جو تیرا ہی ارادہ کرتا ہے اور
 تیری طاعت میں پیش قدمی دکھاتا ہے۔ تیرے خاص بندے سب کے سب تیری نعمتوں سے فیضیاب
 ہو رہے ہیں اور تیرے ہی فضل و کرم کی بدولت سرگرم عبادت ہیں۔ ان کی ساری کد و کاوش تیری خاطر
 ہوتی ہے، ان کی ارادت محض تیری خاطر ہے۔ ان کے دل تیرے ہی فیض سے تیری طرف متوجہ رہتے
 ہیں اور انہوں نے اپنا سب کچھ تیرے ماسواہ فنا کر دیا ہے۔ انہوں نے اپنے آپ کو تیری ذات کے لئے
 مجتمع کر لیا ہے، رات دن تیری طرف متوجہ رہتے ہیں، اپنے تمام احوال میں تیری طرف پیش قدمی کرتے
 ہیں اور اپنے تمام احوال میں تجھے ہی ترجیح دیتے ہیں۔ پس میں تجھ سے اے میرے معبود! میرے سردار
 اور میرے آقا یہ سوال کرتا ہوں کہ تو میرے لئے اپنے فضل و کرم سے کفایت کرنے والا، بچانے والا
 اور رحم کھانے والا بن جا کیونکہ میں تیری طرف پناہ گزیں ہوا ہوں، تجھ سے فریادی ہوں، تیری رحمت
 سے رغبت رکھنے والا اور تجھی سے ڈرنے والا ہوں۔ میں دنیا اور آخرت کے تمام معاملوں میں تجھ پر

ہی بھروسہ کرنے والا ہوں۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیری ذات ہر عیب سے پاک ہے اور بیشک میں زیادتی کرنے والوں میں سے ہوں۔

مناجات

حضرت جنیدؒ مناجات کی فضیلت میں فرماتے ہیں کہ بیشک کچھ لوگ ایسے ہیں جو کامیاب و کامران رہے ہیں جن کو ان کے محبوب خدا نے مختصر راستے کی رہنمائی کر دی اور شاہراہ مناجات پر چلنے کی توفیق بخشی۔ اس نے انہیں دعوتِ حق کو سمجھنے کا خود اشارہ کیا۔ یہ دعوت وہ تھی جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے

وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ ۚ ۱۲۴ پس ان کی عقلیں حسنِ توجہ کے ساتھ دعوتِ قبول کرنے کی خاطر مستعد ہو گئیں۔

حضرت غلدیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جنیدؒ کو ان الفاظ میں مناجات کرتے سنا ہے۔

يا ذا كرامتنا اكرمين بما بهم ذكروه ويا بادي العارفين بما بهم عدوه يا موفق العابدين لصالح ما عملوه من ذا الذي يشفع عندك الا باذنتك؟ ومن ذا الذي يذكرك الا بفضلك؟

ترجمہ: اے ذکر کرنے والوں کو یاد رکھنے والے جو تیری ہی توفیق سے تیرا ذکر کرتے ہیں، اے عارفوں کی ابتدا کرنے والے جنہوں نے تیری ہی مہربانی سے تجھے پہچانا ہے اور اے عبادت گزاروں کو نیک عمل کی توفیق دینے والے کہ انہوں نے تیری ہی توفیق سے عمل کئے ہیں۔ کون ہے ایسا شخص کہ جو تیری اجازت کے بغیر سفارش کر سکے اور کون ہے ایسا شخص کہ جو تیرے فضل و کرم کے بغیر، تجھے یاد کر سکے۔

اخلاق حسنہ

اخلاق

حضرت جنیدؒ نے فرمایا التصوف استعمال کل خلق سنی و ترک کل خلق دنیٰ یعنی تصوف

دراصل اپنے آپ کو اچھے اور عمدہ اخلاق سے سنوارنے اور نام بری عادتوں کو چھوڑ دینے کا نام ہے
حضرت جنیدؒ ہی کا قول ہے کہ خلق چار چیزیں کو کہتے ہیں، سخاوت، الفت، تصیحت اور شفقت

محبت و شفقت

حضرت جنیدؒ سے خلق خدا پر شفقت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ جو کچھ لوگ تم سے مطا
کریں وہ ان کو ادا کر دیا کرو، ان پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جو وہ اٹھانہ سکیں اور ان سے ایسے انداز میں خطا
نہ کرو جس سے وہ آستانہ ہوں گے

حضرت ابو بکر کسائی نے حضرت جنیدؒ کو ایک خط لکھا جو اب دینے سے حضرت نے ازراہ شفقت
گریز کیا اور بعد ازاں ایک خط میں وضاحت فرمائی کہ جواب میں تاخیر کی وجہ ناراضی نہیں ہے کیونکہ آ
مجھے بے حد عزیز ہیں البتہ جواب اس لئے نہیں دیا کہ میں وہ خط کسی اور کے ہاتھ نہ لگ جائے اور
وہ اپنی جہالت کی وجہ سے آپ کے لئے پریشانی کا موجب نہ بن جائے۔ کچھ عرصہ پہلے میں نے اہل
کو ایک خط لکھا تھا جو کسی نے کھول لیا اور وہ بات میرے اور میرے دوستوں کے لئے بگڑنے کا موجب
کا باعث بن گئی۔ مخلوق خدا زنی کی ضرورت مند ہے اور معرفت کی جو باتیں عوام کی سمجھ سے بالاتر ہیں
زنی اور شفقت کا تقاضا یہی ہے کہ وہ ان کے سامنے نہ کی جائیں تم لوگوں سے صرف وہ باتیں کہا کر
جن کو وہ جانتے اور سمجھتے ہیں اور جن باتوں کی وہ معرفت نہیں رکھتے انہیں چھوڑ دینا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ
نے علماء اور حکماء کو اپنی رحمت بے پایاں سے سراپا رحمت بنا دیا ہے اور پھر یہ رحمت لوگوں کے
درمیان پھیلا دی ہے۔ پس تم ہمیشہ ایسے عمل کیا کرو کہ تمہارا وجود دوسروں کے لئے باعث رحمت
جائے اگرچہ اللہ نے تمہیں اپنے نفس کے لئے بلا و آزمائش ہی کیوں نہ بنا دیا ہو گے

خلوص و خیر خواہی

حضرت جنیدؒ کو اپنے احباب اور اصحاب سے بے حد محبت تھی۔ خلوص کا اظہار ان کے خطوط

۱۔ تذکرۃ الاولیاء ص ۳۲۳، عوارف العارفین اور ترجمہ ص ۲۸۸، ۲۔ المبعوث فی التصوف ص ۲۳۱، ۳۔ ایضاً ص ۲۳۱-۲۳۲

کے لفظ لفظ سے ہوتا ہے۔ حضرت جنیدؒ نے اپنے خطوط میں اپنے احباب کے حق میں ایسی دعائیں کی ہیں جو سے مکتوب الہیم کے روحانی احوال و مقامات پر روشنی پڑتی ہے اور خیر خواہی کا حق بھی ادا ہو جاتا ہے۔ ایک خط کا آغاز ان الفاظ میں ہوتا ہے اَشْرَكَ اللهُ يَا اَخِي بِالْاَصْطِفَاءِ وَجَمْعِكَ بِالْاِحْتِوَاءِ وَخَصَّكَ بِعِلْمِ اَهْلِ النَّهْيِ وَاطَّلَعَكَ مِنَ الْمَعْرِفَةِ عَلَى مَا هُوَ اَوْ لِي وَتَمَمَّ... لَكَ مَا تَرِيدُ مِنْكَ لَهْ لَعْنِي اے میرے بھائی! اللہ تعالیٰ اپنے انتخاب سے تجھے چن لے، تمہیں اپنے ساتھ ملائے، اونچی رسائی والے لوگوں کے علم کے ساتھ تمہیں مخصوص کر لے، تمہیں ایسی معرفت سے باخبر کرے کہ جو بہتر ہے اور تمہارے لئے وہ سب کچھ مکمل کر دے جو وہ تم سے چاہتا ہے۔

ایک خط کے ابتدائی جملے یہ ہیں اَلرَّمْلُ بِطَاعَتِهِ وَخَصَّكَ بِوَلَايَتِهِ وَجَلَّلَكَ بِسِرِّهِ وَوَفَّقَكَ بِسُنَّةِ نَبِيِّهِ وَاطَّلَعَكَ عَلَى فِهْمِ كِتَابِهِ وَانطَقَكَ بِالْحِكْمَةِ وَآنَسَكَ بِالْقُرْبِ لَهْ لَعْنِي اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی طاعت کے ساتھ کرامت بخشے، اپنی ولایت کے ساتھ تمہیں مخصوص کر لے، اپنے سیر (راز) سے تمہیں جلالت بخشے، اپنے نبیؐ کی سنت پر چلنے کی توفیق دے، اپنی کتاب کو سمجھنے کی صلاحیت عطا فرمائے، دانائی کی باتیں کرنے کی طاقت دے اور اپنے انس کا قرب مرحمت فرمائے۔

ایک اور خط کے تمہیدی کلمات اس طرح ہیں حَاطَكَ اللهُ بِحِيَاطَتِهِ الَّتِي يَحُوطُ بِهَا السَّمْلَخِيينَ مِنَ اَحْبَابِهِ وَثَبَّتَكَ وَاِيَانَا عَلَى سُبُلِ مَرْضَاتِهِ وَادْرَجَكَ بِكَ تَبَابِ اُنْسِهِ وَكَلَّاكَ فِي الْاِحْوَالِ كُلِّهَا كَلَايَةَ الْجَنِينِ فِي بَطْنِ اُمِّهِ لَهْ لَعْنِي اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی حفاظت میں رکھے جیسے وہ احباب میں سے ان لوگوں کو رکھتا ہے جو اخلاص کے طالب ہوتے ہیں۔ آپ کو اور ہمیں اپنی رضا کی راہوں پر ثابت قدم رکھے، تمہیں اپنے خیام انس میں جگہ دے اور تمہارے تمام احوال میں اس طرح نگہداشت کرے جیسے وہ بچے کی بطن مادر میں نگہداشت کرتا ہے۔

ہمدردی و غمخواری

حضرت جنیدؒ کا معمول تھا کہ ان کے احباب میں سے کوئی بیمار ہوتا تو وہ ضرور جا کر عیادت کرتے

لہ اطلاع فی التصوف ص ۲۴۱ ۲۴۲ کتاب مذکور ص ۲۴۲ ۲۴۳

اسی طرح دوسروں کے دکھ درد میں برابر شریک ہوتے رہتے۔ جب کسی کو تکلیف میں دیکھتے تو خود بے قرار ہو جاتے۔ بمساق ۵

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیسر سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے
حضرت جنیدؒ کا یہ قول اسی حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا میں اپنے آپ کو اولین
وآخرین کے گناہوں کے مواخذے کا ذمہ دار سمجھتا ہوں۔

شیخ عطارؒ اس قول کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ابوالقاسم جنیدؒ اپنے آپ کو عہدہ تقیرو
قطبیر پر سمجھتے تھے یعنی دوسرے تمام لوگوں کی حفاظت کی ذمہ داری اپنے سر لیتے تھے۔ یہ نشانِ کلیت
تھا اور وہ یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے کو تمام دنیا تصور کرے، تمام مخلوق کو اپنے اعضا و جوارح کی مانند خیال
کرے اور امید المومنین کنفس واحدة مومنوں کا سردار ایک نفس واحد کی طرح ہوتا ہے کے
مقام پر جا پہنچے۔ ان کا یہ قول انہی معنوں میں تھا جیسا کہ حضور سرور کائناتؐ نے فرمایا ہے کہ کسی نبی کو
اسی اذیت نہیں پہنچائی گئی جیسی کہ مجھے پہنچائی گئی ہے لہ

خوش خلقی و خندہ روی

حضرت جنیدؒ کا فرمان ہے کہ اگر کوئی فاسق شخص کہ جو خوش خلق ہو میرے پاس آکر بیٹھے تو وہ مجھے
زیادہ پسند ہے نسبت ایسے قاری کے کہ جو بدخلق ہو لہ

مروت و دوستداری

حضرت جنیدؒ نے فرمایا المرؤۃ احتمال بذل الاعوان ۳۵ یعنی مروت (مردانگی) یہ ہے کہ انسان
اپنے بھائیوں کی لغزشوں کو برداشت کرتا رہے۔ حضرت جنیدؒ نے ایک روز اپنے ساتھیوں سے فرمایا
اگر میں یہ سمجھتا کہ دو رکعت نفل پڑھنا تمہارے پاس بیٹھنے سے زیادہ فضیلت اور ثواب والی چیز ہے تو

۱- تذکرۃ الاولیاء ص ۳۲۲ ۲- اللع فی القصوف ص ۱۴۰ ۳- تذکرۃ الاولیاء ص ۳۳۳ ۴- طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۱

کبھی تمہارے پاس نہ بیٹھتا یعنی میں سمجھتا ہوں کہ اجلب کے پاس میرا بیٹھنا بھی عبادت ہے لہ
اسی طرح منقول ہے کہ حضرت جنیدؒ مسلسل روزے رکھا کرتے تھے لیکن جب کوئی دوست
آجاتا تو روزہ توڑ دیتے اور فرماتے کہ دوستوں کے ساتھ کھانا پینا نقلی روزے سے ثواب میں کسی
طرح کمتر نہیں ہے

روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرت جنیدؒ کے سامنے بار بار اس امر کا شکوہ کیا کہ اس زمانے میں
برادران دین جو مخلص ہوں کیاب بلکہ نایاب ہو گئے ہیں۔

حضرت نے ارشاد فرمایا بھائی اگر تم یہ چاہتے ہو کہ کوئی تمہارے خرچ خوراک کا بوجھ اٹھائے
اور تمہاری ادیتیں بھی سبے تو واقعی ایسا شخص مشکل سے ملتا ہے اور اگر تم خود دوسروں کا بوجھ اٹھانے
کو تیار ہو تو ایسے برادران دین تو میرے نزدیک بہت سے موجود ہیں ۳

حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ اگر تمہارا کوئی دوست ہو تو اس کے سامنے اپنے کردار اور اخلاق سے
ایسی کسی بات کا مظاہرہ نہ کرو جو اسے ناگوار گزرے لگے

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی دو شخص سچے روحانی بھائی بن جائیں پھر بعد میں کوئی ایک دوسرے
سے نفرت کرنے لگے تو ضرور کسی نہ کسی میں کوئی خامی ہوگی کیونکہ روحانی دوستی چشمہ صافی و شیریں سے
زیادہ پاکیزہ ہے۔ یقیناً جو کام بھی اللہ تعالیٰ کی خاطر ہوتا ہے اس میں خدا از خود صفائی پیدا کر دیتا ہے
اور ایسا کام ہمیشہ باقی رہنے والا ہوتا ہے ۴

تواضع وانکسار

حضرت جنیدؒ سے تواضع کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا تواضع خلق خدا کے
لئے عاجزی اور نرم روی ہے لہ

حضرت جنیدؒ کے نزدیک تواضع خاصہ تصوف ہے کیونکہ صوفی زمین کی طرح ہوتا ہے جو سب

۱۔ اللع فی التصوف ص ۲۱، تذکرۃ الاولیاء ص ۳۲۳، ۲۔ ایضاً ص ۳۲۳، ۳۔ اللع فی التصوف ص ۲۰۹

۴۔ عوارف العارف اردو ترجمہ ص ۲۹۲، ۵۔ تصوف ص ۶۸، رسالہ تشریح ص ۶۸، عوارف العارف اردو ترجمہ ص ۲۹۲

کے لئے بھی رہتی ہے۔

حضرت جنید کا فرمان یہ ہے کہ تو وضع یہ ہے کہ انسان دونوں جہانوں کے لوگوں پر کبر نہ کرے اور حق تعالیٰ کے ساتھ مستغنی ہو جائے ۱۵

حضرت جنید نے اپنے پہلے یادگار وعظ کے بعد کچھ عرصہ تک وعظ کہنا بند کر دیا تھا پھر حیب وعظ کرنے کے لئے منبر پر شریعت لائے تو ساتھ ہی یہ فرمایا کہ اگر حدیث میں یہ نہ ہوتا یوں فی انحد الزمان زعیم القوم اردو احمد یعنی زمانہ آخر میں قوم کا سردار وہ ہوگا جو ان سب سے کتر ہوگا تو میں کبھی وعظ نہ کہتا۔ ۱۶

بلاشبہ یہ حضرت جنید کے تواضع و انکسار کا اظہار کمال ہے اور یہ آپ کی عظمت کا بہت بڑا نشان ہے۔ ۱۷

ازاں بر ملا نیک شرف داشتند کہ خود را بہ از سگ نپنداشتند

اخلاقِ باطنہ

حضرت جنید سے فقر اور غنا کی فضیلت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا الفضل فی التقی لا فی فقر ولا فی غنی، یعنی فضیلت تقویٰ میں ہے نہ کہ فقر یا غنا میں ۱۸

تقویٰ و خشیت

حضرت جنید نے فرمایا متقی وہ نہیں ہے جو لوگوں کے لئے وہی بات پسند کرتا ہو جو اپنے لئے پسند کرتا ہو بلکہ متقی وہ ہے جو لوگوں کے لئے اپنی ذات سے زیادہ بہتر چیز پسند کرتا ہو ۱۹

حضرت جنید سے خوفِ خدا کے بارے میں دریافت کیا گیا تو ارشاد فرمایا تو مع العقوبۃ مع مجاری الانفاس ۲۰ یعنی ایک ایک سانس کے ساتھ سزا اور عقوبت کی توقع رکھنا۔

۲۳۳

۱۵- تذکرۃ الاولیاء ص ۳۲۷ ۱۶- التقرن ص ۱۱۱، ص ۲۳۵ ج ۲ ۱۷- طبقات الصوفیہ ہروی ص ۱۵۵ ۱۸- غنیۃ الطالبین اردو ترجمہ

۱۹- رسالہ تشبیر ص ۶۸

خشوع و خضوع

حضرت جنیدؒ سے خشوع کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا تذلل القلوب لعلام الغیوب لہ
یعنی امورِ غیب کے سب سے زیادہ جاننے والے خدا کی خاطر اپنے دلوں کو جھکا دینا۔

فتاعت واستغنا

حضرت عبدالوہابؒ کہتے ہیں کہ میں حج کے زمانے میں حضرت جنیدؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور آپ
کے ارد گرد اہلِ عجم اور نو مسلموں کی بہت سی تعداد موجود تھی۔ اتنے میں ایک آدمی پانچ سو دینار لے
کر آیا اور پیش کئے اور کہنے لگا کہ یہ ان فقراء میں تقسیم فرما دیجئے۔ آپ نے دریافت فرمایا کیا تمہارے
پاس اور بھی دینار ہیں۔ وہ بولا حضرت! میرے پاس اور بھی بہت سی دولت ہے۔ پھر حضرت نے
ارشاد فرمایا اچھا یہ بتاؤ کہ تم جو کچھ تمہارے پاس ہے اس میں اصلے کے خواہاں ہو؟ اس نے اثبات
میں جواب دیا تو فرمایا پھر تم ان دیناروں کو بھی لے جاؤ کیونکہ تم تو ہم سے بھی زیادہ ان کے حاجتمند
ہو۔ چنانچہ آپ نے وہ دینار قبول نہیں فرمائے۔

حضرت غلدیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جنیدؒ کو فرماتے سنا ہے کہ اگر تم سے ہو سکے تو اپنے
گھر کے برتن مٹی کے برتنوں کے سوا نہ رکھا کرو۔ حضرت غلدیؒ مزید بتاتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ کے اپنے
گھر کے برتن تمام مٹی ہی کے تھے۔

صبر و استقامت

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں دنیا کے مصائب و تکالیف سے کبھی مگر خاطر نہیں ہوتا کیونکہ
میں جانتا ہوں کہ دنیا ہے ہی مصیبت کا گھر اور یہی اس کی اصلیت و حقیقت ہے۔ پس جب کوئی
مصیبت اور تکلیف آتی ہے تو اس کو اصل خیال کرتا ہوں جبکہ کوئی راحت اور آسائش ملتی آجاتی

ہے تو اس کو خلافتِ اصل اور محض خدا کی رحمت سمجھتا ہوں اور اس پر شکرِ الہی بجالاتا ہوں ۱۷
 حضرت جنیدؒ نے صبر کی تعریف بیان کی ہے کہ صبر نفس کو خدا کے معاملے میں جزع فزع سے باز رکھنے
 کا نام ہے۔ مزید صبر تلخیوں کو برداشت کرنے اور چہرے پر ناگواری کے احساسات تک کو نہ لانے کو کہتے ہیں ۱۸
 حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ دنیا سے آخرت کی طرف چلنا مومن پر آسان اور سہل ہے اور خدا کی راہ میں مخلوق
 کو چھوڑ دینا مشکل ہے جبکہ نفس کو چھوڑ کر خدا کی بجانب رجوع کرنا مشکل تر ہے اور صبر مع اللہ مشکل ترین
 امر ہے ۱۹

حضرت جنیدؒ سے صبر کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر دوسروں کے
 خرچ و خوراک کا بارگراں اٹھاتے رہنا صبر ہے حتیٰ کہ ان کے تنگ دستی کا زمانہ گزر جائے ۲۰

تزکیہٴ نفس و تطہیرِ قلب

توبہ و انابت

حضرت جنیدؒ سے توبہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا کہ توبہ تمہارے اپنے گناہ کو بھول جانا
 ہے۔ امام کلاباذمیؒ نے وضاحت کی ہے کہ بھولنا یہ ہے کہ تمہارے دل سے اس فعل کی حلاوت اس
 طرح نکل جائے کہ تمہارے سر (راز) پر اس کا کوئی اثر باقی نہ رہے اور تم ایسے آدمی کی مانند بن جاؤ کہ اس
 حلاوت سے قطعاً لذت آشنا نہیں ۲۱

مخالفتِ نفس

حضرت جنیدؒ کا ارشاد ہے کہ جو نفس کو اس کی خواہش پر مدد پہنچائے وہ اس کے فعل میں شریک
 ہے کیونکہ بندگی کے لئے ادب ضروری ہے اور سرکشی سراسر بے ادبی ہے ۲۲

۱۷ صفتہ الصفوح ۲ ص ۲۳۴، انوار القدسیہ ص ۱۰۹، تذکرۃ الاولیاء ص ۳۲۲، ۳ رسالہ تشریحہ ص ۱۵، ۴ الملح فی التصوف ص ۵۳

۱۹ التعرف ص ۶۶، ۲۰ عوارف العارف اردو ترجمہ ص ۳۳

حضرت جنیدؒ نے نفسِ امارہ کا ان الفاظ میں تعارف کرایا ہے النفس الامارة بالسوء ہی الداعية الى الممالک العینة للاعداء المتبعة للمهوى المتحصنة باصناف الاسواعل یعنی برائی کا حکم دینے والا نفس ایسی ہلاکت کی جگہوں کی طرف بلانے والا ہے کہ جو دشمنانِ خدا کے لئے مقرر ہیں۔ یہ خواہشات کی پیروی کرنے والا ہوتا ہے اور ہر طرح کی برائیوں کا نشانہ نہمت ہوتا ہے۔

حضرت جنیدؒ کے نزدیک نفس کی بیماری کی دو اور بھی مخالفتِ نفس ہی میں ہے جیسا کہ اس حکایت سے ظاہر ہے۔ حضرت جنیدؒ خود بیان کرتے ہیں کہ ایک رات مجھے نیند نہیں آرہی تھی۔ درو پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا تو اس میں بھی اس حلاوت کو نہ پایا جو مجھے پہلے محسوس ہوا کرتی تھی۔ میں نے سوچا کہ سورہوں لیکن ایسا بھی نہ کر سکا۔ دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ ناگاہ ایک شخص کو راستے میں عبا پیٹے پڑا پایا۔ آہٹ سن کر کہنے لگا اے ابوالقاسم آپ اس وقت میرے پاس تشریف لائے ہیں، آپ کا شکریہ۔

میں نے جواب دیا ہاں جناب آیا تو ہوں مگر وعدے یا ارادے کے بغیر۔ وہ کہنے لگا کہ میں نے محرکِ قلوب (خداوند تعالیٰ) سے التجا اور دعا کی تھی کہ وہ آپ کے دل کو میری طرف پھیر دے۔ میں نے اس پر کہا یہ تو خداوند تعالیٰ نے کر دیا اب فرمائیے کہ بلانے کی آخر کیا ضرورت پیش آئی۔ کہنے لگا بس یہ بتا دیجئے کہ کب نفس اپنی بیماری کی خود دوا بن جاتا ہے؟ میں نے جواب دیا کہ جب نفس اپنی خواہشات کی مخالفت کرنے لگ جاتا ہے تو یہ اپنی بیماری کی خود دوا بن جاتا ہے۔ اتنا سننا تھا کہ وہ اپنے نفس سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا، اے نفس! تم اچھی طرح سن لو، یہی جواب میں نے بھی سات بار تمہیں دیا تھا مگر تمہاری تسلی نہ ہوئی تھی۔ تم چاہتے تھے کہ خود حضرت جنیدؒ کا فیصلہ سنو لہذا اب تو ان کا فرمان سن لیا ہے۔ اس کے بعد وہ شخص چلا گیا اور یہ پتہ نہ چل سکا کہ وہ کون بزرگ تھا۔

حضرت جنیدؒ کے نزدیک اتباعِ ہوائے نفس دراصل بنیادِ کفر ہے جیسا کہ ان کا قول ہے کہ کفر کی بنیاد یہ ہے کہ بندہ خواہشاتِ نفس کی پیروی کرنے لگ جائے۔

حضرت جنیدؒ سے وصلِ الہی کا راز پوچھا گیا تو فرمایا راز یہ ہے کہ خواہشاتِ نفس کی پیروی کو کبیر ترک کر دیا جائے۔

زہد دنیا

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ زہد یہ ہے کہ ہاتھ مال و متاع سے اور دل مال کی طلب و طمع سے خالی ہوں ۱۷

حضرت جنیدؒ کا ایک قول یہ ہے کہ زہد دراصل یہ ہے کہ جس سے ہاتھ خالی ہوں اس سے دل بھی خالی ہو ۱۸

حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا کہ جس نے دنیا کو بڑا سمجھا اور اس کی عزت کی ہو اور پھر دنیا میں اس کی آنکھیں کبھی ٹھنڈی ہوئی ہوں۔ آنکھیں تو صرف اسی کی ٹھنڈی ہوتی ہیں کہ جو دنیا کو حقیر سمجھے اور اس سے منہ موڑ لے ۱۹

فقر سہرا پا فخر

حضرت جنیدؒ نے فرمایا فقر تمام اندیشوں اور اشکال سے دل کو خالی کر دینے کا نام ہے حضرت گنج بخشؒ وضاحت فرماتے ہیں کہ جب انسان کا دل اندیشہ شکل سے خالی ہو جائے گا تو پھر مال بچانے کے لئے کون سی شکل رہ جائے گی ۲۰

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ سچے فقیر کی علامت یہ ہے کہ وہ کسی سے سوال نہیں کرتا، نہ کسی سے جھگڑتا ہے اور اگر کوئی اس سے جھگڑا کرے تو وہ خاموش رہتا ہے ۲۱

ان کا ایک اور قول یہ ہے کہ فقیر صادق وہ ہوتا ہے کہ وہ کسی چیز سے دولت مند نہیں ہوتا جبکہ ہر چیز اس کی بدولت دولت مند ہو جاتی ہے ۲۲

حضرت جنیدؒ کا فرمان ہے کہ فقر بلا اور آزمائش کا بحر بیکراں ہے اور اس کی ہر بلا اور آزمائش عزت کا گوہر تابدار ہے ۲۳

۱۷ التعرف ص ۶۵، اللع فی التصوف ص ۲۶، رسالہ تشریح ص ۵۶، رسالہ تشریح ص ۵۳، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۵

۱۸ کشف المحجوب ص ۳۲، اللع فی التصوف ص ۲۸، اللع فی التصوف ص ۱۰۸، اللع فی التصوف ص ۱۰۸

حضرت جنیدؒ سے تمام لوگوں سے زیادہ طاقتور شخص کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا الفقیر الراضی
یعنی وہ فقیر جو اپنے فقر پر خوش ہو۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ صاحبِ فقر ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے جو چاہے کر سکے البتہ وقت ایسی
چیز ہے جس پر صبر کرنا اس کے لئے دشوار ہے ۱۷

بر دست فقیر نیست نقدے بہ جز وقت،

اں نیز کہ از دست رود دوائے برو،

حضرت جنیدؒ سے پوچھا گیا کہ استغنا باللہ اور افتقار الی اللہ میں کون سی حالت کامل ہے۔ ارشاد
فرمایا کہ اللہ کی طرف فقر، استغنا کے لئے بھی لازم ہے۔ جب فقر صحیح ہو جاتا ہے تو استغنا بھی مکمل ہو
جاتا ہے۔ اس لئے ان دونوں حالتوں میں سے ایک کا کامل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ
دونوں لازم ملزوم ہیں، دونوں حالتیں ایک دوسرے کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتیں۔ اصل بات یہی
ہے کہ فقر صحیح ہو تو غنا صحیح ہو سکتا ہے ۱۸

ایک حدیث شریف میں ہے کہ سچا صاحبِ فقر اغنیاء سے پانچ سو سال پہلے جنت میں داخل ہو
گا۔ حضرت جنیدؒ سے دریافت کیا گیا کہ ایسے فقیر کی کیا صفات ہوں گی ارشاد فرمایا ایسا فقیر منکرات کے سلسلے
میں اپنے دل و عمل کے ساتھ حکمِ خداوندی کی موافقت کرتا ہے، فقر کو نعمتِ خداوندی سمجھتا ہے اور اس
کے زائل ہو جانے کے بارے میں اسی طرح فکر مند ہوتا ہے جیسے کوئی دولت مند اپنی دولت کے بارے
میں فکر مند ہوا کرتا ہے۔ وہ صبر کرنے والا، اپنا محاسبہ کرنے والا اور اپنے فقر پر فکر کرنے والا ہوتا ہے کیونکہ
مالکِ حقیقی نے فقر کو اس کے لئے منتخب کیا تھا۔ ایسا شخص اپنے دین کا محافظ اپنے فقر کو چھپانے والا،
لوگوں کے مال و متاع کی پروا نہ کرنے والا اور اپنے فقر میں اپنے رب کے ساتھ مستغنی ہوتا ہے جیسا کہ
حق تعالیٰ نے فرمایا ہے لِلْفُقَرَاءِ الَّذِينَ أَحْصُوا ذُنُوبَهُمْ سَبِيلِ اللَّهِ۔ الیہ ۱۹

خلوت و عزلت

حضرت جنیدؒ نے فرمایا جو شخص اپنے دین کو سلامت اور بدن کو راحت و آرام میں رکھنا چاہتا ہے

نو لوگوں سے زیادہ میل ملاپ نہیں رکھنا چاہیے کیونکہ یہ زمانہ وحشت کا ہے۔ اس میں عقلمند وہی ہے کہ جو گوشہ نشینی اختیار کر لے لے

حضرت جنیدؒ کا فرمان ہے مکابدة العزلة اليسر من مدارة الخلطة لے یعنی گوشہ نشینی کی تکالیف میل جول کی مدارات سے آسان تر ہوتی ہیں۔

حضرت جنیدؒ کا ایک قول یہ ہے کہ جو شخص لوگوں سے میل جول زیادہ رکھتا ہے گویا وہ لوگوں کے درمیان دورہ کرتا ہے اور انہیں اپنے اعمال کا دکھاوا کرتا ہے لے

اکلِ حلال

حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے بصفاء المطعم والملبس والسكن يصلح الامر كله لے یعنی پاک صاف کھانے، لباس اور رہائش کے ذریعے سارا معاملہ صحیح ہو جاتا ہے۔
حضرت جنیدؒ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ انسان کا دین کا نام لے کر یا اسے بیچ کر کھانا ایک ناپسندیدہ اور ناپاک حرکت ہے لے

عشقِ الہی

لَوْ لَا كُنَّا مَعْرِفَاتَا الْمَهْوَى لَوْ لَا الْمَهْوَى مَا عَرَفْنَاكُمْ
ترجمہ:۔ اگر تم نہ ہوتے تو ہمیں عشق کی پہچان نہ ہوتی، اسی طرح اگر عشق نہ ہوتا تو ہم تمہیں پہچان نہ سکتے۔

عشقِ الہی کی تعریف

حضرت سید علی ہجویریؒ فرماتے ہیں کہ خدا کی محبت بندے کے ساتھ یہ ہے کہ خدا اس کو وسیع

لے الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۹، رسالہ فقیر ص ۲۹ لے کتاب مذکور، کتاب مذکور لے میرالادلیا، صفحہ ۳۷ اللع فی التصوف ص ۱۸۲، ص ۵۵ ایضاً

نعمتیں عطا فرمائے، اس کو دنیا و آخرت میں خوشحالی و قارغ البالی، عزت و آبرو اور اجر و ثواب عطا فرمائے اسے شرک کی آلودگیوں سے محفوظ اور اپنی عنایاتِ ازلی سے بہرہ ور کرے جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو ان خوبیوں سے مخصوص فرماتا ہے تو اس کے اس خاص ارادے کا نام محبت رکھتے ہیں اور یہ مسلک حضرت حارث محاسبیؒ، حضرت جنیدؒ اور مشائخ کی ایک جماعت کا ہے لہ

عشقِ الہی کے تقاضے

حضرت جنیدؒ سے محبت کے بارے میں سوال کیا گیا تو ارشاد فرمایا دخول صفات المحبوب علی البدل من صفات المحب والتغافل بالکلیہ عن صفات نفسه والاحساس بہا لہ یعنی محبت یہ ہے کہ محبت کرنے والا اپنی صفات کے بدلے میں اپنے محبوب (خدا) کی صفات کو اختیار کر لے اور اپنی ذاتی صفات سے مکمل طور پر غافل ہو جائے اور ان کا احساس تک باقی نہ رہے۔

شیخ ابو نصر سراجؒ اس قول کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ اس فرمانِ نبویؐ کے مطابق ہے کہ جس میں کہا گیا ہے کہ جب بندہ تقرب بالتواقل کے ذریعے سے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے فاذا احببتہ کنت عینہ الذی ببصرہ وسمعہ الذی یسمع بہ ویدہ الذی یبطش بہ لہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے فرمایا کہ جب حضرت جنیدؒ عالمِ سکر میں ہوتے تو سوائے اس بات کے کچھ نہ فرماتے کہ اس عاشق پر ہزار افسوس ہے جو اللہ تعالیٰ کی دوستی کا دم بھرے اور جو اسرارِ الہی اس پر نازل ہوں ان کو فوراً دوسروں کے سامنے ظاہر کر دے لہ

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں المحبۃ اذراط الیل بلا نیل یعنی اگر محب کو محبوب کی جانب سے کچھ حاصل نہ بھی ہو تو بھی ان کا محبوب کی طرف میلانِ محبت بڑھتا ہی جاتا ہے جبکہ بقول حضرت جنیدؒ عام لوگوں کی محبت کسی نہ کسی غرض کے لئے ہوا کرتی ہے اور وہ غرض نہ رہے تو محبت بھی باقی نہیں رہتی۔

۱۵ کشف المحجوب ص ۳۶۲ ۱۶ رسالہ قشیریہ ص ۱۲۵ ۱۷ اللع فی التصوف ص ۵۹ ۱۸ فوائد الساکین ص ۱۵

۱۹ رسالہ قشیریہ ص ۱۲۵ - ۱۲۶

اقسامِ مجیدین

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں کی محبت الہی میں دو قسمیں ہیں (۱) عام (۲) خاص۔ عوام اللہ تعالیٰ کے احسانات کی کثرت اور دوام کی وجہ سے اس سے محبت کرتے ہیں مگر ان کی محبت کم و بیش ہوتی رہتی ہے جبکہ خواص کی محبت بھی خاص ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے اپنے محبوب۔ اللہ تعالیٰ کی صفات اور اسماءِ حسنیٰ کو پہچان لیا ہوتا ہے اور ذاتِ حق محبت کی مستحق قرار پا چکی ہوتی ہے۔ وہ ان کے نزدیک ہمیشہ محبت کا اہل ہے خواہ وہ ان سے ساری نعمتوں کو زائل ہی کیوں نہ کر دے لے

حضرت جنیدؒ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ بیدار رہنا عاشق کی ذاتی کوشش ہے اور نیند اور سلا دینا محبوب حقیقی کی بخشش و عنایت ہے جیسا کہ حضرت اصفہانیؒ کو تحریر فرمایا تھا کہ نیند اللہ تعالیٰ کی جانب سے اپنے دوستوں پر عطا و بخشش ہے۔

عاشق کے اوقاتِ تاسف

حضرت جنیدؒ سے پوچھا گیا کہ محب کو اپنے اوقات میں سے کس وقت پر اظہارِ افسوس کرنا چاہیے تو ارشاد فرمایا علی زمان بسط اور ثقبضاً اور زمان انسٍ اعدت وحشة یعنی روحانی انبساط پر کہ جس کے بعد روحانی انقباض آجائے یا زمانہ انس کہ جس کے بعد وحشت طاری ہو جائے اس کے بعد انہوں نے یہ شعر پڑھا

قَدْ كَانَ لِي مَشْرَبٌ يَصْفُو بُرُؤِيَتَكُمْ فَكَدَّرْتُهُ يَدُ الْاَيَّامِ حِينَ صَفَا لَه

یعنی میرے لئے پینے کی ایک گھاٹ تھی جو تمہاری زیارت سے صاف رہتی تھی پھر وہ صاف ہی تھی کہ گردشِ روزگار نے اسے مکدر کر کے رکھ دیا۔

فضیلتِ محبتِ الہی

حضرت جنیدؒ کا قول ہے محبت الہی بذاتِ خود اللہ تعالیٰ کی جانب سے دل کو نورانیت اور

فرحت کے ساتھ قرب بخشنے والی ہے اور عشق الہی کے کمال کی علامت حضرت جنیدؒ کے الفاظ میں یہ ہے کہ دل میں محبوب کی یاد فرحت اور سرور کے ساتھ ہمیشہ تازہ رہے، اپنے محبوب کی طرف جانے کا اشتیاق ہو، اسی سے اُنس پائے اور اپنی ذات سے محبت کو محبوب کی محبت پر قربان کر دیا جائے لے

ثمرہ محبت الہی

خواجہ اجمیریؒ نے فرمایا کہ حضرت جنیدؒ سے پوچھا گیا کہ محبت کا ثمرہ کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ سے اس قدر سرور اور اشتیاق ہو جائے جتنا سرور و اشتیاق ممکن ہو سکتا ہے اور جسے خدا محبوب رکھتا ہے بہشت بھی اس کے بقا کی آرزو مند ہو جاتی ہے لے

رضاء محبت

حضرت خواجہ اجمیریؒ ہی کا ارشاد ہے کہ حضرت جنیدؒ سے پوچھا گیا کہ محبت کی رضا کیا ہے تو فرمایا اگر ساتوں دوزخ پوری عظمت اور ہیبت کے ساتھ اس کے دائیں ہاتھ پر رکھ دیئے جائیں تو عاشق یہ نہ کہے کہ میرے بائیں ہاتھ پر رکھ دو لے

وہد عند الموت

کتے ہیں کہ حضرت ابوسعید الخدریؓ وقتِ وصال بہت توجہ کرتے تھے حضرت جنیدؒ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب عارف کو یہ یقین ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ازراہ عداوت کبھی کوئی ناگوار برتاؤ نہیں کرتا اور اس کو جو تکلیفیں بھی پہنچیں گی ان میں بھی کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہوگی۔ اس لئے جب وہ دنیا میں ناگوار چیزیں دیکھتا ہے تو اس کی محبت اور زیادہ صاف ہو جاتی ہے چنانچہ موت کی سختیوں کے موقع پر اگر عاشق کی روح دوزخ شوق سے محبوب حقیقی کی طرف اڑتے لگے تو کوئی تعجب کی بات نہیں لگے

سے غمِ آنِ لفظ کہ مشاقِ پیار رسد آرزو مند نگارے بہ نگارے برسد

۱۔ توت القلوب ج ۳ ص ۹۸ ۲۔ دلیل العارفين ص ۱۷۳ ۳۔ حوالہ سابق ص ۱۷۳ ۴۔ المبع فی التصوف ص ۳۵

عین المحبت

کسی نے حضرت جنید سے عین المحبت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا اَنْ تُحِبَّ مَا يَحِبُّ اللهُ
فی عبادہ و تکرہ مَا يَكْرَهُ اللهُ فی عبادہ لہ یعنی تو بھی وہی پسند کرے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں
پسند کرتا ہے اسی طرح تو وہی ناپسند کرے جو اللہ اپنے بندوں میں ناپسند کرتا ہے۔

حضرت جنید کا مصاحب جنت

خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی بیان کرتے ہیں کہ حضرت جنید نے خدا سے مناجات میں اپنے جنت
کے ساتھی کے بارے میں دریافت کیا تو انہیں بتایا گیا کہ وہ فلاں شہر کے پاس رہنے والا ایک چرواہا
ہے۔ حضرت جنید اس کے پاس پہنچے۔ دامن کوہ میں وہ چرواہا دوسرے چند چرواہوں کے ساتھ رہتا
تھا۔ سب مل کر نماز باجماعت ادا کرتے تھے اور پھر اپنے کام یعنی بھیر بکریاں چرانے میں مصروف ہو
جاتے تھے۔ حضرت جنید چند روز ان کا مشاہدہ کرتے رہے لیکن انہیں کوئی باطنی معاملہ اور مجاہدہ مراقبہ نظر نہ آیا
اس پر حضرت جنید نے اپنا تعارف کرایا اور مناجات کی سرگزشت بیان کی اور چرواہے سے ان کے باطنی
معاملے کے بارے میں دریافت کیا تو کہنے لگا حضرت! میں ایک آن پڑھ شخص ہوں مجھے معلوم نہیں کہ باطنی معاملہ
کیا ہوتا ہے البتہ مجھ میں دو باتیں ضرور ہیں ایک تو یہ ہے کہ اگر اللہ تھالے ان سب پہاڑوں کو سونے کا بنا
دے اور میرے قبضہ تصرف میں ہو جائیں اور پھر میرے پاس سے جاتے رہیں تو مجھے ان کے چلے جانے کا
کوئی رنج نہیں ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر کوئی مجھ پر جفا کرے یا مجھ سے دفا کرے میں اس کو اس شخص
کی طرف سے نہیں جانتا بلکہ وہ سب کچھ خدا کی طرف سے سمجھتا ہوں کہ وہی حقیقت میں فاعل عنتر علی الاطلاق
ہے۔ یہ سن کر حضرت جنید نے فرمایا عزیز بھائی تمام خصائل حمیدہ کی اصل تو یہی دو صفیتیں ہیں جن کی
بدولت تم بہشت میں میرے ہم نشین بنو گے لہ

صدق

حضرت جنیدؒ نے صدق کی تعریف اپنے ایک رسالے میں یہ بیان کی ہے کہ انسان جب وہ سب کچھ عمل میں لائے جو از روئے علم اس پر واجب ہے تو اپنے نفس کی اچھی طرح نگرانی کیا کرے اور ہر کام میں رضائے الہی کا طالب ہو۔ صدق قول و فعل اور دل تینوں چیزوں میں ہوتا ہے، زبان سے سچ بولے صحیح طور پر کام کرے اور دل میں رضائے الہی کو متہائے مقصود بنائے رکھے۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ صدق کی حقیقت یہ ہے کہ تم ایسے مواقع پر بھی صدق (سچائی) سے کام لو جہاں جھوٹ بولنے کے سوا تمہارا چھٹکارا نہ ہو سکتا ہو۔

حضرت جنیدؒ کا ایک قول ہے کہ صادق ایک دن بین چالیس بار بدلتا ہے جبکہ ریاکار چالیس سال تک ایک ہی حالت پر رہتا ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ اس قول کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ صادق ایک دن میں چالیس بار اس لئے بدلتا رہتا ہے کہ وہ ہر بار سچ بولتا ہے جبکہ ریاکار شخص چالیس برس تک ایک ہی حالت یعنی ریاکاری پر اصرار کرتا رہتا ہے۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ صدق کی حقیقت یہ ہے کہ ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی موافقت کا چلن جاری رہتا ہے۔

اخلاص

حضرت جنیدؒ کے نزدیک اخلاص نیت کو خدائے واحد کے لئے خاص کر لینے اور ہمیشہ اسی کی رضا کے طالب ہونے کی کیفیت باطنی کا نام ہے۔ مخلص شخص لوگوں کی مدح و قدح سے بلند ہو کر محض خوشنودی خدا کے لئے نیکی کے کام کرتا رہتا ہے۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ اخلاص دراصل ہر کام میں نشائے الہی اور رضائے ربانی کو پیش نظر رکھنا اور
علا کی خاطر کام سرانجام دینے کا نام ہے لہ

حضرت جنیدؒ سے ایک بار اخلاص کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا ارتفاع رویتک و نفاؤ ملک
عن الفعل لہ یعنی اخلاص تمہارا اپنے عمل کے دیکھنے اور دکھانے سے بلند ہو جانا اور اپنے فعل
سے نفا ہو جانا ہے۔

ایک بار کسی نے حضرت جنیدؒ سے دریافت کیا کہ اخلاص کیونکر پیدا کیا جاسکتا ہے تو آپ نے
فرمایا اخلاص اللہ تعالیٰ کے معاملے میں مخلوق کو باہر نکال دینے کو کہتے ہیں اور یاد رکھو کہ نفس اس سلسلے
کی اولین مخلوق ہے جسے نکال باہر کرنا چاہیے لہ

حضرت جنیدؒ کا قول ہے الاخلاص سر بین اللہ و بین العبد لا یعلمہ ملک فیلتبہ
ولا شیطان فیفسدہ ولا ہوی فیملیہ لہ یعنی اخلاص بندے اور اس کے خدا کے درمیان
ایک سر بستہ راز ہے جسے نہ کوئی فرشتہ جان سکتا ہے کہ وہ لکھے، نہ شیطان کو اس کی خبر ہو سکتی کہ وہ اسے
خراب کر سکے اور نہ اس کا علم خواہشاتِ نفس کو ہو سکتا ہے کہ وہ اسے اپنی طرف مائل کر سکیں۔

حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ اخلاص عمل میں نے ایک حجام سے سیکھا ہے اور واقعہ یوں ہوا کہ
میں مکہ میں مقیم تھا اور میرے سر کے بال بہت زیادہ بڑھ گئے تھے۔ اپنے پاس اتفاق سے کوئی آسٹرا وغیرہ
نہیں تھا کہ بال مونڈ لیتا۔ چنانچہ ایک مو تراش کے پاس پہنچا۔ وہ مجھے نیک آدمی دکھائی دیتا تھا اس
لئے اس سے کتنے لگا خدا واسطے میرے بال کاٹ دیں۔ یہ سن کر وہ بولا ہاں ضرور، مہربانی فرما کر تشریف
لائیں۔ پہلے وہ مو تراش ایک دولت مند دنیا دار شخص کی حجامت بنا رہا تھا، اسے اس نے ایک طرف
بٹا دیا اور میرے بال مونڈ دیئے۔ میں جب جلتے لگا تو بڑے ادب کے ساتھ ایک لفافے میں کچھ درہم
بند کر کے پیش کئے اور التجا کی کہ میں انہیں اپنی ضروریات میں کام لاؤں۔ میں نے یہ لفافہ قبول کر لیا لیکن دل
میں یہ قصد کر لیا کہ جب بھی میرے پاس رقم آئے گی تو سب سے پہلے اس شخص کو دے دوں گا۔ مسجد میں
پہنچا تو ایک برادرِ طریقت نے آگے بڑھ کر مجھے یہ خبر سنائی کہ بصرہ کے کسی برادرِ طریقت نے ایک تھیلی بھجوائی

ہے جس میں تین سو دینار ہیں۔ وہ تھیلے کر میں فوراً اسی موتراش کے پاس پہنچا اور اسے دینی چاہی لیکن اس نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ موتراش کہنے لگا اے شیخ! آپ کو دوسرا احساس ہوتا کہ میں نے یہ کام محض اللہ کی خاطر کیا تھا اور آپ اس پر مجھے معاوضہ دینا چاہتے ہیں۔ بہر بافی فرما کر مجھے اس سلسلے میں مجبور نہ کریں لے

حیاء

حضرت جنیدؒ سے حیا کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا خدا کی نعمتوں کی کثرت کا مشاہدہ کرنا اور دوسری طرف شکر کے معاملے میں اپنی کوتاہی کا احساس کرنا۔ پس ان دونوں کے درمیان ایسی حالت پیدا ہو جاتی ہے جسے حیا کا نام دیا جاتا ہے لے

حضرت جنیدؒ کا حیا کے بارے میں ایک قول یہ ہے الحیاء من اللہ ازال عن قلوب اولیائہ سرور المسنة لے یعنی اللہ تعالیٰ سے حیا اس کے دوستوں کے دلوں سے احسان کے سرور کو زائل کر دیتی ہے۔

وصل

حضرت جنیدؒ سے سوال کیا گیا کہ وصل کیسے حاصل ہوتا ہے تو فرمایا کہ خواہشاتِ نفس پر عمل پیرا ہونے سے اجتناب کے ذریعے سے لے

حضرت محمد بن فرحانؒ کہتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ سے پوچھا گیا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ عاشق جب محبوب سے ملتا ہے تو وہ کیوں رونے لگ جاتا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ محض اپنے محبوب کو پالینے کی خوشی سے اور شدتِ شوق کی وجہ سے وجد کے طور پر ہوا کرتا ہے لے

لے رسالہ تشریح صفحہ ۲۳، رسالہ تشریح صفحہ ۹۹، طبقات الصوفیہ ص ۱۶۲، کشف المحجوب ص ۲۵۶

لے رسالہ تشریح صفحہ ۱۵

انس

حضرت جنیدؒ سے انس کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ انس یہ ہے کہ (خدا کا) رعب اور ہیبت برقرار رہتے ہوئے تکلف اور حسمت اٹھ جائے ۱۷

شیخ کلاباذیؒ ارتفاع حسمت کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ خوف کی نسبت رجا (امید) کا غلبہ ہو جائے ۱۸

انس کے بارے میں حضرت جنیدؒ کا ایک قول یہ ہے سرور القلب بحلاوة الخطاب ۱۹ یعنی مخاطبت کی شیرینی سے دل کو سرور حاصل ہو جانا۔

قرب الہی

حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ تمہیں جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ جس قدر اپنے بندوں کے دلوں کو اپنے قریب دیکھتا ہے، اسی قدر وہ بھی ان کے قریب آجاتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ تمہارے دل کے کتنا قریب ہے ۲۰

حضرت جنیدؒ سے قرب الہی کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا بعید بلا اقتراب قریب بلا التزاف ۲۱ یعنی وہ دور ہے بغیر قرب کے اور وہ قریب ہے بغیر چپکنے کے۔

مشاہدہ

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ مشاہدہ دراصل یہ ہے تم حق تعالیٰ کے وجود کو اپنے آپ کو کھودینے اور فنا کر لینے کے ساتھ مشاہدہ کرو ۲۲

حضرت جنیدؒ ہی کا یہ قول ہے ان ابلیس لم یزل مشاہدۃ فی طاعتہ وادم لم یفقد مشاہدۃ فی معیبتہ ۲۳

۱۷ عوارف العارف اور ترجمہ ص ۵۷۹ ۱۸ التعرف ص ۷۷ ۱۹ طبقات الصوفیہ بروی ص ۲۱۶ ۲۰ السبع فی التصوف ص ۵۷

۲۱ الطبقات الکبریٰ ص ۹۲ ۲۲ رسالہ شیرینہ ص ۷۷ ۲۳ التعرف ص ۹۹

یعنی شیطان اپنی (بے حد و حساب) طاعت میں بھی مشاہدہ حق کو نہیں پاسکا جبکہ حضرت آدم نے اپنی لغزش میں خدا کے مشاہدے کو ہرگز نہیں کھویا۔

توکل

حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ توکل کی حقیقت یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے سامنے ایسے رہو جیسے تم معدوم ہو اور اللہ تعالیٰ تمہارے سامنے ازلی اور ابدی حقیقت ہو۔
 حضرت جنیدؒ کا فرمان ہے کہ توکل دل کا عمل ہے جبکہ توحید دل کا قول ہے۔
 حضرت جنیدؒ سے توکل کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا توکل اپنے تمام حالات میں اللہ تعالیٰ پر دل کے اعتماد اور بھروسے کو کہتے ہیں۔
 حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ توکل پہلے حقیقت تھا اب محض کتابی علم ہو کر رہ گیا ہے۔ توکل نہ تو محض کسب کرنے کا نام ہے اور نہ ترک کسب کہتے ہیں بلکہ وعدہ حق پر اطمینان قلب کو کہتے ہیں۔

توجہ الی اللہ

حضرت جنیدؒ بتاتے ہیں کہ بندے کی اللہ تعالیٰ سے روگردانی اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا بندے سے (اعراض) کی نشانی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ایسے کاموں میں مشغول رکھے کہ جو لایعنی اور فضول ہوں۔
 حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں الغفلة عن الله اشدة من دخول النار یعنی اللہ تعالیٰ سے غافل ہونا جہنم میں جلنے سے زیادہ سخت ہے۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں لو اقبل صادق علی الله الف سنة ثم اعرض عنه لحظة كان ما فاتہ اكثر مما ناله یعنی اگر کوئی عاشق صادق لاکھوں سال اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہے اور قرب کی طرف بڑھتا رہے پھر لمحہ بھر کے لئے روگردانی کر لے تو جتنا کچھ دروہانی فائدہ اس نے پایا تھا

۱۔ التوفيق ص ۷۲ رسالہ تشبیہ ص ۳۵ اللع فی التصوف ص ۵۳ تذکرۃ الاولیاء ص ۳۲ ص ۳۶ ص ۲۳۶

۲۔ طبقات الصوفیہ ص ۱۵۹، رسالہ تشبیہ ص ۱۹، صفة الصوفیہ ج ۲ ص ۲۳۸، طبقات الصوفیہ ص ۱۶۱

اس سے کہیں زیادہ وہ کھو بیٹھے گا۔

۵ رفتہ رفتہ کہ خار را پاکشم عمل نماں شد از نظر
یک لمحہ غافل بودم و صد سالہ را ہم دور شد

ذکر

حضرت جنیدؒ کا ذکر کے بارے میں یہ شعر ہے۔

۵ ذکرتک لا آتی نیتک لمحۃً و الیسرمانی الذکر ذکر لسان^{۱۵}

یعنی اے میرے اللہ! میں نے تجھے ہمیشہ یاد کیا ہے اور تجھے کبھی لمحہ بھر کے لئے نہیں بھولا۔ ذکر الہی میں سے سب سے آسان ذکر اپنی زبان سے یاد کرنا ہے۔

حضرت جنیدؒ کا نقطہ نظر یہ تھا کہ ذکر الہی ہمیشہ مشاہدہ حق کے ساتھ ہونا چاہیے۔ وہی ذکر قابل قبول ہوتا ہے جیسا کہ ان کا فرمان ہے کہ جس نے مشاہدہ کے بغیر اللہ کا وہ مفتری (خدا پر جھوٹ بولنے والا) ہے ان کے اس قول کی صحت پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے قالوا نشہد انک لرسول اللہ ۶۳/۱ پھر ارشاد ربانی ہوا واللہ یشہد ان المنافقین لکاذبون۔ پس اللہ تعالیٰ نے انہیں جھوٹا قرار دیا کیونکہ گواہ کی بات سچی تھی لیکن وہ مشاہدے سے نہیں تھی ۱۵

ذکر الہی ہمیشہ خلوص کے ساتھ اور عرض رضائے الہی کے لئے ہونا چاہیے اور کوئی مادی غرض کی کدورت دل میں نہیں ہونی چاہیے تاکہ ذکر کا پورا پورا روحانی فائدہ میسر آسکے اور قرب خداوندی حاصل ہو سکے۔

حضرت جنیدؒ کا قول ہے ان اللہ یخلص الی القلوب من بترہا حسب ما خلصت القلوب^{۱۶} بہ الیہ من ذکرہ فانظر ماذا نھا لقلبک ۱۶ یعنی اللہ تعالیٰ دلوں کی طرف اسی قدر اپنی خاص اور خالص بھلائی پہنچاتا ہے جس قدر دلوں نے خلوص کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہو۔ پس تم نگاہ رکھا کرو کہ تمہارے دل میں کون سی چیز آکر مل گئی ہے؟

۱۵ التعرف ص ۷۷ ۱۶ الطبقات الصوفیہ ص ۱۵۷، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۴

خدا کا راستہ بتانے والے علماء اور مشائخ پر لازم یہ ہے کہ وہ خود خداوند تعالیٰ کی ذات پر اعتماد کیا کریں اور ماسواۃ اللہ پر بھروسہ نہ رکھا کریں ورنہ ان کا ذکر کرنا بھی بے سود رہے گا اور دلوں میں نہیں آئے گا۔ جیسا کہ حضرت جنیدؒ نے ایک خط میں تحریر فرمایا کہ میں شخص نے اللہ تعالیٰ کی طرف اشارہ و نشاہدی کی اور خود غیر اللہ پر بھروسہ کرنے لگ گیا تو ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ آزمائش میں ڈال دے گا، اس کے دل سے اپنا ذکر روک دے گا جبکہ ذکر محض اس کی زبان سے جاری کر دے گا۔ اگر وہ تائب ہو گیا اور ماسواۃ اللہ پر اعتماد کرنے سے باز آ گیا تو اللہ تعالیٰ اس کا رنج و عن اور ابتلا و آزمائش دور کر دے گا۔ اگر وہ غیر اللہ پر ہمیشہ بھروسہ کرتا رہا تو اللہ تعالیٰ مخلوق کے دلوں سے اس شخص کے لئے ہمدردی کا جذبہ نکال دے گا اور اسے لالچ کا لباس پہنا دے گا۔ پس اس کے لوگوں سے مطالبے بڑھ جائیں گے اور وہ ہر کس و ناکس سے ہر وقت مانگتا پھرے گا حالانکہ لوگوں کے دلوں میں اس کے لئے ہمدردی باقی نہ رہی ہوگی۔ چنانچہ اس کی زندگی بے کسی اور بے بسی کا ایک مرقع بن جائے گی، اس کی موت سر اسر رنج و اندوہ اور انجام و آخرت تمام تریاس و حسرت ہوگی، ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں، غیر اللہ پر بھروسہ کرنے سے لے

ذکر لسانی سے یقیناً ذکر قلبی زیادہ فضیلت والا ہے لیکن اگر یہ دونوں میسر ہوں تو یہ قرآن السعدین ہے۔ کسی مرید نے حضرت جنیدؒ سے عرض کیا اے ابوالقاسم فرمائیے کیا دل کے بغیر زبان ہو سکتی ہے؟ فرمایا بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ پھر عرض کیا گیا کہ دل بھی تو زبان کے بغیر ہوتا ہوگا۔ ارشاد فرمایا ہاں ہوتا ہے لیکن دل کے بغیر زبان بلا ہے اور دل بغیر زبان کے ایک نعمت ہے۔ پس کہا گیا جب دل اور زبان دونوں میسر ہوں تو وہ کیسے ہے؟ فرمایا یہ تو شہد کے ساتھ مکھن کی طرح ہے یعنی سونے پر ساگہ ہے ۱۷

شکر

حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ شکر کا فریضہ یہ ہے کہ دل و زبان سے خدا کی نعمتوں کا اعتراف کیا جائے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے افضل الذکر لا الہ الا اللہ اور افضل دعا الحمد للہ ہے ۱۷

قولِ جنید ہے کہ شکر بہ ہے کہ تم اپنے آپ کو نعمت کا اہل نہ سمجھو بلکہ اسے محض خدا کا احسان جانو لہ
حضرت گنج شکر نے فرمایا کہ حضرت جنید جب تپ درد یا کسی اور تکلیف اور مصیبت میں مبتلا
ہوتے تو بھی شکرانہ میں اس رات ہزار رکعت نماز ادا کیا کرتے تھے لہ

تسلیم و رضا

حضرت جنید نے فرمایا رضا دلوں تک پہنچنے والا صحیح علم ہے۔ جب دل علم کی حقیقت سے آشنا ہو
جائے تو وہ رضا تک پہنچ جاتا ہے۔ رضا اور محبت یکساں درجہ کی مانند نہیں بلکہ دونوں ایسے روحانی احوال
ہیں جو دنیا و آخرت میں بھی طالب حق سے جدا نہیں ہوتے یہاں تک کہ وہ جنت میں بھی رضا اور
محبت سے بے نیاز نہیں رہ سکتا لہ

حضرت جنید کا قول ہے الرضاء ترک الاختیار لہ یعنی رضا اپنے اختیار سے سبکدوش
ہو جانے کا نام ہے۔

۵ رشتہ درگرم انگندہ دوست می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست
خواجہ نظام الدین اولیاء نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ کسی بزرگ (حضرت ابو بکر شبلیؒ) نے حضرت جنیدؒ
کے پاس بیٹھ کر کہا کہ محب وہ ہیں کہ اگر حق تعالیٰ ان کو بہشت اور دوزخ کے درمیان اختیار دے کہ جو
چاہو اختیار کر لو تو وہ لوگ دوزخ کو اختیار کر لیں۔ اس سبب سے کہ بہشت ان کی مراد ہے اور دوزخ
ان کے محبوب کی مراد ہے۔ جو کوئی اپنے محبوب کے اختیار کو اپنے اختیار پر ترجیح دیتا ہے وہی محب ہوتا
ہے۔ یہ سن کر حضرت جنید نے فرمایا نہیں ہرگز ایسا نہیں (اے شبلیؒ!) تم کیسی بچوں کی سی باتیں کر رہے ہو۔
اگر مجھے اختیار دیا جائے تو کچھ بھی اختیار نہ کروں بلکہ خدا پر چھوڑ دوں جو وہ چاہے سو کرے لہ

حضرت جنید کا فرمان ہے کہ رضا اور معرفت لازم و ملزوم ہیں پس جو شخص خدا کی رضا پر راضی ہو جائے
تو اس کی معرفت صحیح ہو جاتی ہے لہذا جو ہمیشہ مرضی مولا ازہم اولیٰ پر کار بند ہوگا اس ہی شخص کی معرفت

۱۵ رسالہ تشییرہ ص ۸۱ ۱۶ اسرار الادلایا ص ۱۲۱ ۱۷ عوارف العارفین اردو ترجمہ ص ۵۶۶ ۱۸ التقرن ص ۷۲

۱۹ افضل النساء ص ۲۱۰ ۲۰ تذکرۃ الادلایا ص ۳۲۵

مقاماتِ تصوف

تصوف

حضرت جنید تصوف کے بارے میں یہ اشعار اکثر پڑھا کرتے تھے۔

علم التصوف علم لیس يعرفہ
إلا ان فطنة بالحق معروض
ولیس يعرفہ من لیس یشہد
وكيف یشهد صنوا الشمس مکفوف^۱

ترجمہ: علم تصوف ایک ایسا علم ہے جس کی معرفت ذہین اور نیک سیرت شخص کے سوا کوئی حاصل نہیں کر سکتا۔ جو شخص مشاہدے سے محروم ہے اسے معرفت بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ آخر کور چشم سورج کی روشنی کا مشاہدہ کر ہی کیسے سکتا ہے۔

حضرت جنید کا ارشاد ہے کہ تصوف ایک وصف ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے خاص بندے میں مستقل طور پر قائم رہتا ہے۔ پوچھا گیا کہ کیا یہ وصف بندے کا ہے یا حق تعالیٰ کا۔ فرمایا کہ یہ وصف حق تعالیٰ کیلئے تو حقیقی ہے جبکہ بندے کے لئے عارضی اور رسمی ہے۔^۲

حضرت جنید سے تصوف کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا تصوف سر (روحانی راز) کو خدا تک پہنچانے اور یہ مقام حق کے ساتھ قیام کی روحانی قوت کی خاطر اسباب سے فنائے نفس کے سوا حاصل نہیں ہو سکتا لہ

حضرت جنید فرمایا کرتے تھے کہ تصوف اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملے کو صاف رکھنے کا نام ہے اور اس کی اصل دنیا و دنیا سے کنارہ کشی ہے جیسا کہ حضرت عارف نے فرمایا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو

۱ طبقات الصوفیہ ص ۱۶۲ ۲ قوت القلوب ج ۲ ص ۱۵۵ ۳ طبقات الصوفیہ ص ۱۵۸، کشف المحجوب ص ۲۳

دنیا سے پھیر لیا۔ پس رات کو جاگتا رہا اور دن کو پیا سا رہا۔

صوفیا

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں الصوفیۃ ہم الذین صَنَعْتُ اِرْوَاحَهُمْ فَصَارُوا فِي الصِّفَةِ الْاَوَّلِ
بین یدی الحقیقۃ یعنی صوفی وہ لوگ ہیں جن کی روحیں بشریت کی تیرگی اور فسق و فجور کی الائنشوں سے
پاک صاف ہو گئیں لہذا یہ لوگ ذاتِ حق کے سامنے صفِ اول میں ہوتے ہیں۔

حضرت جنیدؒ سے صوفیہ کے بارے میں پوچھا گیا تو ارشاد فرمایا اِنَّهُ الَّذِي خَلَقَهُمْ يَخْفِيهِمْ اِذَا
اَحَبَّ وَيُظْهِرُهُمْ اِذَا اَحَبَّ ۱۳ یعنی صوفیا اللہ تعالیٰ کے اپنی مخلوق میں منتخب روزگار لوگ ہیں۔
اللہ جب چاہتا ہے انہیں مخفی رکھتا ہے اور جب پسند کرتا ہے انہیں ظاہر کر دیتا ہے۔
حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ جب تم کسی صوفی کو دیکھو کہ اس کا ظاہر عجیب دار ہے تو جان لو کہ
اس کا باطن بھی ضرور خراب ہے ۱۴

معرفت

حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ معرفت اللہ تعالیٰ کے قیامِ علم کے ساتھ اپنی جہالت کے وجود کو سمجھنے
کہتے ہیں۔ ان سے عرض کیا گیا کہ کچھ مزید فرمائیں۔ ارشاد فرمایا کہ وہ عارف بھی ہے اور معرفت
بھی جس کے معنی یہ ہیں کہ تم خدا سے جاہل ہو جب تک تم اپنا وجود رکھتے ہو اور یہ کہ اگر تم نے خدا کو
پہچانا ہے تو محض اس کی عنایت سے پہچانا ہے ۱۵

حضرت جنیدؒ کا قول ہے مَنْ عَرَفَ اللَّهَ لَا يَسِرُ اِلَيْهِ لَمْ يَعْنِ حَسْبَ نِعْمَةِ اللَّهِ تَعَالَى كَوَيْبَانَ لِيَا
وہ خدا کی ذات کے سوا کسی اور چیز سے مسرور نہیں رہ سکتا۔

معرفت کے ذرائع کے بارے میں حضرت جنیدؒ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ چیزوں کے ادراک (سمجھنے)

۱۳ الطبقات الكبرى ج ۱ ص ۹۳ ۱۴ كشف المحجوب ص ۱۳۵ الملح في التصوف ص ۲۶ ۱۵ الایات الكبرى ج ۱ ص ۹۲

۱۶ التعرف ص ۳۹، شرح تعرف ج ۲ ص ۱۳۴ ۱۷ طبقات الصوفیہ ص ۱۶۳

کے دو ذریعے ہیں۔ حاضر چیزوں کو جو اس سے پہچانا جاتا ہے جبکہ غائب کی چیزوں کو دلیل کے ذریعے جانا جا سکتا ہے۔ اس لئے حق تعالیٰ کی معرفت دلیل اور محض (تحقیق) کے ذریعے ہو گئی کیونکہ ہم غیب اور غائب کو سوائے دلائل کے نہیں جانتے لہ

حضرت جنیدؒ کے نزدیک معرفت دو قسم کی ہے (۱) معرفت تعرف (۲) معرفت تعریف۔ پہلی قسم میں ایسی معرفت مراد ہے کہ خدا خود اپنے مشتاقان دید کو اپنی پہچان کر اسے اور دوسری یہ ہے کہ لوگوں کو دلائل براہین اور آیات سے متعارف کر اگر اس قابل بنا دیا جائے کہ وہ خدا کو پہچان سکیں لہ

حضرت جنیدؒ کا روحانیت کی دنیا پر یہ احسان ہے کہ انہوں نے خود ساختہ صوفیوں کے فکر و عمل کی بے راہ روی کی روک تھام کر دی ہے۔ وہ معرفت پر علم (قرآن و سنت) کی ہر حال میں ترجیح اور فضیلت کے قائل ہیں چنانچہ وہ کتاب الیثاق میں ارشاد فرماتے ہیں العلم ارفع من العزۃ و انہ شامل و اکمل تستی اللہ بالعلم و لم تستی بالمعرفة و قال الذین اولوا العلم.... درجات الایۃ یعنی علم معرفت سے زیادہ بلند مرتبہ اور مکمل ہے۔ اللہ تعالیٰ کو علم سے نسبت دی جاتی ہے نہ کہ معرفت سے جیسا کہ ایک آیت میں بیان ہوا ہے۔ پھر حضرت جنیدؒ مزید بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریمؐ کو بھی خداوند تعالیٰ نے مخاطب کیا ہے تو فرمایا فاعلم انہ لا الہ الا اللہ۔ الایۃ۔ اور یہ ہرگز نہیں فرمایا فاعرف کیونکہ ہو سکتا ہے کہ انسان کسی چیز کی معرفت تو رکھتا ہو لیکن ضروری نہیں کہ علم کے ساتھ اس کا احاطہ بھی کر چکا ہو۔ جب وہ علم حاصل کر لیتا ہے تو از خود اس کی معرفت بھی پا چکا ہوتا ہے لہ

عارف

حضرت جنیدؒ کا قول ہے مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ كَلَّ لِسَانُهُ لَہ یعنی جس نے ذاتِ حق کو پہچان لیا، اس کی زبان گنگ ہو گئی۔

حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ عارفین وصف بیان کرنے والوں کے وصف بیان کرنے سے باہر ہو چکے ہیں لہ

لہ الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۵ لہ شرح تعرف ج ۲ ص ۱۱۳ لہ شرح کتاب الطوائف ص ۱۹۵ لہ کشف المحجوب ص ۲۱۷
لہ المبع فی التصرف ص ۲۷

حضرت مجتبیٰ سے عارف کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا من لم یأسره لحظة ولا لفظه له یعنی جسے اس کی نگاہ اور الفاظ قلب بند نہ کر سکیں اور قید بیان میں نہ لاسکیں۔

حضرت سے دریافت کیا گیا کہ عارف کون ہوتا ہے تو ارشاد فرمایا من نطق عن سِرِّكَ وانت ساکتٌ له یعنی جو شخص تیرے روحانی راز کو بیان کر سکے حالانکہ تم خاموش ہو۔

حضرت مجتبیٰ سے ایک عارف کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا ان لوان الماء لوان اناءہ ۳۷ یعنی بے شک پانی کا رنگ برتن کے رنگ جیسا ہوتا ہے۔ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر حال میں وہی کچھ کرتا ہے جو بہتر ہو پس اس کے احوال بدلتے رہتے ہیں اسی لئے کہا گیا ہے کہ وہ ابن الوقت ہوتا ہے۔ حضرت مجتبیٰ فرماتے ہیں کہ بلا و آزمائش عارفین کے لئے چراغِ راہ، مریدین کے لئے تہنید کا باعث اور غافلین کے لئے ہلاکت ہے ۳۸

حضرت مجتبیٰ کا قول ہے من عرف نفسه فقد عرف ربه یعنی جس نے اپنی عاجزی اور کجی کو اور خدا کی قدرت اور طاقت اور اپنی خطا اور خدا کی عطا کو پہچان لیا اسے عرفانِ حق حاصل ہو گیا ۳۹

ولی اور ولایت

حضرت مجتبیٰ نے فرمایا کہ ولی وہ ہے جسے غیر اللہ سے قطعاً کوئی خوف نہ ہو کیونکہ خوف ان چیزوں سے ہوتا ہے جن سے انسان کو توقعات وابستہ ہوں یا پھر ان محبوب اور پسندیدہ چیزوں کے بلے میں خدشہ ہوتا ہے کہ جن کے تلف ہو جانے کا ڈر لگا رہے۔ ولی ہر حال میں راضی برضا رہتا ہے اور اسی طرح اس کی امیدیں مخلوقات میں سے کسی سے وابستہ نہیں ہوتیں نیز اسے کسی قسم کا رنج و غم نہیں ہوتا اس لئے کہ غم ہمیشہ وقت کی کدورت سے پیدا ہوتا ہے جبکہ جو شخص از خود طریقِ رضا اختیار کئے ہو، اس کے لئے غم کی گنجائش ہی کہاں ہے جیسا کہ حق تعالیٰ نے خود فرمایا ہے ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا هم یحزنون ۴۰

۳۷ طبقات الصوفیہ ص ۱۵۹ ۳۸ طبقات الصوفیہ ص ۱۵۴، مرآة الجنان ج ۲ ص ۲۳ ۳۹ التعرف ص ۱۰۴، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۹۱

رسالہ تشریح ص ۱۲۲ ۴۰ امداد السلوک ص ۵۷، طبقات الصوفیہ بروی ص ۵۲ ۴۱ کشف المحجوب ص ۲۴۵

حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ نے اولیاء اللہ کی فضیلت میں یہ اشعار کہے ہیں۔

سِرْتُ يَا نَاسٍ فِي الْغُيُوبِ قَلُوبِهِمْ جَالُوا بِقَرَبِ السَّاجِدِ الْمُتَفَضِّلِ
نالوا من الجبار عطفاً ورافةً وقصداً واحساناً وبتداً معجلاً له

ترجمہ:- میں نے ان لوگوں کے ساتھ ہو کر ان کے دلوں کی سیر کی ہے۔ ان بزرگوں کی جولا نگاہ
فضیلت والی مساجد کا قرب و جوار ہوتا تھا۔

انہوں نے حق تعالیٰ سے مہر و محبت اور شفقت و رافت پائی اور نیکی میں تیزی اور سبقت اور
حسن عمل کی توفیق انہیں سیر آئی۔

اولیاء اللہ کا احترام کرنے سے انسان خدا اور خلق خدا کی نگاہوں میں پسندیدہ اور ہر دلعزیز ہو
جاتا ہے۔ حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں من نظر الی ولی من اولیاء اللہ فقبلہ واکرمہ اکرمہ اللہ
علی رؤس الاشهاد سہ یعنی جس آدمی نے اولیاء اللہ میں سے کسی کی طرف دیکھا، اس (کی تعلیمات) کو
قبول کر لیا اور اس کی عزت و تکریم کی تو اللہ تعالیٰ دنیا کے سامنے اسے عزت بخشے گا۔

دعویٰ اور ولایت دو مختلف چیزیں ہیں۔ اپنی ولایت اور کشف و کرامات کے دعویٰ یا تحقیق
میں ولی نہیں ہوتے کیونکہ بلند بانگ دعویٰ کرنے سے اگر کچھ روحانیت موجود بھی ہو تو وہ جاتی رہتی ہے۔
حضرت ابوالقاسم الطبریزیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جنیدؒ کو فرماتے سنا ہے اضر ما علی
اہل الدیانات الدعویٰ سہ یعنی اہل طریقت و ولایت پر جو چیز زیادہ ضرر رساں ہے وہ
دعویٰ کرنا ہے۔

فتیٰ اور فتوت

حضرت جنیدؒ کے نزدیک فتوت (جو انفرادی) ترکِ رویت اور اسقاطِ نسبت یعنی اپنے جو انفرادی
کے اعمال پر نخر نہ کیا جائے اور نہ انہیں اپنی طرف منسوب کیا جائے کیونکہ ان کے لئے توفیق تو منجانب اللہ

محمی لہذا فتوت ان کے خیال میں زہد کامل ہی کا دوسرا نام ہے لہ

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں الفتوة كف الاذى وبذل الندى لہ یعنی فتوت دوسروں کو اذیت دینے سے اجتناب کرنا اور سخاوت کرنا ہے۔

حضرت جنیدؒ یہ بھی فرماتے ہیں کہ فتوت یہ ہے کہ تم اپنا بوجھ دوسروں پر نہ ڈالو اور جو کچھ تمہارے پاس ہے اسے راہِ خدا میں خرچ کر دو۔

فتوت کے بارے میں حضرت جنیدؒ کا ایک قول یہ ہے ان لا تنانر فقیراً اولاً تعارض غنیاً یعنی جو امر وی یہ ہے کہ تم فقیروں سے نفرت اور دو تمندوں سے جھگڑانا نہ کیا کرو۔

حضرت جنیدؒ تصوف کے مختلف مکاتب فکر کی خصوصیات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ فتوت شام میں، لسان عراق میں اور صدق خراسان میں ہے۔

ڈاکٹر ابو العلاء عقیلی نے اپنی کتاب الملائمة والصوفیة واہل الفتوة میں جہاں اہل خراسان کے ملائمتہ کو بنظر استحسان دیکھا ہے وہاں حضرت جنیدؒ کے اس قول پر بلاوجہ تنقید کی ہے کہ فتوت اہل شام میں ہے۔ ان کے خیال میں اس کی بجائے فتوت اور صدق کا مرکز خراسان ہے۔

مسائل تصوف

کشف وکرامات

اولیاء اللہ کے کشف وکرامات برحق ہیں لیکن محض کشف وکرامات اور خوارق عادات قطعاً ولایت کا ثبوت نہیں ہیں جیسا کہ حضرت جنیدؒ نے فرمایا ہے کہ اگر تم کسی شخص کو ہو امیں چو کڑی مار کر بیٹھا ہو اور دیکھو تو بھی اسے ولی نہ سمجھو جب تک یہ نہ دیکھ لو کہ وہ شریعت کا پابند ہے کیونکہ اتباع کتاب و سنت ہی دراصل معیار ولایت ہے لہ

۱۔ کشف المحجوب ص ۱۵۹ ۲۔ رسالہ قشیرہ ص ۱۰۲ ۳۔ تذکرۃ الاولیاء ص ۳۲۲ ۴۔ رسالہ قشیرہ ص ۱۰۳ ۵۔ حوالہ سابق ص ۹۳

خواجہ نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ حضرت ابو الحسن نورانیؒ نے دجلہ کے کنارے ایک ماہی گیر کو دیکھا تو فرمایا اب ذرا جال پھینکو۔ اگر میں صاحبِ کرامت ہوں تو جال میں ضرور ایسی مچھلی آئے گی جو ۲/۳ سیر کی یقیناً ہوگی۔ ماہی گیر نے جال پھینکا تو واقعی اتنے وزن کی مچھلی آئی۔ جب یہ خبر حضرت جنیدؒ نے سنی تو فرمایا کاش اس جال میں کوئی سانپ آجاتا جو ابو الحسن کو ڈستا اور وہ مرجاتا۔ لوگوں نے عرض کیا حضرت آپ ان کے بارے میں ایسا کیوں فرما رہے ہیں؟ ارشاد فرمایا اگر اس وقت سانپ انہیں ڈس لیتا اور وہ ہلاک ہو جاتے تو انہیں ضرور شہادت کا درجہ ملتا لیکن چونکہ ایسا نہیں ہوا اس لئے اب مجھے معلوم نہیں کہ غرورِ کرامت کی وجہ سے ان کا انجام کیسا ہوگا۔

سمع و سرو

سمع کے بارے میں حضرت جنیدؒ کا جو نقطہ نظر تھا اس کے مطابق آپ اسے بتدیوں کے لئے قطعاً پسند نہیں فرماتے تھے البتہ مہی سالکانِ راہِ حق کے لئے کچھ ضروری شرائط کے ساتھ اس کے جو اہل کے قائل تھے لیکن خود پھر بھی حتی الامکان اس سے اجتناب ہی کیا کرتے تھے جس سمع کے وہ اصولاً قائل تھے وہ راگ و رنگ سے یکسر پاک بس معرفت بھرے اشعار کا خوش الحانی کے ساتھ سننا ہے۔

شیخ عبدالحق قادری محدث دہلوی کے ایک مکتوب شریف میں سمع پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے وہ تحریر فرماتے ہیں کہ سید الطائفہ جنید بغدادی کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ ابتدائے سلوک میں آپ سمع کیا کرتے تھے اور اہل سمع کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے۔ آخر میں آپ نے سمع ترک کر دیا تھا جب آپ سے سوال ہوا کہ آپ سمع کیوں نہیں کرتے اور کیوں نہیں سنتے تو آپ نے فرمایا کس سے سنوں اور کس کے ساتھ سنوں؟

آپ نے اس میں اپنے ان بھائیوں کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس کے اہل تھے، جن کے ساتھ آپ سنا کرتے تھے اور جن سے سنا کرتے تھے لیکن افسوس اب وہ نہیں رہے۔

اہل سلوک کی کتابوں میں تحریر ہے کہ جب کبھی مشایخ نے سماع کیا ہے تو شرائط و آداب کے ساتھ کیا ہے۔ وہ ہمیشہ نہیں سنا کرتے تھے بلکہ کبھی کبھی سنتے اور کرتے تھے بطور رسم سماع وغیرہ کی مجلس منعقد نہ ہوا کرتی تھی حضرت جنیدؒ نے اہل سماع اور شرائط کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے سماع ترک کر دیا تھا اس کے بارے میں اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ بعض نے حضرت جنیدؒ کی اس حکایت کو اس طرح پیش کیا ہے کہ آپ ایک زمانے میں سماع سنتے تھے اور اس کے بعد اس سے توبہ کر لی۔ آپ کا ایسا کرنا پہلے گروہ ساتھ آپ کامل جانا ثابت کرتا ہے جو سماع سے پرہیز کیا کرتا تھا۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ معاملہ کیا ہے یہ بھی روایت ہے کہ حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ اہل سلوک پر تین موقعوں پر رحمت نازل ہوتی ہے (۱) کھانا کھاتے وقت کیونکہ جب وہ فاقہ کے قریب ہو جاتے ہیں تو کچھ کھاپی لیتے ہیں (۲) باتیں کرتے وقت کیونکہ وہ بات زیادہ کرتے ہی نہیں ہیں اور جب کرتے ہیں تو انبیائے کرام کے احوال اور صدیقین کے مقامات کے بارے میں ان کی گفتگو ہوتی ہے (۳) سماع کی حالت میں کیونکہ ان کا سماع وجد اور مشاہدہ حق کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ بعض کا کہنا یہ ہے کہ آپ کا ایسا فرمانا پایہ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ اگر یہ ثابت ہو بھی جائے کہ آپ نے ایسا فرمایا تھا تو ایسے سماع سے مراد وہی سماع ہوگا جس کا مذکور اشارہ اس آیت میں ہے کہ جو لوگ سنتے ہیں قول اور اس کی اچھی پیروی کرتے ہیں یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دی ہے اور وہ صاحبانِ عقل میں سے ہیں۔ دوسری آیت یہ ہے کہ جب سنتے ہیں جو کچھ رسولؐ پر نازل ہوا ہے تو ان کی آنکھیں پر نم ہو جاتی ہیں، آنسو ابلنے لگتے ہیں۔ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ انہوں نے حق بات پہچان لی۔ یقیناً ایسا سماع متفق علیہ ہے اس کی حقانیت میں کسی کو کوئی کلام نہیں۔ ایسے سماع کا کوئی مخالف نہیں۔ سب اہل ایمان اس کو حق جانتے ہیں اور رحمت کالے آنے والا مانتے ہیں۔ سماع میں جو اختلاف ہے وہ قصائد و اشعار کا راگ رانگی کے ساتھ موسیقی میں سننا ہے۔ اس کے بارے میں موافق اور مخالف اقوال بہت ہیں۔ احوال میں یکسانیت نہ ہونے اور احوال کے مختلف ہونے سے یہ اختلاف پایا جاتا ہے چنانچہ بعض اس سے انکار کر کے اس کو فسق سے ملا دیتے ہیں، بعض اس کو ماننے اور اس کے سننے کے حریص ہیں اس کو جائز بلکہ بہتر سمجھتے ہیں۔ یہ دونوں گروہ افراط و تفریط کا شکار ہیں مختصر حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ شرع میں حرام و ناجائز اور مکروہ نہ ہو جس کا جواز اور مباح ہونا سب کا متفقہ ہوا اگر

اس سے جمعیتِ خاطر اور حضورِ قلب پیدا ہوتا ہو تو وہ جائز اور مباح ہے۔ وگرنہ نہیں لے

اصطلاحاتِ تصوف

احوال

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں الحال نازلة تنزل بالقلوب فلا تدوم لہ یعنی حال ایک روحانی کیفیت ہے جو دلوں پر اترتی ہے اور ہمیشہ باقی نہیں رہتی۔ یہ بھی حضرت جنیدؒ کی وضاحت ہے الاحوال كالبروق فان بقیت فحدیث النفس لہ یعنی احوال بجلیوں کی مانند ہیں جو وقفوں کے بعد چمکتی ہیں اور ان میں تسلسل نہیں ہوتا۔ پس اگر احوال ایک ہی حالت پر برقرار رہیں اور ان میں دوام پیدا ہو جائے تو سمجھ لو کہ یہ روحانی احوال نہیں بلکہ محض ہوائے نفس کا باندھا ہوا ایک طلسم ہے۔

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ احوال میں کمی یا نقصان چنداں ضرور ساں نہیں کیونکہ یہ طریقت کے فروع (شاخوں) میں سے ہے البتہ اصولِ طریقت میں ذرہ برابر کمی یقیناً نقصان دہ ثابت ہوگی لہذا اگر اصول (جڑوں) کو مضبوط اور پختہ کر لیا جائے تو فروع (شاخوں) میں کمی اور خامی وغیرہ نقصان کا باعث نہیں بننے پائے گی لہ

مقامات

حضرت جنیدؒ کا ایک قول مشہور ہے کہ جو معانی کے اعتبار سے مشکل ہے کہ میں ستر عارفوں سے ملا جو سب کے سب اللہ تعالیٰ کو اپنے وہم و گمان پر پوجتے تھے۔ یہاں تک کہ بھائی یزیدؒ کو بھی

۱۷ مکتوبات شیخ عبدالحقؒ اردو ترجمہ ج ۲ ص ۵۱-۵۲ ۱۷ اللع فی التصوف ص ۲۲ ۱۷ کشف المحجوب ص ۲۲۲

۱۷ اللع فی التصوف ص ۲۱۷

اگر ہمارے بچوں میں سے کوئی بچہ مل جاتا تو وہ اس کے ہاتھ پر اسلام لے آتے۔ حضرت ابوالحسن شاذلیؒ اس قول کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ ہر مقام کے اوپر ایک اور مقام ہے اور یہ سلسلہ مقامات بہت بلندی تک چلا گیا ہے۔ اس لئے جب تک وہ انتہا پر نہ پہنچ جائیں وہم و گمان میں رہیں گے لیکن اس کے معنی یہ ہرگز نہیں کہ ان کی معرفت خداوندی میں گمان اور وہم تھا۔ اسلام لانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہمارے منتخب مریدوں کے مطیع و متقاد بن جاتے کیونکہ اسلام اطاعت و انقیاد ہی کو کہتے ہیں لہ

خواطر

حضرت جنیدؒ سے خطرات کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ یہ چار قسم کے ہوتے ہیں۔

۱- خطرہٴ رحمانی۔ یہ ہدایت اور نیکی کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

۲- خطرہٴ ملکی۔ یہ اطاعت کی راہ دکھاتا ہے۔

۳- خطرہٴ نفس۔ یہ دنیا اور عزت اور شہرت کی طرف کھینچتا ہے۔

۴- خطرہٴ شیطانی۔ یہ گناہ اور شہوات کی طرف لے جاتا ہے لہ

حضرت جنیدؒ کا فرمان ہے کہ خاطر اول زیادہ طاقتور ہوتا ہے تاکہ جب تک وہ برقرار رہے وہ

شخص اس پر غور کر سکے لیکن اس کے لئے شرط یہ ہے کہ صاحبِ علم ہو لہ

حضرت جنیدؒ نے اپنے رسالہ آداب المتقوالی اللہ میں شرح و بسط کے ساتھ ان خواطر و خیالات

کی نشانیاں بیان کر دی ہیں چنانچہ نفسانی خیال کی علامت یہ بتاتے ہیں کہ اس میں شہوتِ نفس اور

راحت طلبی نمایاں ہوتی ہے۔ عہدہ و جاہ کی خواہش ہوتی ہے اور مخالفوں پر غیظ و غضب کا اظہار زیادہ

ہوتا ہے۔ تاویلوں کے ذریعے اپنے لئے عیش و عشرت کا جواز ثابت کیا جاتا ہے۔ ربانی اور رحمانی

خیال کی دو علامتیں بیان کی گئی ہیں۔ ایک یہ ہے کہ وہ خیالِ شریعت کی موافقت میں ہوتا ہے اور

دوسری یہ ہے کہ نفسِ انسانی ابتداء میں اسے قبول کرنے میں کاہلی دکھاتا ہے حضرت جنیدؒ اپنے ایک بیان

میں مہاجسِ نفس اور وساوسِ شیطان میں فرق واضح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ نفسِ امارہ جب ترغیب

دیتا ہے اور کسی بات پر اکتاتا ہے تو نگاتا رہتا ہے حتیٰ کہ اپنا مقصد پورا کر کے رہتا ہے۔ اگر تمہارے
 مجاہدے کا صدق و دوامی ہو تو تم اس کی ترغیبات سے بچ سکتے ہو ورنہ نہیں جبکہ شیطان کا طریقہ واردا
 یہ ہوتا ہے کہ اگر وہ کسی نیکی کے کام میں دوسو سو ڈالے اور تم اس کی مخالفت کر کے دس سو سے کو نظر انداز کر
 دو تو وہ پھر اس کام میں دس سو سو ڈالنے پر اصرار نہیں کرتا بلکہ تمہارے کسی اور نیکی کے کام میں دس سو سو ڈال
 کر لغزش کرادے گا کیونکہ اس کے لئے تو نیکی کے کام میں مخالفت یکساں ہے اس کے لئے یہ
 ضروری نہیں کہ وہ کسی خاص نیکی میں دس سو سو ڈال کر لغزش کرے۔ بس اس کا کام صرف یہ ہے کہ تم
 سے لغزش کرانے خواہ کسی بھی نیکی میں ہوسے

ظرف (حسن کاری)

حضرت جنیدؒ سے ظرف کے بارے میں پوچھا گیا کہ وہ کیا ہے؟ تو ارشاد فرمایا اجتناب کل
 خلق دنی و استعمال کل خلق سنی و انّ تعمل لله ثم لا تری انک عملت لہ یعنی ہرگز اخلاق و
 عادات سے بچنا اور ہر اچھے اور اعلیٰ خلق کو کام میں لانا اور یہ جو کچھ بھی عمل کرو محض خدا کی خاطر کرو۔ ساتھ
 ہی یہ بھی سمجھو کہ درحقیقت تم نے کوئی نیکی کا کام گویا کیا ہی نہیں۔

وجد

حضرت جنیدؒ کے قول کے مطابق وجد، مصادفہ یعنی اتفاقاً کسی کیفیت کو پانے کے معنوں میں
 استعمال ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دل میں غم اور خوشی کے جذبات میں سے کسی جذبے کا اتفاقاً
 آجانا وجد کہلاتا ہے۔
 حضرت جنیدؒ کا قول ہے استغراق الوجد فی العلم خیر من استغراق العلم فی
 الوجد یعنی وجد کو علم میں غرق کر دینا، علم کو وجد کی نذر کر دینے سے بہتر ہے۔

۱۷ رسالہ کشمیر ص ۲۳، ۱۷ المبع فی التصوف ص ۲۲۲، طبقات الصوفیہ ہرودی ص ۱۹۲، ۱۷ حوالہ سابق ص ۳۰۱

۱۷ نفحات الانس ص ۵۶، طبقات الصوفیہ ہرودی ص ۱۴۹

حضرت جنیدؒ یہ بھی فرماتے ہیں لا یضُرُّ نقصان الوجود مع فضل العلم وفضل العلم اتم
من فضل الوجود لہ یعنی وجد میں کمی زیادتی علم کے ساتھ نقصان وہ ثابت نہیں ہوتی اور علم کا فضل
رفیلت یا اضافہ) وجد کے فضل سے زیادہ کامل اور مکمل ہوا کرتا ہے۔

غیاب و حضور

حضرت حارث محاسبیؒ، حضرت جنیدؒ اور حضرت بہل تبریؒ وغیرہ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ حضور
غیبت پر مقدم ہے ۱

حضرت جنیدؒ کا قول ہے کہ ایک زمانہ ایسا گذرا کہ اہل زمین اور اہل آسمان کائنات کے متعلق
میری حیرت پر روتے تھے پھر کبھی ایسا ہوتا تھا کہ میں ان اسرار و غوامض کی رغبت و خواہش میں روتا
تھا اور اب تو یہ کیفیت ہو چکی ہے کہ نہ تو میں ان کے متعلق کوئی خبر رکھتا ہوں اور نہ اپنے آپ کے متعلق۔
حضرت گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ یہ حضرت جنیدؒ کے کامل حضور کی طرف جامع اشارہ ہے ۲

فنا و بقا

حضرت جنیدؒ سے فنا اور بقا کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا کہ حق تعالیٰ کے لئے بقا ہو اور
ما سوا اللہ کے لئے فنا ہو ۳

حضرت جنیدؒ ہی کا قول ہے اذا فنى الفناء عن اوصافه ادرك البقاء بتمامه ۴ یعنی جب
فنا بھی اپنے اوصاف سے فنا ہو جائے تو وہ مکمل طور پر بقا پالیتا ہے۔

تجربہ و تفرید

حضرت جنیدؒ سے لوگوں نے پوچھا تجربہ (انگ تھک ہونا) کیا ہے؟ تو فرمایا کہ اس کا ظاہر

۱۔ الملح فی التصوف ص ۳۰۶، طبقات الصوفیہ ہر وی ص ۱۶۷ ۲۔ کشف المحجوب ص ۳۰۳ ۳۔ حوالہ سابق ص ۳۰۴

۴۔ تذکرۃ الاولیاء ص ۳۲۴ ۵۔ الملح فی التصوف ص ۲۱۴

اعراض (خدا سے روگردانی) سے مجرد یعنی الگ اور بچا ہوا ہو جبکہ اس کا باطن اغراض سے مجرد ہوسکے

قبض و بسط

حضرت مجتہد نے قبض اور بسط کے معنی یہ بیان فرمائے کہ قبض خوف کو اور بسط رجاء کو کہتے ہیں، فالرجاء بسط الی الطاعة والخوف يقبض عن المعصية ۱۷ یعنی رجاء طاعت حق کے لئے خوشی کے ساتھ آمادہ کرتی ہے اور خوف معصیت اور گناہ سے انقباض باطن کا نام ہے۔

حضرت مجتہد کا ایک مفصل قول یہ ہے الخوف من الله يقبضني والرجاء منه يبسطني والحقیقة تجمعني والحق يفرقني اذا قبضني بالخوف اذ اناني عني واذا بسطني بالرجاء اردني على واذا جمعني بالحقیقة احضرنی واذا افرقني بالحق اشهد اني غيري فغطاني عنه ۱۸ یعنی اللہ تعالیٰ سے خوف مجھ میں انقباض پیدا کرتا ہے اور اس سے امید مجھ میں انبساط کی کیفیت پیدا کر دیتی ہے۔ حقیقت مجھے اکٹھا کر دیتی ہے اور حق مجھے الگ کر دیتا ہے پس جب وہ خوف کے ساتھ قبض کی حالت سے مجھے دوچار کر دیتا ہے تو وہ مجھے اپنے وجود سے فنا کر دیتا ہے اور جب وہ امید کے ساتھ بسط پیدا کرتا ہے تو مجھے اپنی اصل حالت پر لوٹا دیتا ہے۔ جب وہ مجھے حقیقت کے ساتھ جمع کر دیتا ہے تو مجھے حاضر کر لیتا ہے اور جب مجھ میں حق کے ساتھ فرق کی کیفیت وارد کرتا ہے تو مجھے اپنے غیر کو دیکھنے کا موقع دیتا ہے اور مجھے اس سے چھپا لیتا ہے۔

سکوت و تکلم

حضرت مجتہد مشایخ کے اس گروہ میں شامل ہیں جو کلام کو سکوت پر ترجیح دیتے تھے کیونکہ عبادات اور ایمانیات کے تمام تراجزاء گفتگو پر مبنی ہیں ۱۹

۱۷ تذکرۃ الاولیاء ص ۳۲۲ ۱۸ الملح فی التصوف ص ۳۲۲ ۱۹ رسالہ کشمیریہ ص ۳۳

۲۰ کشف المحجوب ص ۲۱

مرید و مراد

حضرت جنیدؒ سے مرید و مراد کا فرق دریافت کیا گیا تو فرمایا المرید تتولاہ سیاستہ العلم والمراد تتولاہ رعایۃ الحق لآت المرید لیسیر والمراد یطیر واین السائر من الطائر لہ یعنی مرید کا بھروسہ اور انحصار علم کی رہنمائی پر ہوتا ہے جبکہ مراد حق تعالیٰ کی نگہداشت پر بھروسہ کرتا ہے کیونکہ مرید بلاشبہ چلنے والا ہے جبکہ مراد اڑنے والا ہے۔ چلنے والا اڑنے والے کے ہمسرہ کیونکر ہو سکتا ہے؟

حجابِ قلب

حضرت جنیدؒ نشانہ ہی کرتے ہیں کہ دل کے حجاب بالخصوص نعمتوں کے دکھاوے سے عطا و بخشش پر عیش و عشرت اور کرامتوں کی طرف لگاؤ اور ٹھہراؤ پر منحصر ہوا کرتے ہیں ۱۷

آداب

آدابِ جواب

کسی شخص نے حضرت جنیدؒ سے دریافت کیا کہ جب ہر سائل ایک ہی قسم کا سوال آپ سے کرتا ہے تو بھی آپ مختلف جواب دیتے ہیں، اس کی آخر کیا وجہ ہے؟ ارشاد فرمایا کہ جواب ہر ایک کی عقل کے مطابق دینا ضروری ہے ۱۸

آدابِ وعظ

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت تک وعظ نہیں کہا جب تک مجھے تیس ابدالوں

۱۷ طبقات الشافعیہ ج ۲ ص ۳۱۵ ۱۸ المبعوث فی التصوف ص ۳۲۲-۳۲۵ ۱۹ امداد السلوک ص ۹۷

نے نشانہ ہی نہیں کر دی کہ تم لوگوں کو خداوند تعالیٰ کی طرف بلائے کے اہل ہو۔
شیخ ابوطالب مکی قوت القلوب میں بیان کرتے ہیں کہ حضرت جنیدؒ جب کبھی توحید کے حقائق و معارف
اور نازک پہلوؤں پر گفتگو کیا کرتے تو اہل مجلس کی تعداد محدود اور منتخب لوگوں پر مشتمل ہوا کرتی تھی۔ عموماً
دس سے کچھ زیادہ لوگ شریک ہوتے تھے اور یہ تعداد کبھی بیس افراد تک بھی نہیں ہوتی۔

آداب تدریس

حضرت جنیدؒ فرمایا کرتے تھے کہ تحقیق علم کی بھی ایک قیمت ہوا کرتی ہے۔ پس جب تک تم وہ
قیمت وصول نہ کر لیا کرو، علم نہ دیا کرو۔ عرض کیا گیا فرمائیے علم کی قیمت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا کہ اس کی قیمت
یہ ہے کہ علم ایسے شخص کو دیا کرو جو اسے (اس کے تقاضوں کے بارگاہ کے ساتھ) اچھی طرح اٹھاسکے
اور اسے ضائع نہ کر دے۔

آداب کسب

حضرت جنیدؒ کے نزدیک کسب کرنا مباح ہے لیکن کسب اور کاروبار کی شرط یہ ہے کہ یہ بھی بلور عبادت
اختیار کیا جائے۔ جس طرح دیگر عباداتِ نافلہ ہیں اسی طرح یہ بھی ایک عبادت ہے۔ کسب و کاروبار
کا مقصد محض منافع کمانا نہیں ہونا چاہیے۔
حضرت جنیدؒ سے کسب کی نوعیت کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا یستقی الماء ویلقت النوى
یعنی تمہارا کام بس کھیتوں کو پانی دے دینا اور بیج ڈال دینا ہے باقی سب کچھ خدا پر چھوڑ دو۔

آداب نذرانہ

حضرت جنیدؒ نے فرمایا ہے لا یصتہ لاحد الاخذ حتی یكون الانفراج أحب الیہ من
الانخذ کہ یعنی کسی شخص کے لئے کچھ لینا اور قبول کرنا اس وقت تک صحیح نہیں جب تک وہ لینے کی

نسبت اسے در راہ خدا میں (خرچ کر دینے کو زیادہ محبوب نہ رکھتا ہو۔

متفرق

مصاحبت کے لائق لوگ

حضرت جنیدؒ سے لوگوں نے پوچھا کہ کیسے لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا اچھا ہے تو ارشاد فرمایا ہر وہ شخص کہ جو تمہارے ساتھ نیکی کرے اور بھول جائے لیکن اس کے ساتھ جو بھلائی بھی کی جائے وہ اس کا حق ادا کر دیتا ہو۔

حقیقتِ روح

حضرت جنیدؒ نے فرمایا روح ایک ایسی چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ مخصوص کر لیا ہے اور اپنی مخلوق میں سے کسی شخص کو ہرگز اس کی حقیقت سے مطلع نہیں فرمایا لہذا روح کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فرمان سے زیادہ عبارتِ آرائی درست نہیں جو قرآن مجید میں ہے قُلِ الْرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّي (کہہ دیجئے کہ روح اللہ کے حکم سے ہے) ۱۵

ہلاکت کے سبب

حضرت ابوبکر المہدیؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جنیدؒ کو فرماتے سنا ہے اِحْذَرْنَا تَكُونُ شَاءَ مَنْشُورًا وَعَيْبًا مَسْتُورًا ۱۵ یعنی تم محتاط رہو اس بات سے کہ تمہاری تعریف ہی تعریف ہوتی رہے اور تمہارے عیب چھپے رہ جائیں۔

۱۵ تذکرۃ الاولیاء ص ۳۲۵ ۱۵ التعرف ص ۳۷ صفتہ الصفوة ج ۲ ص ۲۳۴

عوارض جسمانی اور امراض روحانی

حضرت جنیدؒ نے حضرت عمرو بن عثمانؓ کی نام ایک مکتوب میں تحریر فرمایا کہ دین و ایمان کی بیماریاں جسم و جاں کی بیماریوں سے زیادہ خطرناک ہوتی ہیں کیونکہ دین و ایمان کے عوارض ہلاکت کا باعث خدا کی ناراضی کا موجب اور جہنم رسید ہونے کا باعث ہیں جبکہ جسمانی بیماریوں کے یہ نتائج نہیں ہوا کرتے شفا یابی کی امید ہوتی ہے اور صبر کرنے پر اجر و ثواب بھی مل سکتا ہے۔

علمائے حق کی نشانیاں

حضرت عمرو بن عثمانؓ ہی کے نام خط میں حضرت جنیدؒ نے علمائے حق کی یہ نشانیاں بیان فرمائی ہیں کہ ان کا وجود عالم انسانیت کے لئے موجب خیر و برکت ہوتا ہے۔ وہ جب بولتے ہیں تو علم و حکمت کے موتی رولتے ہیں ان کے فرمودات بارانِ رحمت کی طرح ہوتے ہیں کہ جن سے اعمال کی کھیتیاں سرسبز و شاداب ہو جاتی ہیں اور مردہ دل حیاتِ تازہ حاصل کرتے ہیں۔ ان لوگوں میں نیت کی درستی اور نچنگی، نصب العین کی خوبی اور وابستگی اور شوقِ طلب کے ساتھ نفس کی ہم آہنگی ہوتی ہے۔ یہ لوگ قیامِ حق کے لئے ہمیشہ جدوجہد کرتے رہتے ہیں اور اپنے علم پر حسن و خوبی کے ساتھ عمل پیرا ہوتے ہیں۔ ذکر و فکر ان کا دائمی مشغلہ ہوتا ہے اور زہد و تقویٰ اور محاسبہ نفس ہمیشہ ان کا شعار ہوتا ہے۔ ایذا رسانی اور دوسروں کی تحقیر ان کے نزدیک ناقابل معافی گناہ سمجھے جاتے ہیں۔ یہ لوگ ہمیشہ غیبت اور برائی سے بچتے اور دوسروں کی سلامتی کے لئے دعا گو رہتے ہیں۔ دوسرے لوگ ظلم و زیادتی بھی کریں تو صبر اور درگزر سے کام لیتے ہیں اور ہر ایک کے ساتھ محبت اور شفقت کا برتاؤ کرتے ہیں۔ غرور اور نخوت نام کو بھی ان میں نہیں ہوتا۔ منکرات کو پہچانتے، اسے برا جانتے اور اس سے ہمیشہ بچتے رہتے ہیں اسی طرح معروف کو جانتے پہچانتے ہیں اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ لوگوں کی مدح و قدح سے بے نیاز رہ کر ہمیشہ سعی و عمل میں مصروف رہتے ہیں۔ اگر ارادہ و معتقدین کی کثرت ہو جائے تو اس مقبولیت پر اترتے نہیں بلکہ ان کی خواہش بس یہی ہوتی ہے کہ ان لوگوں کو صحیح معنوں میں فیض پہنچایا جائے۔ یہ لوگ کبھی تاویل و بدعت کی طرف مائل نہیں ہوتے بلکہ میلانِ طبع ہمیشہ اور ہر حال میں اتباعِ سنت کی طرف ہوتا ہے۔

علمائے سوئی کارستانیاں

یہ لوگ اپنے علم پر عمل کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ ان کے سامنے محصولِ علم کا مقصد محض شہرتِ دنیا اور جلبِ زر ہوتا ہے۔ ان کا تمام تر ذریعہ علم تاویلات پر صرف ہوتا ہے۔ انہی تاویلوں کے ذریعے وہ مقاصدِ بلند سے پہلو تہی کرتے، روپیہ کماتے، اپنی تشہیر میں لگے رہتے، مدح و ستائش کے آرزو مند رہتے اور مفادِ عاجلہ کی خاطر متاعِ قلبیل پر اپنا علم اور دین فروخت کر دیتے ہیں۔ ان لوگوں کا خیال یہ ہوتا ہے کہ ہمارا علم ہی دراصل قیامِ حق کا واحد ذریعہ ہے اور تمام مخلوق ہماری ضرورت مند ہے لہذا اپنی اصلاح کی بجائے سرکارِ دربار میں رسائی ان کا انتہائی مقصود بن جاتی ہے جہاں جا کر خود بھی ذلیل ہوتے ہیں اور اپنے علم کی رسوائی کا بھی سامان پیدا کرتے ہیں انہیں ہمیشہ ہی پسندِ خاطر ہوتا ہے کہ ان کے ارد گرد لوگوں کا جگمگا ہوا، شہرِ شخص ان کی تعریف میں رطب اللسان ہو، ان کا فرمایا ہوا مستند سمجھا جائے اور ان کی ہر رائے و قیع قرار دی جائے۔ اگر کوئی ان کی شخصی رائے سے اختلاف کرے تو اسے طعن و تشنیع اور اپنے غیظ و غضب کا نشانہ بنا لیتے ہیں اور مرتے دم تک اسے معاف کر دینے کے روادار نہیں ہوتے۔ (مخلص مکتوب بنام حضرت مکیؒ)

کثرتِ علم اور کثرتِ آفات

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں اکثر الناس علماء بالآفات اکثرہم آفات لہ یعنی لوگوں میں سے جو لوگ آفات کا علم زیادہ رکھتے ہیں، سب سے زیادہ وہی آفتوں کا شکار ہوتے ہیں۔

وسعتِ نظر

حضرت جنیدؒ سے پوچھا گیا کہ بندے کے نزدیک تعریف کرنے والا اور مذمت کرنے والا کب برابر ہوتا ہے تو ارشاد فرمایا جب انسان اچھی طرح یہ جان لے کہ وہ (خود اور مدح یا قدح کرنے والا شخص)

خلوق ہے اور الزام ہی لگانے والا ہے یعنی وہ بشری کمزوریوں سے محفوظ نہیں ہے لہ

کریم کون ہے؟

حضرت جنید کا قول ہے الکریم من لا یجوجک الی وسیلۃ لہ یعنی سخی در تحقیق وہ ہے جو تمہیں کچھ دینے کی خاطر کسی حیلے وسیلے کا محتاج نہ بنائے۔

بہتر اعضاء

حضرت جنید نے فرمایا ہر وہ آنکھ جو نگاہِ عبرت سے حق کو نہیں دیکھتی اس سے اندھا بہتر ہے ہر ایسی زبان جو ذکرِ حق میں مشغول نہ ہو اس سے گونگار ہنا بہتر ہے، ہر ایسا کان جو کلمہ حق سننے کیلئے تیار نہ ہو اس سے بہرہ ہونا بہتر ہے اور ہر وہ بدن جو طاعتِ حق میں کام نہ آئے اس سے مردہ بہتر ہے ۳

اہمیتِ وقت

حضرت جنید کا قول ہے الوقت اذافات لا یتدرک و لیس شیءٌ اعد من الوقت ۴ یعنی وقت جب گزر جاتا ہے تو اسے پھر پایا نہیں جاسکتا اور کوئی چیز بھی وقت سے زیادہ گرانقدر نہیں ہے۔

۵ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں سدا عیشِ دوراں دکھاتا نہیں

تفاضلِ عقل

حضرت جنید فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو ایمان کے ساتھ مشرف فرمایا اور ایمان کو عقل کے ساتھ معزز کیا پھر عقل کو صبر کے ذریعے سے عزت بخشی۔ لہذا ایمان، مومن کی زینت ہے

۱۔ اللع فی التصوف ص ۲۲۴ ۲۔ ایضاً ص ۲۳۰ ۳۔ تذکرۃ الاولیاء ص ۳۳۴ ۴۔ طبقات الصوفیہ ص ۱۶۱

جبکہ عقل ایمان کی زینت ہے اور صبر سے عقل آراستہ ہے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت ابراہیم الخواصؑ کے یہاں شعر پڑھے۔

ترجمہ اشعار

- ۱- میں نے کل (قیامت) کے خوف سے بعض تکالیف پر صبر کیا اور اپنے نفس کی بذاتِ خود حفاظت کی تاکہ اس کی عزت محفوظ ہوگئی۔
- ۲- میں نے نفس کو تکالیف کے جام پر جام پلائے اور وہ ان کا عادی بن گیا۔ اگر میں اسے یہ جام نہ پلاتا تو وہ ضرور ناک بھوں چڑھاتا۔
- ۳- اگر میں اس ذاتِ حق کے علاوہ جو یہ کہتی ہے کہ مجھ سے مانگا کرو کسی اور کے سامنے کچھ حاصل کرنے کے لئے ہاتھ پھیلاؤں تو میرے ہاتھ شل ہو جائیں لے

سار عو الی المغفرۃ من ربکم

حضرت جنیدؒ نے اپنے ایک ساتھی کو خط میں نصیحت کرتے ہوئے تحریر فرمایا یا اخی فاعلم ثمَّ اعجل قبل ان یعجل الموتُ بکَ وبادر قبل ان یبادر الیک وقد وعظک اللہ تعالیٰ فی لماضیین من اخوانکَ و المنقولین من الدنیا من اقرانک و اخد انک ذاک خطک الباقی علیک و النافع لک و هذه موعظتی لک و وصیتی ایاک فاقبلها تجد الامر بقبولها و تفوز باستعمالها لے ترجمہ ۱- اے میرے بھائی! عمل کرو اور عمل کرنے میں جلدی کرو اس سے پہلے کہ موت جلدی سے تمہیں آئے۔ دوڑو اور تیز دوڑو اس سے پہلے کہ قضا دوڑ کر تمہاری طرف آجائے۔ اللہ تعالیٰ نے تو گزشتہ زمانے کے تیرے بھائیوں اور دنیا چھوڑ جانے والے تیرے مرحوم ہمسروں اور احباب کو پہلے ہی سے وعظ و نصیحت کر دی ہے۔ بس اس نصیحت میں تیرا حصہ ابھی باقی ہے جس پر عمل کرنا تمہاری ذمہ داری ہے۔ یقیناً اس پر عمل پیرا ہونا پہلوں کی طرح تمہارے لئے بھی نفع بخش ہے۔ میری بھی

لے عوارف المعارف اردو ترجمہ ۵۵۸

۵۲ اللع فی التصرف ص ۲۶۷

تمہیں یہی نصیحت ہے کہ تم اسے حسن و خوبی کے ساتھ قبول کر لو اور اس پر کار بند ہو کر دنیا و آخرت
میں کامیاب و کامران ہو جاؤ۔

اٹھو، وگرنہ حشر نہ ہو گا پھر کبھی

دوڑو، زمانہ چال قیامت کی چل گیا

تَسْتَأْتِي

وَأَنذِرْ عَوْنًا الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى النَّبِيِّ

الكَرِيمِ وَآلِهِ وَاصْحَابِهِ أَجْمَعِينَ۔

ماخذ و مصادر

بزبان عربی

- ۱- شیخ ابو عبد الرحمن السلسلی : طبقات الصوفیہ - مرتبہ نور الدین شریبہ - مطبوعہ دارالکتب العربیہ - مصر
- ۲- شیخ عبد الوہاب الشعرانی : الطبقات الکبریٰ - مطبوعہ یولاق - مصر
- ۳- " " " : ایوانیت و الجواہر - مطبوعہ مصطفیٰ البابی - مصر
- ۴- " " " : انوار القدسیہ فی آداب العبودیہ - اردو ترجمہ مطبوعہ کراچی - پاکستان
- ۵- قاضی ابن خلکان : وفيات الاعیان - مطبوعہ قاہرہ - مصر
- ۶- حافظ ابن کثیر شامی : البدایہ و النہایہ - مطبوعہ مبصر
- ۷- خطیب بغدادی : تاریخ بغداد - مطبوعہ مبصر
- ۸- علامہ عبد الرحمن ابن الجوزی : صفة الصوفیة - مطبوعہ حیدرآباد دکن
- ۹- " " " : المنتظم - " " "
- ۱۰- " " " : تلبیس ابلیس اردو ترجمہ - مطبوعہ اصح المطابع - کراچی
- ۱۱- شیخ تاج الدین السبکی : طبقات الشافعیہ - مطبوعہ مبصر
- ۱۲- " السمعانی : کتاب الانساب - مخطوطہ
- ۱۳- " ابوالقاسم القشیری : الرسالہ القشیریہ - مطبوعہ دارالکتب العربیہ - مصر
- ۱۴- شیخ الیافعی : مرآة الجنات - مطبوعہ حیدرآباد دکن
- ۱۵- " " : روض الریاحین اردو ترجمہ - مطبوعہ لاہور
- ۱۶- امام ابن تیمیہ : الفرقان - مطبوعہ - مصر
- ۱۷- ابن تشری بردی : النجوم الزاہرہ - مطبوعہ قاہرہ - مصر
- ۱۸- ابن العماد حنبلی : شذرات الذهب - مطبوعہ مکتبہ القدسی - مصر
- ۱۹- ابن الندیم : النہرست - مطبوعہ السعادہ - مصر

- ۲۰- شیخ ابوطالب نکلی : قوت القلوب - مطبوعہ قاہرہ - مصر
- ۲۱- قاضی عیاض : الشفا لالتعرف بحقوق المصطفیٰ - مطبوعہ مکتبہ نعیمیہ - لاہور
- ۲۲- شیخ ابوبکر الکلاباذی : التعرف لمذہب اہل التصوت - مرتبہ آربری - مطبوعہ السعاده - مصر
- ۲۳- شیخ ابن نصر السراج : اللمع فی التصوت - مرتبہ نکلسن - مطبوعہ بریل - لیڈن
- ۲۴- شیخ شہاب الدین بہروردی : عوارف المعارف اردو ترجمہ - مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز - لاہور
- ۲۵- شیخ عبدالقادر جیلانی : الفتح الربانی - مترجم اردو - مطبوعہ کراچی
- ۲۶- " " " " : غنیۃ الطالبین - " " " " " " " " " " " "
- ۲۷- امام غزالی : احیاء علوم الدین ترجمہ اردو - مطبوعہ لاہور
- ۲۸- شیخ ابو عبد الرحمن السلمی : الرسائل - الملامتیہ - مرتبہ عقیفی - مطبوعہ مصر
- ۲۹- ڈاکٹر ابو العلاء عقیفی : الملامتیہ والصونیہ - مطبوعہ مصر
- ۳۰- خیر الدین الزرکی : الاعلام - الطبعة الثانیہ - مطبوعہ مصر
- ۳۱- شیخ ابن العربی : فتوحات مکیہ - مطبوعہ مصر
- ۳۲- شاہ ولی اللہ محدث دہلوی : فیوض الحدیث مترجم اردو - مطبوعہ رحیمیہ دیوبند
- ۳۳- ڈاکٹر عمر فروخ : التصوف فی الاسلام - الطبعة الاولى - مطبوعہ بیروت

بزیان فارسی

- ۳۴- خواجہ عبداللہ انصاری بہروی : طبقات الصونیہ - مرتبہ عبدالحی حبیبی - مطبوعہ کابل
- ۳۵- شیخ فرید الدین عطار : تذکرة الاولیاء - مطبوعہ فخر المطابع - دہلی
- ۳۶- مولانا عبدالرحمن جامی : نفحات الانس - مطبوعہ لاہور
- ۳۷- نواب صدیق حسن خاں بھوپالی : تقصار جیود الاحرار - مطبوعہ بھوپال ۱۲۹۸
- ۳۸- شہزادہ داراشکوہ : سفینة الاولیاء اردو ترجمہ - مطبوعہ مدنی کتب خانہ لاہور
- ۳۹- حضرت سید علی ہجویری : کشف المحجوب - مطبوعہ سمرقند
- ۴۰- شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی : مکتوبات امام ربانی - مطبوعہ نوکشور لکھنؤ
- ۴۱- مفتی غلام سرور لاہوری : خزینة الاصفیاء - " " " " " "

- ۴۲ - شیخ عبدالحق محدث دہلوی : مکتوبات شریف اردو ترجمہ - مطبوعہ معارف اسلامیہ کراچی
- ۴۳ - ابوالبرہم المستملی البخاری : شرح تعرف - مطبوعہ نوکشور لکھنؤ
- ۴۴ - اخوند درویشہ : ارشاد السالکین - مطبوعہ مصطفائی لاہور
- ۴۵ - شاہ ولی اللہ محدث دہلوی : انفاس العارفين - مطبوعہ ملتان
- ۴۶ - " " " " : همعات - مطبوعہ حیدرآباد دکن
- ۴۷ - خواجہ معین الدین اجمیری : انیس الارواح اردو ترجمہ در مجموعہ ہشت بہشت نوکشور لکھنؤ
- ۴۸ - خواجہ قطب الدین بختیار کاکی : دلیل العارفين " " " " " " " " " " " "
- ۴۹ - خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر : فوائد السالکین " " " " " " " " " " " "
- ۵۰ - خواجہ نظام الدین اولیاء : راحت القلوب " " " " " " " " " " " "
- ۵۱ - خواجہ بدر السحاق : اسرار الاولیاء " " " " " " " " " " " "
- ۵۲ - امیر خسرو : افضل القوائد اردو ترجمہ - مطبوعہ کراچی
- ۵۳ - میر حسن غلام سنجری : فوائد القوائد اردو ترجمہ - مطبوعہ نوکشور لکھنؤ
- ۵۴ - امیر خوردم : سیر الاولیاء اردو ترجمہ - " " " " " " " " " " " "
- ۵۵ - حمید شاعر قلندر : خیر المجالس اردو ترجمہ - مطبوعہ کراچی
- ۵۶ - مولانا رشید احمد گنگوہی : اشداد السلوک اردو ترجمہ - مطبوعہ شاہ کوٹ پاکستان
- ۵۷ - نصرت اللہ معیناں : کا نامہ بندگان ایران - مطبوعہ ایران
- ۵۸ - رضا علی خاں ہدایت : ریاض العارفين - مطبوعہ طهران، ایران

بذبانہ اردو

- ۵۹ - مولانا سید ابوالحسن علی ندوی : تاریخ دعوت و عزیمت - مطبوعہ دار المصنفین اعظم گڑھ
- ۶۰ - شاہ محمد حسن صابری : تواریخ آئینہ تصوف - مطبوعہ دہلی
- ۶۱ - پروفیسر خلیق احمد نظامی : تاریخ مشائخ چشت - مطبوعہ ندوۃ المصنفین دہلی

بذبانہ انگریزی

- ۶۲ - ڈاکٹر علی حسن عبدالقادر : جنید آف بغداد اردو ترجمہ - از محمد کاظم مستی بہ بیچہ بغداد مطبوعہ مکتبہ حیدر لاہور

63. A.J. ARBERRY AN INTRODUCTION TO
THE HISTORY OF SUFISM
(LONDON 1942)
64. -Do- AL-JUNAYD IN IRAN
1935. PP 499-507
65. -Do- THE BOOK OF THE CURE
OF SOULS IN IRAN 1937
PP. 219-231
66. WEINSINCK AND HOUTSMA
SHORTER ENCYCLOPAEDIA
OF ISLAM (LEIDEN)
67. HABIB ULLAH GHAZANFAR
THE ALLAHABAD UNIVERSITY
STUDIES 1935.

—————(مبزیان فرانسسی)—————

68. MASSIGNON KITAB AL-TAWASIN PAR
AL-HALLAJ (PARIS-1913)
69. -Do- ESSAI SUR LES ORIGINES
DU LEXIQUE TECHNIQUE
DE LA MYSTIQUE
MUSULMANE (PARIS 1922)
70. -Do- QUATRE TEXTES
(PARIS 1914)

—————(مبزیان جرمن)—————

71. BROCKELMANN GESCHICHTE DER
ARABISCHEN LITTERATUR
= GAL (WEIMET)

اسماء الرجال

خط کشیدہ صفحات میں صاحب حوالہ کا مفصل تعارف درج ہے

الف ممدودہ	
ابن زیری ۱۹۸	آدم علیہ السلام ۲۳۰-۲۳۱
ابن سابط ۱۳۳، ۱۳۱، ۲۶	آدم بنوری، شیخ ۱۴۲
ابن سالم ۸۷	آدربی (مشرق) ۲۰۸، ۲۱۱، ۲۱۵
ابن سرج الفقیہ ۱۱۸، ۱۸۲	
ابن شایین ۱۱۷	
ابن العربی ۱۱۲، ۲۱۰، ۲۲۸	
ابن عطا ۱۹۱، ۱۱۳، ۱۱۰، ۲۰۸، ۷۳، ۷۲، ۹۱	
۱۹۲، ۱۹۷، ۱۸۸	
ابن العاد حنبلی ۳۸، ۱۱۳	
ابن عیاش ۲۹، ۴۱	
ابن کثیر ۳۶، ۷۸، ۱۰۱، ۱۲۸	
ابن کرنی ۲۹، ۴۰	
ابن کیسان نحوی ۱۲۰، ۲۰۲	
ابن مسروق، البر العباس ۴۱، ۵۲، ۱۰۸	
ابن النادی، ابو الحسین ۶۳، ۷۵، ۱۱۵	
ابن النذیم ۳۸، ۲۰۸	
ابو اسحاق ابراہیم بن ثابت ۲۰۶، ۲۲۸	
ابو اسحاق حشمتی، شیخ ۱۷۲	
	ابراہیم علیہ السلام ۱۹۱
	ابراہیم بن ادھم ۱۳۵
	ابراہیم بن فایمک ۲۰۲
	ابراہیم بن سولہ ۲۰۰، ۲۰۱
	ابراہیم الحربی ابواسحاق ۱۹۱
	ابراہیم الخواص ۲۸۲، ۲۰۲، ۵۳
	ابراہیم المارستانی ۱۳۸، ۱۹۱، ۲۱۵
	ابن الاثیر الجزری ۸۰
	ابن الاہل ۱۱۳
	ابن تغری بردی ۹۸
	ابن تیمیہ ۱۱۲، ۱۲۳، ۲۲۶
	ابن الجوزی ۱۳۰، ۱۱۱، ۹۹، ۷۵، ۴۳، ۴۱، ۳۳
	ابن خلکان ۳۶، ۳۸، ۹۷، ۱۰۸

- ابو الحسن علی بن ترکان ۲۰۰
- ابو الحسن علی ندوی ۱۱۵، ۱۸۲
- ابو الحسن المزیں ۱۹۴، ۱۹۷
- ابو الحسن ہنکاری ۱۷۰
- ابو الحسن بن ہند فارسی ۲۰۳
- ابو الحسن حکیم ۲۷
- ابو الحسن مالکی ۲۰۵
- ابو الحسن نوری (دیکھیے نوری)
- ابو الحنفیہ الحداد نیشاپوری ۵۳، ۱۰۷، ۱۱۲، ۱۹۳، ۱۹۸
- ابو حمزہ بغدادی ۵۳
- ابو حنیفہ امام اعظم ۱۸۹
- ابو الخیر اقطع ۱۹۸، ۲۰۵
- ابو انیال ۵۹
- ابو داؤد جامع السنن ۱۹۹
- ابو سعید ابن الاعرابی ۴۱، ۱۹۹، ۲۰۰
- ابو سعید الخزاز ۳۲، ۳۳، ۵۱، ۱۰۴، ۱۰۷، ۱۹۸
- ۱۹۵، ۲۱۲، ۲۵۵
- ابو سعید مبارک مخزومی ۱۷۰
- ابو طالب خزرج بن علی ۲۰۵
- ابو طالب مکی ۳۱، ۵۶، ۵۹، ۱۹۹، ۲۷۹
- ابو العباس دینوری ۲۱۵
- ابو العباس سیاری ۲۰۰
- ابو العباس نہاوندی ۱۷۱
- ابو اسحاق گازرونی ۱۷۵
- ابو بکر الاعین ۳۸
- ابو بکر بن ابی سعدان ۱۹۸، ۱۹۹
- ابو بکر تغلیسی ۱۸۷
- ابو بکر دقاق ۱۰۱
- ابو بکر الصدیقؓ ۲۲۷، ۲۸۷
- ابو بکر عطار ۲۳۹
- ابو بکر العطوفی ۶۱، ۱۰۳
- ابو بکر الکتانی ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۸
- ابو بکر المفید ۲۸۰
- ابو بکر نتاج ۱۷۱
- ابو بکر واسطی ۱۸۳، ۲۰۰
- ابو تراب نخشبی (دیکھیے نخشبی)
- ابو ثور فقیہ ۳۰، ۳۸، ۳۹، ۷۶
- ابو جعفر حصار ۱۹۹، ۲۰۵
- ابو جعفر سعید بن ترکان ۲۰۰
- ابو جعفر فرغانی ۶۱، ۱۹۹
- ابو جعفر الکبیر ۳۱، ۳۲، ۳۹، ۴۲، ۱۰۶
- ابو حامد عطار
- ابو الحسن اشعری ۱۷۶
- ابو الحسن بن صدیق ۱۹۹
- ابو الحسن خرقانی ۱۷۲
- ابو الحسن سیروانی ۱۹۸

ابو محمد المروزی ۵۴	ابو عبد اللہ بن الجبار ۱۰۰، ۱۳۰، ۱۹۳، ۱۹۵، ۲۰۵
ابو منصور ۳۶	ابو عبد اللہ بن خنیف ۱۱۰، ۱۸۶، ۱۴۱، ۱۴۵
ابو یعقوب سوسی ۱۹۵	ابو عبد اللہ الرازی ۱۹۴
ابو یعقوب نرجربری ۱۹۵	ابو عبید المحدث ۷۶، ۹۹
احسان البی رانا، ڈاکٹر ۱۳۸	ابو عثمان البحری ۵۴، ۱۰۰، ۱۹۳، ۱۹۴، ۲۰۲
احمد اسود دینوری ۱۴۱، ۱۴۵	ابو عثمان مغربی ۱۸۳
احمد بن ابی الحواری ۵۴، ۱۳۵، ۲۳۹	ابو علی دقاق ۹۱، ۱۴۱، ۱۴۳
احمد بن ابی الورد ۲۹	ابو علی فارمدی ۱۴۳
احمد بن حنبل ۳۱۸	ابو علی کاتب ۱۴۱، ۱۴۳
احمد غزالی ۱۴۱	ابو عمرو ابن علوان ۹۱، ۱۳۰، ۲۰۳
احمد کبیر رفاعی ۱۴۰	ابو عمرو انماطی ۱۹۴، ۲۳۸
اخئی فرخ زرنجانی ۱۴۱	ابو عمرو الزجاجی ۱۳۴، ۲۰۲
ارزان دیوان، شاہ ۱۴۰	ابو عمرو دینوری ۱۴۱
اسماعیل علیہ السلام ۱۶۱	ابو الفرج طرطوشی ۱۴۰
اسماعیل بن سودا کین ۲۰۰	ابو الفضل خنقی ۱۴۰
اسماعیل بن نجید ۵۵، ۱۰۹	ابو القاسم البغوی ۴۲
ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ ۹۰	ابو القاسم القشیری (دیکھیے القشیری)
امداد اللہ صاحب کبکی، حاجی ۱۸۰	ابو القاسم قصری ۲۰۶
انگنکی، خواجه ۱۴۳	ابو القاسم گرگانی ۱۴۱
اوحد الدین، مرزا خاں ۲۱۴	ابو القاسم المطرز ۲۴۹
ایوب علیہ السلام ۱۶۱	ابو القاسم نصرآبادی ۱۴۵
— ب —	
باقی باللہ خواجه ۱۴۳	ابو محمد الجری (دیکھیے الجری)
	ابو محمد شعرائی ۲۰۱، ۲۰۲

حاتم اصم ۱۳۵
 حارث محاسبی ۳۱، ۳۲، ۳۴، ۳۷، ۳۹، ۹۹
 ۱۱۰، ۱۹۸، ۲۱۱، ۲۸۶
 حارث بن نعمان، ابو عبد اللہ ۸۶
 حبیب مجیب ۱۴۰، ۱۴۲
 حمزوی، شاہ مقیم ۱۶۸
 حسن بصری ۱۴۰، ۱۴۲
 حسن بن عرفہ ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳
 حسن صابری ۲۹
 حسن السوحی ۳۲، ۱۹۹
 حسین سید الشہداء امام ۱۶۹
 حسین شاہ ڈیہڑالاہوری ۱۴۷، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۵۸
 الحلاج، حسین بن منصور ۴۴
 حاد و باس شیخ ۱۴۰
 حاد قرشی بغدادی، ابو عمرو ۵۲
 حیات میر قادری ۱۷۷
 — خ —
 خطیب بغدادی ۷۵، ۲۰۰، ۱۷۲
 خلف بن خلیفہ ۴۱
 خیر النجاج ۵۱
 — د —
 داراشکوہ ۹۳، ۱۰۳، ۱۳۵
 داؤد طائی ۱۷۱، ۱۷۲

بایزید بسطامی ۱۱۰، ۲۱۶، ۲۷۳
 بشر بن حارث (دیکھیے بشر حافی)
 بشر حافی ۳۱، ۳۲، ۱۱۱
 بکیر بن محمد الحداد ۷۳
 بکیر شاہ قادری ۱۶۸
 بنان بن محمد ۲۰۱
 بہار الدین زکریا ۱۶۹
 بہار الدین نقشبند ۱۷۳
 بہلول مجرد دریا شاہ ۱۷۷
 — ت —
 ترمذی، حکیم محمد بن علی ۱۸۳
 — ث —
 ثابت الخیار رازی ۲۰۴
 ثعلب نحوی، ابو العباس ۱۹۱
 — ج —
 جامی، ملا عبد الرحمن ۲۳، ۳۶، ۴۲، ۴۳، ۱۰۳، ۲۳۹
 جبرائیل ۳
 البحریری ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۶، ۱۱۳، ۱۲۹
 ۱۳۹، ۱۶۲، ۱۹۰، ۱۹۸، ۲۲۳
 جعفر الصادق ۱۶۹
 جنید مناوندی ۲۳
 جہانگیر اشرف سمنانی ۱۳۸
 — ح —

۲۵۳، ۲۴۷، ۲۳۲، ۲۲۹، ۲۱۰

سری سقطی (۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳)

۱۰۶، ۹۹، ۹۱، ۷۶، ۷۳، ۷۰، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶

۱۱۱، ۱۳۱، ۱۳۵، ۱۵۹، ۱۶۹، ۱۷۱، ۱۷۳

سفیان بن عیینہ ۲۹

سفیان ثوری ۳۸، ۳۹، ۴۱، ۴۶

سلطان باہو ۱۶۸

اسلمی، ابو عبد الرحمن ۷۴، ۸۰، ۸۱، ۹۸، ۲۰۸، ۲۱۲

سمعانی ۳۶

سمنون الحب ۵۲، ۱۹۷، ۲۰۲

سیدی یوسف عجمی کورانی ۱۷۷

سیوطی، جلال الدین ۷۴

سہل تتری ۵۲، ۵۳، ۸۷، ۱۰۷، ۱۱۲، ۱۳۶

۱۶۸، ۱۹۶، ۲۶۶، ۲۳۳، ۲۷۶

— مش —

شاذلی، ابو الحسن ۲۷۳

شافعی، محمد بن ادریس، امام ۳۶، ۳۹

شاکرانی ۱۱۳

شبللی، ابو بکر (۷۱، ۹۲، ۱۰۳، ۱۰۸، ۱۳۰، ۱۳۵، ۱۳۵)

۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۵، ۱۵۰، ۱۷۰، ۱۷۵، ۱۸۸

۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۳، ۱۹۸، ۲۱۶

شریب، نور الدین ۱۵۷، ۱۶۰

الشعرانی، عبد الوہاب شیخ ۳۶، ۷۵، ۹۹، ۱۱۳، ۲۲۵

داؤد ظاہری ۱۹۰

درویزہ، اخوند ۱۳۳

درویش محمد خواجه ۱۷۳

— ذ —

ذوالنون مصری ۱۹۴

— ر —

رشید احمد گنگوہی مولانا ۱۸۰

رکن عالم، شاہ ۱۶۹

روڈ باری، ابو علی ۳۶، ۱۳۳، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۵

۱۹۱، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۳

رویم بن احمد ۷۲، ۱۰۳، ۱۰۸، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۷۱، ۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۷

— ز —

زاہد، خواجه ۱۷۳

زکلی، خیر الدین ۱۰۳

زکریا علیہ السلام ۱۶۱

زیات، ابو یعقوب ۳۱، ۳۳

زین العابدین، علی بن حسین، امام ۱۶۹

زیاد الکبیر الہمدانی ۲۰۳

زید بن حارثہ ۲۲۳

زینب ام المومنین ۲۲۳

— س —

سبکی، تاج الدین ۳۶، ۳۸، ۹۷، ۹۹

السراج، ابو نصر (۹۱، ۱۳۰، ۱۳۷، ۱۶۶، ۲۰۸)

عبد اللہ احرار، خواجہ ۱۷۴
 عثمان پرونی، خواجہ ۱۷۸، ۲۲۲
 عطار، فرید الدین ۲۷۰، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹
 عقیفی، ابر العطار ۲۷۰
 عطار الدین طوسی ۱۷۵
 عطار الدین عطار، خواجہ ۱۷۴
 علی ابن ابی طالبؑ ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵
 علی بن بندار صیرفی ۱۱۰، ۱۹۷، ۱۹۸
 علی بن سہل ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹
 علی بن محمد بن حاتم ۶۱
 علی بن ہارون الحربی ۱۵۷
 علی حسن عبدالقادر، ڈاکٹر ۲۲۳، ۲۲۴
 علی راستینی، خواجہ ۱۷۴
 علی رضا، امام ۱۳۲، ۱۹۹
 عمر فاروقؓ ۲۳، ۲۲۳
 عمرو بن عثمان کئی ۱۵۷، ۱۱۰، ۱۱۳، ۱۳۸، ۱۹۵
 ۱۹۷، ۱۹۹، ۲۱۳، ۲۸۱
 عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ۱۹۱
 — غ —
 نجدوانی، خواجہ عبدالنحات ۱۷۳
 غزالی، حجة الاسلام ۱۱۰، ۲۱۶
 غلام الخلیل ۵۹
 غلام سرور لاہوری، مفتی ۹۳، ۲۰۱

۱۳۶، ۱۷۹، ۱۷۷، ۲۱۲
 شعیب فردوسی، شاہ ۱۰۴
 شہاب الدین سروردی، شیخ ۱۰۳۹، ۱۷۱، ۱۷۲، ۲۲۲
 شہید علی پاشا ۱۱۱، ۵۷
 — ص —
 صدر الدین الضاری ۱۲۷
 صدیق حسن بھوپالی قنوجی، نواب ۱۹۶، ۱۰۵
 — ض —
 ضیاء الدین سروردی ۱۷۱
 — ع —
 عارف ریوگری ۱۷۳
 عبدالحق محدث دہلوی، شیخ ۲۲۳، ۱۳۸، ۱۸۳، ۲۷۱
 عبدالحی حبیبی، پروفیسر ۲۰
 عبدالرحیم، شاہ ۱۷۵
 عبدالقادر جیلانی، شیخ ۱۰۸، ۱۱۰، ۱۶۸، ۱۷۷
 ۱۸۳، ۲۵۶
 عبداللہ، سید ۱۷۵
 عبداللہ بن احمد بن حنبل ۴۱، ۱۷۲
 عبداللہ بن سعید بن کلاب ۱۱۶، ۱۷۷
 عبداللہ بن علی ۱۲۰
 عبداللہ بن المبارک ۲۱
 عبداللہ بن محمد الرازی ۱۵۰
 عبدالواحد تمیمی ۱۷۰

محمد بابا ساسی، خواجہ

محمد باقر، امام

محمد بن ابی الورد ۵۲

محمد بن احمد المفید ۲۳۱

محمد بن احمد الوراق ۱۵۷

محمد بن عبداللہ الحافظ ۷۴

محمد بن علی بن حبیب ۷۹

محمد بن علی القصاب ۳۱، ۳۲، ۳۷، ۹۹، ۱۳۲،

محمد بن علیان نسوی نساوی ۲۰۱

محمد بن فرحان ۲۵۹

محمد بن فضل ۲۰۲

محمد بن منصور طوسی ۴۲

محمد باقر، امام ۱۹۹

محمد السمین ۵۲

محمد کاظم ۵۷، ۱۹۴، ۱۹۶

المرتضیٰ ۱۲۹، ۱۸۸، ۱۹۳

معروف کرخی ۳۱، ۱۶۹، ۱۷۱، ۱۷۲

معین الدین حسینی اجیری، خواجہ ۱۲۸، ۲۵۵

مقتدر باللہ خلیفہ عباسی ۵۹

مقیم، شاہ مجروی (دیکھیے مجروی، شاہ مقیم)

الکافی، عبداللہ ۷۰

مشافہ دینوری ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۵، ۱۹۴

منصور خلیفہ عباسی ۲۴

غیلان مرقندی ۲۰۴

ف

فارس بغدادی ۷۹، ۸۸، ۱۸۸

فرید الدین سعید گنج شکر ۸۸، ۹۲، ۹۴، ۱۷۹،

۱۸۱، ۱۸۲، ۲۹۴

ق

قاسم بن جنید ۶۲

القشیری، ابوالقاسم ۷۲، ۹۸، ۱۸۳، ۲۱۲، ۲۴۲

القنطری ۳۱، ۳۲، ۴۲

ک

الکافی، ابوبکر ۴۸

الکافی، ابوبکر دینوری ۵۴، ۵۷، ۲۰۴، ۲۱۴

کعبی، ابوالقاسم معتزلی ۸۲، ۱۱۹

کلاباذی، امام ۶۰، ۲۱۱، ۲۶۰

الکلاسی ۳۱، ۳۲، ۴۱

کہس بن حسین سیدانی ۲۰۳

گ

گنج بخش (دیکھیے، مجیری)

م

ماسینوں، لونی (مشرق) ۱۵۸، ۲۱۲، ۲۰۴

مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی ۱۱۴، ۱۳۱،

۱۳۳، ۱۴۸، ۱۷۴، ۱۸۳

محمود کرخی ۱۹۷

بجویری سید علی، گنج بخش ۱۰۲، ۱۳۵، ۱۴۸

۱۹۵، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹

۲۲۱، ۲۰۸، ۲۲۹، ۲۵۰، ۲۵۲، ۲۶۶

ہروی، عبداللہ انصاری، شیخ الاسلام ۴۲، ۵۲

۱۸۶، ۱۹۵، ۱۹۷، ۱۹۸، ۲۰۰

ہمام بن عارت ۲۳۹

ہوار (مشرق) ۹۵

— ی —

یافعی محمد بن عبداللہ، امام ۴۶، ۱۰۰، ۱۱۲

یحییٰ علیہ السلام ۱۹۱

یحییٰ بن معاذ رازی ۵۴، ۱۲۸، ۲۱۴، ۲۱۵

یحییٰ منیری ۱۳۶

یزید بن ہارون ۲۹

یعقوب علیہ السلام ۷۰

یعقوب بن الولید ۲۰۰

یعقوب چرخچی، خواجه ۱۷۴

یوسف علیہ السلام ۷۰

یوسف بن حسین رازی ۵۳

یوسف مہدانی، خواجه ۱۷۳

منوچہر، ڈاکٹر حسن ۱۰۵

موسٰی علیہ السلام ۱۹۱

موسٰی پاک ۱۹۸

موسٰی کاظم ۱۶۹

موتل الجصاص شیرازی ۱۱۳

— ن —

ناصری، سید ۲۳۵

نانک گورو ۱۲۸

نجم الدین فردوسی ۱۷۵

نخشبی، البتراب ۴۳، ۱۹۵

نصیر الدین خواجه چراغ دہلی ۲۵۶

نظام الدین اولیاء خواجه ۴۹، ۶۲، ۸۹، ۱۸۵

۲۳۷، ۲۶۳، ۲۷۹، ۲۷۱

نعمت اللہ ولی کرانی، نور الدین ۱۷۷

نوری، ابراہیم ۸۰، ۱۰۴، ۱۳۹، ۱۴۲

۱۳۵، ۱۳۶، ۱۹۵، ۱۸۸، ۱۹۰، ۱۹۷، ۱۹۹، ۲۳۰، ۲۷۱

— و —

وجیہ الدین سہروردی ۱۷۱

ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ ۱۳۲، ۱۷۳، ۱۷۵

۱۷۳، ۱۷۸، ۱۷۶

— ہ —

ہاشم میر ۱۷۷

اسماء الاماکن

۱۰۴ ، ۲۰۰ ، ۱۹۴	رطب	۳۸	آذربائیجان
۲۰۱	رے	۳۸	آرینیہ
۱۶۸	سندھ	۲۱۴ ، ۲۱۲ ، ۲۱۳	استنبول
۲۵۰ ، ۱۹۸ ، ۱۰۹ ، ۵۴	شام	۲۲۲ ، ۵۷	اصفہان
۲۴ ، ۳۶	شونیزید	۲۷۷	الجزائر
۲۰۰	شیراز	۴۰	اہواز
۲۰۵	طوطوس	۱۹۳ ، ۲۳	ایران
۱۱۳ ، ۱۱۱ ، ۵۷	قاہرہ	۲۱۱	برلین (جرمنی)
۴۱	قلانس	۲۶۸ ، ۲۳۴ ، ۲۰۳ ، ۱۴۰ ، ۱۰۷ ، ۵۴	بصرہ
۴۰	کربنا	۵۴ ، ۵۲ ، ۴۱ ، ۳۸ ، ۳۷ ، ۳۶ ، ۲۸ ، ۲۴	بغداد
۱۶۸	کشمیر	۱۴۰ ، ۱۳۷ ، ۱۳۹ ، ۱۲۶ ، ۱۱۹ ، ۱۰۹ ، ۱۰۷ ، ۵۷ ، ۵۵	۱۴۰ ، ۱۳۷ ، ۱۳۹ ، ۱۲۶ ، ۱۱۹ ، ۱۰۹ ، ۱۰۷ ، ۵۷ ، ۵۵
۳۲	مادرا النہر	۱۸۸ ، ۱۸۹ ، ۱۹۰ ، ۱۹۱ ، ۱۹۲ ، ۱۹۳ ، ۱۹۷ ، ۱۹۸	۱۸۸ ، ۱۸۹ ، ۱۹۰ ، ۱۹۱ ، ۱۹۲ ، ۱۹۳ ، ۱۹۷ ، ۱۹۸
۴۹	مدینہ منورہ	۲۳۴ ، ۲۰۳	۲۳۴ ، ۲۰۳
۱۷۷	مرکش	۱۶۸	پاکستان
۴۱	مرو	۱۶۸	پنجاب
۲۰۱ ، ۱۹۹ ، ۱۹۷ ، ۱۹۱ ، ۱۷۷	مصر	۱۷۷	تیونس
۱۹۸ ، ۱۹۷ ، ۱۹۶ ، ۵۳ ، ۴۸ ، ۴۱	مکہ مکرمہ	۲۳	جبال (ایران)
۲۵۹ ، ۲۳۳ ، ۲۰۳ ، ۱۷۹	۲۵۹ ، ۲۳۳ ، ۲۰۳ ، ۱۷۹	۱۹۷	جدہ
۲۳	نہاوند	۴۹ ، ۴۷ ، ۳۹	حجاز
۲۰۲ ، ۲۰۱ ، ۱۸۷ ، ۱۰۹ ، ۵۴ ، ۵۳	نیشاپور	۲۵۰ ، ۲۰۱ ، ۱۹۸ ، ۱۶۸	خراسان
۱۹۹	ہسپانیہ	۱۹۵	دشوق
۲۰۳ ، ۲۳	۲۰۳ ، ۲۳	۲۰۱	واسط

مقدمات و بیانات اکابر

تحریک ترک موالات (حکومت برطانیہ سے بالیکاٹ، برصغیر پاک و ہند کی اہم تحریک اور برصغیر کی آزادی کا اہم سنگ میل تھی۔ جب شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی کے حکم پر ترک موالات کا فتویٰ دیا گیا اور ہندوستان کے پانچ صد مشاہیر علماء نے اس کی تصدیق و توثیق کی۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ انگریز کی نوکری حرام اور اس کے ساتھ تعاون ناجائز ہے۔ پورے ملک میں اس فتویٰ کو عام کرنے کے لئے جلسے ہوئے۔ مولانا آزاد نے کفن بردوش اس کا اعلان کیا۔ مولانا محمد علی جوہر، مولانا سید حسین احمد مدنی نے بشمول کراچی دوسرے بڑے شہروں میں تقریریں کیں۔ مولانا آزاد پر کلکتہ میں اور دوسرے حضرات پر کراچی میں بغاوت کے الزام میں مقدمہ چلا۔ مولانا آزاد کا عدالتی بیان قول فیصل کے نام سے اور ان حضرات کا مقدمہ کراچی کے نام سے کتابی صورت میں شائع ہوتا رہا ہے۔ ہم نے ان بیانات کو یکجا کر دیا ہے۔ ان حضرات کے بیانات دنیا کی عدالتی تاریخ میں ریکارڈ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جس طرح یہ بات درست ہے کہ ایورسٹ دنیا کی بلند ترین چوٹی ہے اسی طرح اس بات میں بھی کوئی مبالغہ نہیں کہ یہ بیانات دلائل کی عکسی اور ادب و خطابت کے شکوہ اور حب الوطنی کا ایسا شاہکار ہیں کہ دنیا کی کسی بھی عدالت میں ایسے بالا و بلند بیانات نہیں ہوئے۔ دنیا کے تمام عدالتی بیان ان کے سامنے گرد نظر آتے ہیں۔ فتویٰ ترک موالات (بالیکاٹ)، علماء کی تصدیقات سی آئی ڈی کی رپورٹیں، حضرات کے عدالت میں بیانات، عدالت کا فیصلہ، اس پر مولانا جوہر کا محاکمہ اور بیگم آزاد کا تاثر، مولانا آزاد کے پیامات وغیرہ پر یہ کتاب مشتمل ہے، مولانا مدنی کا اس میں وہ بیان شامل ہے جس کو سن کر مولانا جوہر نے بے اختیار ہو کر عدالت ہی میں مولانا مدنی کے پاؤں چوم لیے تھے۔

قیمت : ۲۵ روپے

محدثین و ائمہ حضرات میں مسائل کے بارے میں جو اختلاف پایا جاتا ہے، وہ کیوں ہے؟ اس کی کیا وجہ ہے؟ اور ایسا اختلاف مستحسن ہے۔ اس کے بارے میں اس کتاب کا پایہ بہت بلند ہے۔ تقطیع ۲۰ x ۳۰ عکسی طباعت قیمت ۲۵ روپے

اختلاف
الائمہ

غبارِ خاطر

ابوالکلام آزاد

تاج محل شاہجہان کے تعمیراتی تحسنِ ذوق کا آئینہ دار ہے تاہم کروڑوں روپے کا مہربان منت ہے۔
 'غبارِ خاطر' ابوالکلام کے قلم کا ایسا شاہکار ہے جو اسارتِ قلعہ احمد نگر کی صرف چند صحنوں کی
 یادگار ہے جو یادِ صلیب میں صرف ہوتیں۔ اگر کسی عاشقِ صادق کے پاس آج بھی اربوں روپیہ ہو
 تو وہ تاج محل ایسی عجوبہ روزگار عمارت تعمیر کرے سکتا ہے لیکن غبارِ خاطر ایسا ادب
 لطیف کا مرقع کوئی تخلیق نہیں کر سکتا کہ وہ صرف ابوالکلام کے قلم کا بانچن ہے جو ابوالکلام کے
 ساتھ رخصت ہو گیا۔ اہل نظر کا خیال ہے کہ غبارِ خاطر کو اگر عمارتی روپ دیا جائے
 تو وہ تاج محل کو شرمائے لیکن تاج محل اگر کتابی صورت اختیار کرے تو اس کا
 حسن غبارِ خاطر کے سامنے ماند پڑ جائے۔
 اردو زبان میں اپنی طرز کے شہنشاہ

تھے اور غبارِ خاطر ان کا ادبی شاہکار۔

ہم نے قوسِ قزح سے رنگِ مستعار لے کر کتابت۔ طباعت اور جلد میں وہی حسن، لطافت اور نزاکت
 پیدا کرنے کی کوشش کی ہے جو غبارِ خاطر میں پائی جاتی ہے اس طرح اہل ذوق کی نظر
 کے سامان کے ساتھ ساتھ خود مولانا کے مذاقِ سلیم اور خواہش کی بھی تکمیل ہو گئی ہے جس کی حسرت وہ اپنے
 ساتھ لے گئے۔

قیمت اعلیٰ ایڈیشن	۲۰/- روپے	○	رنگِ طباعت	زیرِ طبع
سادہ ایڈیشن	۲۰/- روپے		رنگدار طباعت	

مشاہد التوحید
 اس کتاب میں قرآنی تصور توحید اور اس کے تمام گوشوں کو قرآن پاک
 (ملا حسن علی بی اے جامع) کی روشنی میں نہایت عمدہ اسلوب کے ساتھ سلیس اور سگفتہ انداز
 میں پیش کیا گیا ہے۔ علمی حلقوں میں بہت زیادہ پسند کی گئی ہے۔ قیمت مجلد: ۱۰ روپے

شادباش و شادزی اے سرزمین دیوبند
ہند میں تو نے کیا اسلام کا جھنڈا بلند

اکابر دیوبند کون تھے — اور — انہوں نے کس طرح دین کی حفاظت کی
— ہمارے اکابر نے کیا کیا دیکھا؟ —

حبس دوام — تختہ دار — جیل کی کوٹھڑی — تباہ وطنی — کالا پانی — اور اس کے بیٹے
— ملک و ملت اور دنیا کو کیا دیا — صحیح دین . خالص توحید —
عشق رسالت — احترام اسلاف — علم و عمل کی دولت — ملکی آزادی —
اور — سلطنت برطانیہ کا جاہ و جلال اور غرور خاک میں ملا دیا —
یہ لوگ — قید و بند سے گزرے — ملک بدر ہوئے — شعلوں میں گودے
آگ سے کھیلے — اور — طوفانوں سے ٹکرائے —

اس داستان عشق و وفا کو ہماری کتاب

بیس برسے مسلمان

— میں مطالعہ کیجئے —

صد سالہ دینی جدوجہد — تحریک آزادی — اور اشاعت کتاب و سنت کا تذکرہ
گزشتہ سو سال کی علمی . دینی . سیاسی . ادبی . ملکی . وطنی تاریخ کا تابناک پسلوہ
اردو زبان کے علمی ذخیرہ کتب میں ایک گرانیہ کتاب کا اصناف

تیسرا ایڈیشن قیمت ۴۰ روپے

کتاب الفقہ

علی المذاهب الاربعہ

تالیف: عبدالرحمن الجزیری

(چار جلدوں میں)

ترجمہ: منظور احمد عباسی

بجوں، وکیلوں، علماء اور اہل علم و دانش کے لئے اسلامی فقہ و قانون اور مسائل و احکام پر مشتمل مستند
معتبر ذخیرہ حکومت مصر کی وزارت اوقاف نے وقت کی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے کتاب کو مرتب کرنا شروع کیا
مگر اوقاف پنجاب نے کتاب کی افادیت و اہمیت کے پیش نظر زور کثیر صرف کر کے اردو ترجمہ کرنا بڑے اہتمام سے
مدہ اردو ٹائپ میں شائع کرایا ہے۔ کتاب کی بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ مسلمانوں کے چاروں فقہی
مسلک (حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی) بیان کیے گئے ہیں مصنف کتاب تحریر فرماتے ہیں کہ

”اس کتاب میں صرف ان مسائل کا ذکر کیا گیا ہے جو ائمہ فقہاء کے نزدیک قابل اعتماد اور لائق تقلید ہیں“

کوئی اور ناشر شائع کرتا تو کتاب گراں ہوتی۔ لیکن مگر اوقاف نے افادہ عام کی خاطر اعلیٰ ترین معیار کاغذ و طباعت
کے باوجود کم قیمت رکھی ہے۔ مضبوط سنہری ڈائی دار جلد، نفیس آفسٹ کاغذ، مدہ ٹائپ کلاں سائز

جلد اول ۱۲۱۸ صفحات - / ۶۵ روپے، جلد دوم ۸۸۴ صفحات - / ۵۰ روپے

جلد سوم ۵۰۰ صفحات - / ۴۵ روپے جلد چہارم زیر طبع -

ہم خصوصی کمیشن ۲۰ فیصد پر مہیا کریں گے

